10ویں جماعت

سماجی علم

مشیر اعلیٰ

شریمتی۔چترارا ماچندرن، آئی۔اے۔ایس

اسپیشل چیف سکریٹری

محکمہ تعلیم ، حکومت تلنگانہ

مشیران

پروفیسر۔کے۔ستیش ریڈی، ڈین فیکلٹی آف سوشیل سائنس (مؤظف)،ڈاکٹر بی آر امبیڈکر یونیورسٹی، حیدرآباد

پروفیسر۔بی۔سری گنیش، شعبہ جغرافیہ،عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد

ڈاکٹر کرشنا ریڈی چیٹڈی،اسسٹنٹ پروفیسر،اسکول آف اکنامکس، یونیورسٹی آف حیدرآباد،حیدرآباد

ڈاکٹر راوُلا کرشنا،اسسٹنٹ پروفیسر،یونیورسٹی آف حیدرآباد،حیدرآباد

شری ملیالہ پاپیا،لیکچرر،گورنمنٹ کالج آف ٹیچر ایجوکیشن،نلگنڈہ

شری جی۔رنگا پانی ریڈی،اسکول اسسٹنٹ،زیڈ پی ایچ ایس جانم پیٹ،موسیٰ پیٹ منڈل،محبوب نگر

ربط و تعاون

شری ایم سومی ریڈی	شری سورنا و نائک	شری بی۔وینکٹیشوراراو
جوائنٹ ڈائرکٹر	کوآرڈینٹر،تلگو	اسٹیٹ کوآرڈینٹر
TOSS تلنگانہ	SCERT، تلنگانہ	TOSS تلنگانہ،
حیدرآباد	حیدرآباد	حیدرآباد

ٹکسٹ بک ٹریننگ کونسل

شریمتی اے دیوا سینا، آئی اے ایس	شری اے۔کرشنا راوٗ	شری ایس وینکٹیشوراشرما
ڈائرکٹر آف اسکول ایجوکیشن	ڈائرکٹر	ڈائرکٹر
تلنگانہ،	TOSS،تلنگانہ	ٹکسٹ بک پرنٹنگ پریس
حیدرآباد	حیدرآباد	تلنگانہ، حیدرآباد

ناشر

Telangana Open School Society (TOSS)

تلنگانہ اوپن اسکول سوسائٹی (TOSS)

Government of Telangana, Hyderabad

First Published 2021

All rights reserved

No part of this publication may be reproduced, stored in a retrieval system, or transmitted, in any form or by any means without the prior permission in writing of the publisher, nor be otherwise circulated in any form of binding or cover other than that in which it is published and without a similar condition including this condition being imposed on the subsequent purchaser.

The copy right holder of this book is the Sarvatrika Vidya Peetham, Telangana, Hyderabad.

This Book has been printed on 70 G.S.M. Maplitho
Title Page 200 G.S.M. White Art Card

Telangana Open School Society 2021-22

Printed in India
at the Telangana Govt.Text Book Press,
Mint Compound, Hyderabad,
Telangana.

پیش لفظ

موجودہ دور میں تعلیم کا حصول بچوں کا حق ہے۔حکومت بھی تعلیم فراہم کرنے کے لیے کئی سہولتیں مہیا کر رہی ہے۔لیکن کچھ ناگزیر حالات کی بنا پر بعض بچے رسمی طور پر تعلیم حاصل نہیں کر پاتے۔ان ہی بچوں کی مدد کے لیے تلنگانہ اوپن اسکول سوسائٹی کا قیام ''تعلیم سب کے لیے اور تعلیم سب کی دسترس میں'' کے مقصد سے عمل میں آیا۔ ہر وہ بچہ جو چودہ سال عمر مکمل کر چکا ہو TOSS کے ذریعے جماعت دہم اور جو جماعت دہم کامیاب ہو چکے ہوں وہ انٹرمیڈیٹ کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

تعلیمی سال 2021 سے، یہ فیصلہ کیا گیا کہ متعلمین (طلبا) جو TOSS کے ذریعے جماعت دہم میں تعلیم پا رہے ہیں کوئی درسی کتابیں فراہم کی جائیں۔متعلمین کو معیاری تعلیم فراہم کرنے کے لیے بدلتے سماجی حالات، ضروریات اور قومی تعلیمی پالیسی کے اصولوں اور رہنمایانہ خطوط کی اساس پر کتابوں کی تجدید کی گئی ہے۔

سماجی علم کی تعلیم کا اہم مقصد سماج کا تنقیدی مطالعہ ہے، جس میں متعلمین اپنے گرد و پیش کا مشاہدہ کرتے ہیں اور تعلیم پاتے ہیں۔متعلمین کو چاہیے کہ وہ ردعمل ظاہر کریں، سوال کریں اور ایک ذمہ دارانہ انداز میں زندگی بسر کریں۔سرویز، تقابلی تجزیے، اطلاق، عمیق تجزیے جو کثیر نمونوں کے حصول پر مبنی ہوں، وقت در وقت ہونے والی تبدیلیوں کا تقابل، عصری مسائل کا مشاہدہ اور جانچ، تاریخی دستاویزات کے ذریعے حقائق کی تلاش وغیرہ سماجی علم کے مطالعے کے اہم طریقے ہیں۔اس لیے ہم نے ان کو اس درسی کتاب میں شامل کیا ہے۔

اس کتاب میں کل 21 ابواب ہیں۔''تلنگانہ ریاست میں ایک گاؤں'' کے عنوان سے موجود سبق ہمیں ایک گاؤں کے طبعی، معاشی، سیاسی اور سماجی حالات پر بحث کرنے میں مدد کرتا ہے۔اس درسی کتاب میں ہندوستان کے طبعی خصوصیات، آب و ہوا، دریاؤں، قدرتی وسائل اور عالمی جغرافیائی خصوصیات کا احاطہ تلنگانہ کے خصوصی حوالے کے ساتھ کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ آبادی، بجٹ، مختلف طبقوں، اصلاحات اور عالمیانہ پر بھی بحث کی گئی ہے۔ہندوستان کی قدیم، دور وسطیٰ اور دور جدید کی تاریخ کے ساتھ ساتھ تلنگانہ کی تاریخ، تشکیل تلنگانہ کی تحریک کے بارے میں تلنگانہ پر خصوصی ترجیح کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ہندوستان کے دستور، حقوق و فرائض، جمہوریت، مسائل، پچھڑے طبقات کی سماجی و معاشی ترقی، بین الاقوامی تنظیموں وغیرہ پر بحث اس کتاب کو کاملیت عطا کرتی ہے۔خصوصی شکریے کے مستحق ہیں وہ اساتذہ، ایڈیٹرس کی کمیٹی اور ڈی ٹی پی آپریٹرس جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں شرکت کی اور ان تھک انداز میں اپنی خدمات پیش کرتے ہوئے نہایت قلیل وقت میں اس کتاب کو تحریر کیا۔جناب گڈا میدی رنگا پانی ریڈی، اسکول اسسٹنٹ (سماجی علم)، زیڈ پی ایچ ایس جانم پیٹ، موسا پیٹ منڈل، محبوب نگر جنہوں نے مضمون کے ماہر کے طور پر کام کیا اور جناب محمد افتخار الدین، کوآرڈینیٹر (اردو) ایس سی ای آر ٹی، تلنگانہ حیدرآباد، کی خدمات اس کتاب کی تیاری میں قابل تحسین وستائش ہیں۔ہم خصوصی طور پر مشکور ہیں محترمہ ایم رادھا ریڈی صاحبہ، ڈائرکٹر ایس سی ای آر ٹی، تلنگانہ، کے جنہوں نے مضمون کے ماہر اور کوآرڈینیٹر کی خدمات سے استفادہ کی اجازت دی اور قابل قدر معاونت کی۔اور خصوصی طور پر ممنون ہیں جناب این وینکٹیشور شرما صاحب، ڈائرکٹر پرنٹنگ پریس کے جن کا مسلسل تعاون اس کتاب کی تیاری کے آغاز کے ساتھ رہا۔ہم مشکور و ممنون ہیں خاص طور پر محترمہ چترا راما چندرن صاحبہ، آئی اے ایس، اسپیشل چیف سکریٹری محکمہ تعلیمات کے جن کی حوصلہ افزائی اس درسی کتاب کی تجدید کے دوران شامل حال رہی۔اور وزیر تعلیم محترمہ سبیتا اندرا ریڈی صاحبہ کی ہمہ وقتی رہنمائی اور حمایت کے لیے ہم ان کے خصوصی طور پر مشکور ہیں۔اور آخر میں شکریہ ادا کرتے ہیں کوآرڈینیٹرس جناب ماراسونی سومی ریڈی صاحب اور جناب بوئنا پلی وینکٹیشوراراؤ، اسٹیٹ کوآرڈینیٹر کا ڈاکٹر این اپیندر ریڈی، موظف پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف کریکولم اینڈ ٹکسٹ بکس، ایس سی ای آر ٹی، ڈاکٹر بی لاونیہ، ڈیپارٹمنٹ آف ہسٹری، یو سی اے ایس ایس، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد، جناب راجندر کمار، پی جی ٹی، (اکنامکس) تلنگانہ ماڈل اسکول، کیتی پلی، نلگنڈہ، کا جنہوں نے کتاب کے تحریر کرنے والوں، مجلس ادارت کے ساتھ بحث و مباحثہ میں تعاون کیا اور ہم آہنگی پیدا کی۔امید کرتے ہیں کہ یہ درسی کتاب متعلمین کی ضروریات میں مدد و معاون ثابت ہوگی اور ان کی لسانی استعداد کو بھی فروغ دے گی۔

بتاریخ: 24-12-2020

مقام: حیدرآباد

اے کرشنا راؤ

ڈائرکٹر، تلنگانہ اوپن اسکول سوسائٹی،

حیدرآباد

ہماراقومی ترانہ

- رابندرناتھ ٹیگور

جن گن من ادھی نا یک جیا ہے

بھارت بھاگیہ ودھاتا

پنجاب‘ سندھ‘ گجرات‘ مراٹھا‘ ڈراوڈ‘ اتکل‘ ونگا

وندھیا‘ ہماچل‘ یمنا ‘ گنگا‘ اُچ چھل جل دھی ترنگا

تو اشبھ نامے جاگے‘ تو اشبھ آشش ماگے

گاہے تو جیا گاتھا

جن گن منگل دایک جیا ہے

بھارت بھاگیہ ودھاتا

جیا ہے‘ جیا ہے‘ جیا ہے

جیاجیاجیاجیا ہے

عہد

- پئی ڈیمرّی وینکٹاسبّا راؤ

ہندوستان میراوطن ہے۔تمام ہندوستانی میرے بھائی اور بہن ہیں۔ مجھے اپنے وطن سے پیار ہے اور میں اس کے عظیم اور گوناگوں ورثے پر فخر کرتا ہوں/ کرتی ہوں۔ میں ہمیشہ اس ورثے کے قابل بننے کی کوشش کرتا رہوں گا/ کرتی رہوں گی۔ میں اپنے والدین‘ استادوں اور بزرگوں کی عزت کروں گا/ کروں گی اور ہر ایک کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کروں گا/ کروں گی۔ میں جانوروں کے تئیں رحم دلی کا برتاؤ کروں گا/ کروں گی۔ میں اپنے وطن اور ہم وطنوں کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنے کا عہد کرتا ہوں/ کرتی ہوں۔

ماهر مضمون

سری جی۔رنگاپانی ریڈی'اسکول اسسٹنٹ'ZPHS، جانم پیٹ،موسیٰ پیٹ،محبوب نگر

کوآرڈینٹر

محمد افتخارالدین احمد شاؔد،اردوکوآرڈینٹر،ریاستی ادارہ برائے تعلیمی تحقیق وتربیت،تلنگانہ،حیدرآباد

ٹکسٹ بک ڈیولپمنٹ کمیٹی

شری جی رنگا پانی ریڈی'اسکول اسسٹنٹ
ZPHS، جانم پیٹ،موسیٰ پیٹ،محبوب نگر

شری جی۔وینکٹیشورولو،اسکول اسسٹنٹ
ZPHS، چمپاپیٹ،رنگاریڈی

شری اے۔لکشمن راؤ'موظف اسکول اسسٹنٹ
GHS،دھنگرواڑی،کریم نگر

شری وی۔ستیش پرکاش'اسکول اسسٹنٹ
ZPHS، ڈ گونڈی،ورنگل (رورل)

شریمتی جی۔للیتا'اسکول اسسٹنٹ
ZPHS منچال،رنگاریڈی

شری این۔رادھا کرشناچاری،اسکول اسسٹنٹ
ZPHS ریگونڈا، جیہ شنکر بھوپالا پلی

شری موہن ریڈی'اسکول اسسٹنٹ
ZPHS گارلاپاڈو'محبوب نگر

شریمتی پی۔سنیتا کھنہ'اسکول اسسٹنٹ
ZPHS نارائن کھیڑ،سنگاریڈی

شریمتی ایچ۔ہیرانیا'اسکول اسسٹنٹ
GHS تروملگیری،حیدرآباد

شریمتی ٹی۔پربھاکر ریڈی'اسکول اسسٹنٹ
ZPHS شاہ آباد،رنگاریڈی

شری ایم۔راجیند رکمار، پی جی ٹی
TSMS، کیتھے پلی،نلگنڈہ

شری آر۔وکرم ریڈی'اسکول اسسٹنٹ
ZPHS کوسومنچی، کھمم

شری اے۔سرینواس گوڑ'اسکول اسسٹنٹ
ZPHS دھنواڑا،نارائن پیٹ

شری ایم۔پرسون کمار'اسکول اسسٹنٹ
ZPHS ڈونگلی،کاماریڈی

شری بی۔سنتوش کمار'اسکول اسسٹنٹ
MPUPS جناپلی،عادل آباد

شری اے۔اشوک کمار'اسکول اسسٹنٹ
ZPHS شائی گرام،ورنگل (شہری)

شری ویلیور سرینواس'اسکول اسسٹنٹ
ZPHS بالکنڈہ،نظام آباد

مترجمین

محمد تاج الدین احمد'اسکول اسسٹنٹ
GHS ہمایوں نگر نمبر1،حیدرآباد

خالد حسین قیصری'اسکول اسسٹنٹ
GUPS، وینگل راؤنگر،نظام آباد

عائشہ مبین'اسکول اسسٹنٹ
GHS سلطان بازار،حیدرآباد

محمد عبدالمجید نور،اسکول اسسٹنٹ
GHS وٹے پلی،حیدرآباد

ریاض احمد خاں،اسکول اسسٹنٹ
ZPHS، 2B گڑھی ظہیرآباد،سنگاریڈی

ڈی ٹی پی' لے آوٹ وٹائٹل: شیخ حاجی حسین،امیرنٹ کمپیوٹیک'بالانگر،میڈچل

متعلمین کے لیے ہدایات

- اس درسی کتاب کے مطالعے کے ذریعے متوقع آموزشی ماحاصل کے حصول کو یقینی بنائیں۔
- ہر متعلم کو چاہیے کہ وہ سبق کے مطالعے کا آغاز آموزشی ماحاصل سے کرے تا کہ وہ سبق پڑھنے سے قبل آموزشی ماحاصل کو اچھی طرح سمجھ سکے۔
- تصورات کو اچھی طرح سمجھتے ہوئے ''اپنی ترقی کی جانچ کیجئے'' کے تحت جو سوالات دیے گیے ہیں ان کے جواب لکھیے۔
- سبق میں دیے گیے نقشوں کا بغور مشاہدہ کیجئے، یہ سبق کو بہتر انداز میں سمجھنے میں معاون ہوں گے۔
- سبق میں دیے گیے جدولوں کا بھی مشاہدہ کیجئے۔ دیے گیے جدولوں میں موجود ڈاٹا کا تقابل و تجزیہ کیجئے۔
- ہر سبق کے اختتام پر خلاصہ (کلیدی نکات) دیے گیے ہیں، یہ بھی سبق کو بہتر انداز میں سمجھنے میں آپ کی مدد کریں گے۔
- ہر سبق کے آخر میں 'نمونہ امتحانی سوالات' دیے گیے ہیں جن میں نہایت مختصر، مختصر، طویل جوابی سوالات اور کثیر جوابی سوالات شامل ہیں۔
- اسباق کی تفہیم کرانے کے لیے ہر تعلیمی مرکز پر آپ کے لیے رابطہ کے کلاسس رکھے گئے ہیں۔ مناسب حاضری کو یقینی بنائیں اور مضمون کے اساتذہ سے گفت و شنید کر کے اپنے شکوک وشبہات کو رفع کیجئے۔
- پبلک امتحانات میں سوالات جوں کا توں نہیں دیے جائیں گے۔ اس لیے سوالات کے جواب اپنے طور پر لکھیے۔ اس سے آپ کو جوابات لکھنا آسان ہوگا۔

اساتذہ کے لیے ہدایات

- سماجی علم کی درسی کتاب کا اچھی طرح مطالعہ کر کے اپنے فہم و ادراک کو فروغ دیں۔
- کتاب کے ابتداء میں 'پیش لفظ'، 'متعلمین کے لیے ہدایات' اور 'آموزشی ماحاصل' دیے گیے ہیں۔
- 'پیش لفظ' کے مطالعے سے ہمیں درسی کتاب کے مقصد کے بارے میں بنیادی آگہی حاصل ہوگی۔
- 'متعلمین کے لیے ہدایات' کا مطالعہ کیجئے۔ اس سے ہمیں معلوم ہوگا کہ ہمیں متعلمین سے کیا کرنے کے لیے کہنا ہے۔
- 'آموزشی ماحاصل' کے مطالعے سے ہمیں درسی کتاب کے مقاصد سے آگہی حاصل ہوگی۔
- 'آموزشی ماحاصل' ہر سبق کے ابتداء میں دیے گئے ہیں، اگر ہم ان کا فہم حاصل کر لیں تو ہمیں سبق کے مقصد سے آگہی ہوگی۔
- سبق میں 'اپنی ترقی کی جانچ کیجئے' کے تحت سوالات دیے گیے ہیں تا کہ متعلمین ان کی مشق کریں اور اپنی جانچ کریں۔
- اور ہر سبق کے آخر میں ''نمونہ امتحانی سوالات' دیے گیے ہیں۔ ان کے جواب اپنے طور پر لکھنے کے لیے متعلمین کی حوصلہ افزائی کریں۔
- تعلیمی مرکز کے لیے مختص ایام کار کی بنیاد پر سبق کو حصوں میں تقسیم کریں۔
- طلباء سے کہیں کہ وہ ہر سبق کے سوالوں کے جواب تحریر کر کے لایا کریں اور آپ کو چاہیے کہ ان کی جانچ کریں اور طلباء کو درکار تجاویز اور ہدایات دیں۔
- راست تدریسی کلاسوں کے ساتھ ساتھ آن لائن کلاسس بھی فراہم کیے جا رہے ہیں۔ لہذا متعلمین کی حوصلہ افزائی کریں کہ وہ آن لائن کلاسس سے بھی مستفید ہوں۔
- اپنے تعلیمی مرکز میں عصری و سماجی مسائل پر مباحثے، تقریری مقابلے، کوئز کے مقابلے وغیرہ منعقد کریں۔ متعلمین کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے تمثیلی پارلیمنٹ اور تمثیلی رائے دہی کا اہتمام کریں۔

فہرست

شمار	سبق کا نام	صفحہ نمبر
1	تلنگانہ میں گاؤں	1-9
2	ہندوستان کا جغرافیائی محل وقوع	10-18
3	ہندوستان کی آب وہوا اور دریائیں	19-28
4	قدرتی وسائل	29-36
5	برّ اعظم اور بحرِ اعظم	37-49
6	آبادی	50-65
7	ہندوستانی معیشت کے شعبے	66-78
8	معاشی اصلاحات - عالمیانہ	79-86
9	عوامی آمدنی، عوامی اخراجات اور بجٹ	87-99
10	قدیم ہندوستان کی تاریخ	100-114
11	عہدِ وسطیٰ کے ہندوستان کی تاریخ	115-131
12	جدید ہندوستان	132-143
13	تلنگانہ کی تاریخ	144-159
14	ریاست تلنگانہ۔تحریک وتشکیل	160-170
15	ریاست تلنگانہ کی تشکیل سماجی اور معاشی ترقی	171-189
16	ہندوستان کا آئین۔دیباچہ	190-200
17	بنیادی حقوق۔فرائض	201-210
18	مرکزی، ریاستی، مقامی حکومتیں	211-225
19	ہندوستان میں جمہوریات۔چیلنجس	226-238
20	عصر حاضر کے امور ہندوستان میں متعلقہ قوانین	239-248
21	سماجی اور معاشی ترقی۔محروم طبقات کی بااختیاری	249-257
22	بین الاقوامی تنظیمیں	249-264

آموزشی ماحاصل

- متعلم ہندوستان کی طبعی خصوصیات کی درجہ بندی کرے گا اور کوہ ہمالیہ کے بارے میں وضاحت کرے گا۔
- ہندوستان کے نقشے میں پہاڑوں، سطوح مرتفع اور میدانوں کی نشاندہی کرے گا۔
- ہندوستان کے موسموں کی درجہ بندی کرے گا اور ہندوستان کے نقشے میں دریاؤں کی نشاندہی کر کے ان کی وضاحت کرے گا۔
- دنیا کے نقشے میں براعظموں اور بحر اعظموں کی نشاندہی کرے گا اور براعظموں کی تشکیل کے بارے میں وضاحت کرے گا۔
- ہندوستان کے قدرتی وسائل کے بارے میں بیان کرے گا اور قدرتی وسائل کے انحطاط کے اسباب تحریر کرے گا۔
- آبادی میں اضافے کے اسباب تحریر کرے گا اور آبادی میں اضافہ پر قابو پانے کے لیے تجاویز پیش کرے گا۔
- ہندوستانی معیشت کی درجہ بندی کرے گا اور زراعت، صنعت اور خدمات کے شعبوں کے بارے میں وضاحت کرے گا۔
- عوامی آمدنی، عوامی اخراجات اور بجٹ کے تصورات کی وضاحت کرے گا اور بجٹ کا تجزیہ کرے گا۔
- ہندوستان میں معاشی اصلاحات کی وضاحت کرے گا۔ ہندوستان پر عالمیانے کے اثرات کا تجزیہ کرے گا۔
- وادئ سندھ کی تہذیب کی اہمیت بیان کرے گا اور اشوک کی عظمت کی ستائش کرے گا۔
- ہندوستان کی تاریخ میں عہد وسطیٰ کے دوران ہونے والی تبدیلیوں کو بیان کرے گا۔
- جدید ہندوستانی تاریخ میں 1857ء کی بغاوت اور تحریک آزادی کے اہم واقعات کو بیان کرے گا۔
- عظیم مجاہدین آزادی کی زندگیوں سے ترغیب حاصل کر کے ان کی عظیم خصوصیات کو اپنی زندگی میں شامل کرے گا۔
- تحریک تلنگانہ کے احتجاج کی مختلف شکلوں کی وضاحت کرے گا۔ شریفانہ معاہدے اور ملکی قوانین کی خلاف ورزیوں کی وضاحت کرے گا۔
- تلنگانہ کی سماجی ومعاشی ترقی کی وضاحت کرے گا۔
- دستور ہند کے دیباچے کی اہمیت کی وضاحت کرے گا۔
- بنیادی حقوق اور فرائض کو بیان کرے گا۔
- جمہوریت کو درپیش اہم مسائل جیسے غربت، ناخواندگی، خواتین کے خلاف امتیاز وغیرہ پر تبصرہ کرے گا۔
- کچلے ہوئے طبقات کی ترقی کے لیے اقدامات تجویز کرے گا۔
- مجلس اقوام متحدہ کے مختلف شعبوں کی وضاحت کرے گا۔

تلنگانہ میں گاؤں
Village in Telangana

1

1.0۔ آموزشی محاصل

☆ جانم پیٹ گاؤں کے محل وقوع اور آبادی کی خصوصیات کی وضاحت کریں گے۔
☆ گاؤں کے پیشوں کی وضاحت کریں گے۔
☆ پیداوار کے عوامل کی درجہ بندی کریں گے۔
☆ جانم پیٹ کی مٹی کی درجہ بندی کریں اور وہاں کی فصلوں کے بارے میں بیان کریں گے۔
☆ زرعی اور غیر زرعی کاموں کی مثالیں دیں گے۔
☆ ذات کے پیشوں کے احیاء کے بارے میں ایک ورقیہ تیار کریں گے۔
☆ موجودہ زمانے میں زرعی سرگرمیوں میں اضافے کی وجوہات بیان کریں گے۔
☆ گرام پنچایت کے انتخاب کے طریقہ کار، انتظام اور معاشی وسائل کی وضاحت کریں گے۔

1.1۔ تمہید

ہندوستان کی ترقی کا انحصار گاؤں اور دیہاتوں کی ترقی پر ہوتا ہے۔ اگر گاؤں ترقی کرتے ہیں تو خود بخود سارے ملک کی ترقی ہوتی ہے۔ ریاست تلنگانہ میں گاووں کی تعداد زیادہ ہے۔ گاؤں کے لوگوں کا اہم پیشہ زراعت ہوتا ہے۔ زرعی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ لوگ غیر زرعی سرگرمیوں میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ مختلف ذاتوں اور مذہبوں کے لوگ گاؤں میں رہتے ہیں۔ بعض لوگ اپنی ذات کے پیشے پر انحصار کرتے ہیں۔ عام طور پر مختلف ذاتوں اور مذہبوں کے لوگ گاؤں میں بلا امتیاز کے مل جل کر رہتے ہیں۔ اس باب میں ہم بحث کریں گے کہ گاؤں کیسے ہوتے ہیں؟ وہ کیسے وجود میں آتے ہیں؟ یہاں کے لوگ کس پر انحصار کرتے ہیں؟ کس قسم کے فصلوں کی کاشت کی جاتی ہے؟ کس طرح آبپاشی کی سہولتیں وہاں موجود ہیں؟ وہاں کے لوگوں کا طرز زندگی کیسا ہے؟ گرام پنچایت کس قسم کے فرائض انجام دیتی ہے؟ ان تمام باتوں کو سمجھنے کے لیے آیئے جانم پیٹ گاؤں کے بارے میں جانتے ہیں جو ریاست تلنگانہ کے ضلع محبوب نگر کے منڈل موسیٰ پیٹ میں واقع ہے۔ اس سبق کے مصنف نے گاؤں کا دورہ کیا اور اپنے مشاہدات قلمبند کئے ہیں۔

1.2۔ جانم پیٹ کا محل وقوع

جانم پیٹ گاؤں ریاست تلنگانہ میں ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے یہ سطح مرتفع تلنگانہ میں واقع ہے۔ سطح مرتفع میں عام طور پر چھوٹے پہاڑ، پہاڑی سلسلے اور میدانی علاقے بھی پائے جاتے ہیں۔ گاؤں سے ملحق کچھ پہاڑ ہیں۔ جانم پیٹ گاؤں کی سرحدیں:

مشرق میں پولکم پلی، تماپور، کنا کاپور، مغرب میں تھنگی پور، شمال میں گاجولا پیٹا، تاٹی کونڈا اور جنوب میں سنکالا مدّی، کامی جی پور گاؤں ہیں۔قومی شاہراہ 44 اس گاؤں سے گزرتی ہے۔ یہ ہندوستان کی طویل ترین شاہراہ ہے جو سری نگر (جموں و کشمیر) اور کنیا کماری (ٹاملناڈو) کو جوڑتی ہے۔

1.3۔ گاؤں کی آبادی کی خصوصیات

2011ء کی مردم شماری کے مطابق گاؤں کی آبادی 3,633 افراد پر مشتمل ہے جن میں 1800 عورتیں ہیں اور 1833 مرد ہیں۔اس گاؤں میں درج فہرست قبائل (Scheduled Tribes) کی آبادی صرف 13 افراد کی ہے جبکہ درج فہرست اقوام (Scheduled Castes) سے تعلق رکھنے والوں کی تعداد 556 ہے۔باقی 3,064 لوگوں میں پسماندہ طبقات (Backward Class) اور اقلیتی طبقات کے لوگ رہتے ہیں۔

سوچیے

گاؤں میں تمام طبقوں کے لوگوں کے مل جل کر رہنے کے کیا فائدے ہیں؟

عام طور پر گاؤں میں سارے طبقات کے لوگ مل جل کر رہتے ہیں۔ بعض گاووں میں درج فہرست قبائل (ST) کے لوگ زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں۔اسی طرح بعض گاووں میں درج فہرست اقوام (SC) اور اقلیتی طبقے کے لوگ جیسے مسلمان اور عیسائی ہو سکتے ہیں۔

1.4۔ اہم پیشے

گاؤں میں تمام ذاتوں اور مذاہب کے لوگ آباد ہوتے ہیں۔وہ مختلف پیشوں کو اپناتے ہیں۔بعض پیشے موروثی ہوتے ہیں یا فنی مہارتوں کے ذریعے اپنائے گئے پیشے ہوتے ہیں۔

1.4.1۔ زراعت

گاؤں کے اکثر لوگ زراعت پر انحصار کرتے ہیں۔ 90% لوگ زراعت اور اس سے متعلقہ کاموں پر منحصر ہیں۔بعض لوگ جانور چرانے اور دودھ کی پیداوار پر منحصر ہیں۔یہاں چاول، جوار، مونگ پھلی، کپاس اور سرسوں کی کاشت کی جاتی ہے۔تھوڑے سے حصے پر راگی کی کاشت بھی کی جاتی ہے۔گاؤں کے کسان اکثر فصلوں کی کاشت خریف کے موسم میں کرتے ہیں۔اسے بارش کی فصلوں کا موسم بھی کہا جاتا ہے۔بعض فصلوں کی کاشت ربیع کے موسم میں کی جاتی ہے۔اس موسم کو تلنگانہ میں 'یاسنگی' (Yasangi) کہتے ہیں۔ زائد فصل کے موسم (گرما کے موسم) میں کوئی کاشت نہیں کی جاتی۔البتہ بعض گاووں میں جہاں آبپاشی کی سہولت ہوتی ہے مونگ پھلی اور دھان کی کاشت کی جاتی ہے۔

1.4.2 ذات کے پیشے (Caste Occupations)

گاؤں میں تمام قسم کے ذات کے پیشے پائے جاتے ہیں۔لیکن بعض حالات کے زیر اثر صرف چند لوگ ہی اپنے ذات کے پیشوں کو اپنائے ہوئے ہیں۔خصوصاً نائی (حجام)، قصائی، چرواہے، کرما (   )، ویشا (تاجر)، کمہار وغیرہ اپنے پیشوں سے منسلک ہیں۔

میں نے ایک شخص سے ملاقات کی جو کمہار ذات سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا نام 'یادیّا' تھا۔ گاؤں میں کئی کمہار تھے مگر صرف 'یادیّا' کا خاندان ہی اپنے پیشے سے منسلک تھا۔ 'یادیّا' نے اپنے پیشے کے بارے میں بتایا۔

'یادیّا' اور اسکی بیوی گھڑے بنانے کے لیے گاؤں کے تالاب سے مٹی لے کر آتے ہیں۔ اور بارش کے موسم کے اختتام پر گھڑے بنانے کا کام شروع کرتے ہیں۔ 'یادیّا' نے بتایا کہ وہ 20 نومبر کے بعد کام شروع کرتے ہیں۔ 'یادیّا' اور اسکی بیوی صبح 6 بجے سے شام 6 بجے تک گھڑے بناتے ہیں۔ وہ روزانہ 20 تا 25 گھڑے تیار کرتے ہیں۔ اسکے بعد وہ انہیں گھر میں بنے ایک شیڈ میں آٹھ دنوں کے لیے رکھ دیتے ہیں۔ اگر گھڑوں کو کھلی ہوا میں رکھ چھوڑا جائے تو وہ خراب ہوجاتے ہیں اور استعمال کے قابل نہیں رہتے۔ گھڑوں کے سوکھنے کے بعد وہ انہیں بھٹی میں پکاتے ہیں۔

'یادیّا' اور اسکی بیوی سال بھر میں پانچ مہینے گھڑے بنانے کا کام کرتے ہیں۔ اگر وہ سال بھر سخت محنت کرتے ہیں تو لگ بھگ ایک لاکھ روپیے کما لیتے ہیں۔ لیکن کورونا لاک ڈاؤن کی وجہ سے گذشتہ سال ان کے گھڑے فروخت نہیں ہوئے اور ابھی ان کے گھر میں موجود ہیں۔ 'یادیّا' نے بتایا کہ نہ صرف ان کے گاؤں کے لوگ بلکہ پڑوسی گاؤں کے لوگ اور جیڈ چرلا، نگر کرنول اور محبوب نگر شہروں سے تاجر بھی یہاں آکر گھڑے خرید کر لے جاتے ہیں۔

ہر سال میں چھ مہینے وہ لوگ اپنے ذاتی پیشے میں مصروف رہتے ہیں اور باقی چھ ماہ انہیں زرعی مزدور کی حیثیت سے کام کرنا پڑتا ہے۔

1.4.3۔ دیگر پیشے

گاؤں کے بعض لوگ چند دیگر پیشوں میں مشغول ہیں۔ ٹکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے کئی نئے کام وجود میں آ گئے ہیں۔ اب ان لوگوں نے می سیوا، موبائل فون کی فروخت و درستگی، آٹو چلانے، دودھ کے مرکز چلانے، موٹر سائیکل کے میکانک اور ویلڈنگ وغیرہ کے کام کرنے لگے ہیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1۔ زراعت کے کتنے موسم ہیں اور وہ کونسے ہیں؟

2۔ جانم پیٹ گاؤں میں کون سے اہم پیشے ہیں؟

1.5۔ پیداوار کے عوامل

پیداوار کا اہم ترین مقصد لوگوں کو درکار اشیاء فراہم کرنا ہوتا ہے۔ عوامل پیداوار سے مراد وہ ماداخل (Inputs) ہیں جو اشیاء اور خدمات کی تیاری کے لیے درکار ہوتے ہیں۔

عوامل پیداوار کو ہم چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ 1۔ زمین، 2۔ مزدور 3۔ سرمایہ 4۔ منتظم

1۔زمین: زمین زراعت کے لیے اور دیگر سرگرمیوں کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے۔ جانم پیٹ کی اکثر زمین زراعت کے لیے استعمال ہوتی ہے۔اسی طرح چاول کی مل، پارک، اسکول، دواخانہ وغیرہ کے لیے بھی زمین استعمال کی جاتی ہے۔زمین کے استعمال کے بدلے زمین کے مالک کوکرایہ ادا کرنا پڑتا ہے۔یعنی کرایہ زمین کے استعمال کا معاوضہ ہے۔

2۔مزدور: زمین کے بعد مزدور پیداوار ایک اہم ترین عامل ہے۔ زراعت کے لیے بہت زیادہ جسمانی محنت کی ضرورت پڑتی ہے۔جن لوگوں کے پاس زمین نہیں ہوتی وہ زرعی مزدوروں کی طرح کام کرتے ہیں۔اسی طرح کارخانوں میں اشیاء کی پیداوار کے لیے بھی مزدور کام کرتے ہیں۔کارخانوں کے مالکین یا زمیندار مزدوروں کی خدمات استعمال کرتے ہیں۔اورانہیں تنخواہ یا اجرت دیتے ہیں۔یعنی مزدورکو ملنے والا معاوضہ اجرت ہے۔

3۔سرمایہ: خام مال کے حصول، زمین، عمارتیں، مشینیں حاصل کرنے،مزدوروں کواجرت دینے کے لیے سرمایہ (رقم) کی ضرورت ہوتی ہے۔اس سرمایہ کو وہ بنکوں یا دیگر لوگوں سے اپنی بچت میں سے حاصل کرتے ہیں۔اگر وہ بنکوں یا دیگر لوگوں سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں تو انہیں اس پر سود ادا کرنا پڑتا ہے۔لہٰذا سود، سرمایہ پر ادا کیا جانے والا معاوضہ ہے۔

4۔منتظم: مالک یا منتظم زمین،مزدوراورسرمایہ کو پیداوار کے لیے استعمال کرتا ہے۔اشیاء کی پیداوار کے لئے کچھ رقم خرچ کرنی پڑتی ہے۔اسی طرح پیداوار کے بعد اشیاء کو بازار میں فروخت کیا جاتا ہے۔اشیاء کی فروخت کے بعد وہ کچھ رقم حاصل کرتے ہیں۔جس میں منتظم کا منافع شامل ہوتا ہے۔جب آمدنی پیداوار کی لاگت سے زیادہ ہوتی ہے تو منتظم منافع حاصل کرتا ہے اور جب پیداوار کی لاگت آمدنی سے زیادہ ہو تو منتظم کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔اس طرح منافع یا نقصان، مالک یا منتظم یا ناظم کا معاوضہ ہوتا ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1۔ عوامل پیداوار کی درجہ بندی کیجئے۔

2۔ منتظموں کونقصان کیوں ہوتا ہے؟

1.6۔ زمین/مٹی (Land/Soil)

زراعت کے لیے مٹی ایک اہم رول ادا کرتی ہے۔کسی علاقے کی مٹی کی قسم وہاں کی زمین کی نوعیت پر منحصر ہوتی ہے۔ جانم پیٹ میں تمام اقسام کی مٹی نہیں پائی جاتی ہے۔مختلف علاقوں میں مختلف قسم کی مٹی ہوتی ہے۔

1.6.1۔ مٹی کے اقسام

مٹی کو حسب ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔سیلابی مٹی　2۔لال مٹی　3۔کالی مٹی (ریگڑ کی مٹی)　4۔اینٹ بنانے والی لال مٹی

5۔ریتیلی مٹی (خشک مٹی)　6۔کوہستانی مٹی　7۔دلدلی مٹی

جانم پیٹ کے تالاب کے تحت ریتیلی اور نرم مٹی پائی جاتی ہے۔ان زمینوں میں اکثر دھان کی کاشت کی جاتی ہے۔گاؤں میں لال مٹی بھی موجود ہے اور یہ کم زرخیز ہوتی ہے۔ان میں جوار، کپاس اگائے جاتے ہیں۔ریتیلی مٹی بھی گاؤں میں پھیلی نظر آتی ہے۔بعض گاووں میں کالی مٹی پائی جاتی ہے۔یہ مٹی کثیر مقدار میں رطوبت کو برقرار رکھتی ہے۔یہاں کپاس، گیہوں، جوار وغیرہ اگائے جاتے ہیں۔

1.6.2۔ زمین کی تقسیم

گاؤں میں اکثر حاشیائی کسان اور چھوٹے کسان پائے جاتے ہیں۔چند نیم اوسط درجے کے کسان ہیں لیکن گاؤں میں کوئی بھی بڑا کسان نہیں پایا جاتا ہے۔گاؤں میں سرکاری زمینات نہیں ہیں۔البتہ گاؤں کے شمالی جانب پہاڑوں کی شکل میں سرکاری زمینات ہیں جو محکمہ جنگلات کے کنٹرول میں ہیں۔

جدول۔1.1: کسانوں کی زمرہ بندی

سلسلہ نشان	کسان	زمین کا رقبہ (ایکڑ میں)
1	حاشیائی کسان	2.47
2	چھوٹے کسان	2.48 - 4.94
3	نیم اوسط درجے کے کسان	4.95 - 9.88
4	اوسط درجے کے کسان	9.89 - 24.77
5	بڑے کسان	24.78 ایکڑ یا زیادہ

ذریعہ: زمینی قطعات کی اعداد شمار کی رپورٹ، تلنگانہ، 2015-16، DES، حیدرآباد

1.6.3۔ زمین کا استعمال

عام طور پر زمین زراعت کے لیے استعمال ہوتی ہے۔لیکن کم ترفی کس آمدنی، کم تر قوت خرید، قصبوں میں اضافہ، حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے زرعی زمینات کو غیر زرعی سرگرمیوں کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔مثال کے طور پر جانم پیٹ گاؤں میں زرعی زمینات کو پلاٹس میں تبدیل کر کے فروخت کیا جارہا ہے۔جس کے علاوہ صنعتی غیر مرکوزیت کے حصہ کے طور پر گاؤں میں بڑی اور چھوٹی صنعتوں کے قیام کی اجازت دی جارہی ہے۔مثال کے طور پر ضلع محبوب نگر کے پولے پلی گاؤں میں خصوصی معاشی زون قائم کیا گیا ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے

1۔مٹی کے اقسام کون کونسے ہیں؟

2۔زرعی زمین کو کیوں دیگر مقاصد کے لیے استعمال کیا جارہا ہے؟

1.7۔ بارش اورآبی ذرائع

جانم پیٹ میں بارش کے موسم (جون۔اکٹوبر) کے دوران بارش غیریقینی اورکم ہوتی ہے۔ ہرایک سال کے دوران بارش کی مقدار میں کافی فرق ہوتاہے۔اس لیے بارش کااندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔گذشتہ برسوں کے دوران قحط کے حالات کی وجہ سےفصلیں سوکھ گئیں۔ کم بارش کی وجہہ سے تالاب پُرنہیں ہوسکے۔لیکن 2020ء میں کافی بارش ہونے کی وجہ سے جانم پیٹ کے تمام تالاب بھر گئے اورزیر زمین پانی کی سطح میں بھی اضافہ ہوا۔

گاؤں میں دوقسم کےآبی ذرائع موجود ہیں۔1۔ٹیوب ویل 2۔تالاب۔ جب بارش اچھی ہوتی ہےاورزیرزمین پانی کی سطح میں اضافہ ہوتاہےتوٹیوب ویلوں اورتالابوں سےآبپاشی کرنے کےامکانات بڑھ جاتے ہیں۔گاؤں میں بڑاتالاب،ناگی ریڈی پلی کا تالاب،گنگارم تالاب اورنیریڈوتالاب پائے جاتے ہیں۔ یہ تالاب کم بارش کی وجہہ سے اکثر پُرنہیں ہوتے۔

جدول۔1.2:خریف اورربیع کے موسم میں فصلوں کی تفصیل(1919-1920)

موسم	دھان	کپاس	سرسوں	راگی	جوار	مسوردال	کوررالو
خریف	171	54	74	1	120	50	3
ربیع	300	-	-	-	-	-	-

تمام قسم کی فصلیں خریف کے موسم میں اگائی جارہی ہیں۔دھان کی کاشت اکثر ربیع کے موسم میں کی جاتی ہے۔لیکن بعض گاؤں میں فصلوں کی کاشت خریف،ربیع اورزائدموسم میں کی جاتی ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1۔ خریف کےموسم میں اکثرفصلوں کی کاشت کیوں کی جاتی ہے؟

2۔ ریاست کےفصلوں کےاہم موسم کونسے ہیں؟

1.8 گاؤں کی معاشی سرگرمیاں

گاؤں کےلوگ زراعت کے ساتھ ساتھ غیرزرعی کاموں میں بھی مشغول ہوتے ہیں۔

1.8.1۔ زرعی سرگرمیاں

گاؤں میں تالابوں اورٹیوب ویلوں کے ذریعے آبپاشی کرکے زیادہ تر دھان کی کاشت کی جاتی ہے۔کسان اپنی فصلوں کوامداد باہمی سوسائٹیوں کے ذریعے مقررہ قیمتوں پرفروخت کرتے ہیں۔بعض گاؤں میں خواتین کے سیلف ہیلپ گروپ فصلوں کوخریدتے ہیں۔اس کے لیے فوڈ کارپوریشن آف انڈیا کچھ کمیشن ادا کرتا ہے۔ باقی فصلوں کو مارکٹ کوروانہ کیا جاتا ہے۔

1.8.2۔ غیر زرعی سرگرمیاں

> **سوچیے**
>
> آپکے علاقے کی بڑی معاشی سرگرمی کیا ہے؟ کیوں؟

جانم پیٹ کی اہم پیداواری سرگرمی زراعت ہے۔ اس کے علاوہ گاؤں میں غیر زرعی کام بھی انجام دیے جاتے ہیں۔کئی خاندان ڈیری کے لیے دودھ کی پیداوار کا کام کرتے ہیں۔ جوار اور دھان بارش کے موسم میں اگائے جاتے ہیں۔گھاس کو بھینسوں کے چارے کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔گاؤں میں ایک دودھ کا مرکز ہے۔ پڑوسی گاؤں کے لوگ بھی اس مرکز میں دودھ لاکر فروخت کرتے ہیں۔

گاؤں میں دھان کی پیداوار کثرت سے کی جاتی ہے۔ یہاں ایک چاول کی مل بھی ہے جس میں چند لوگ کام کرتے ہیں۔ گاؤں کے قریب واقع بیجوں کی ایک کمپنی میں سینکڑوں لوگ کام کرتے ہیں۔اس کے علاوہ گاؤں کے لوگ پولٹری فارم، بھیڑ پالنے، آٹو ڈرائیور اور مستری کے کام بھی کرتے ہیں۔لوگ گاؤں کے وسائل کو استعمال کرتے ہوئے روزگار حاصل کر رہے ہیں۔

1.9۔ طرز زندگی، روایات

گاؤں میں تمام ذاتوں اور مذاہب کے لوگ مل جل کر رہتے ہیں۔ گاؤوں میں ہندو اور مسلم ہیں۔ ہندو اگادی، سنکرانتی (پونگل)، بتکماں، دیپاولی کے تہوار مناتے ہیں۔ وہ لوگ مقامی طور پر پوچماں، میسماں، ویرنا گماں کی پوجا بھی کرتے ہیں۔مسلمان رمضان اور بقر عید کو جوش وخروش سے مناتے ہیں۔محرم کو سارے مذاہب کے لوگ مناتے ہیں۔تلنگانہ کے دوسرے علاقوں کی طرح اس گاؤں کے لوگ بھی بونال تہوار کو بڑی عقیدت سے مناتے ہیں۔

1.10۔ مقامی حکومتِ خود اختیاری۔گرام پنچایت

خودمختار مقامی حکومتیں جمہوری غیر مرکوزیت کی مثالیں ہیں۔ ریاستی پالیسی کے رہنمایانہ اصولوں میں خودمختار مقامی حکومتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ریاست تلنگانہ میں سہ درجاتی پنچایت راج کا نظام ہے۔اس نظام میں پہلے درجے پر گرام پنچایت، دوسرے درجے پر منڈل پریشد اور تیسرے درجے پر ضلع پریشد ہوتا ہے۔

1.10.1۔ گرام پنچایت کے انتخاب کا طریقہ کار

گاؤں میں موجود تمام ووٹرس گرام پنچایت کے ارکان کا انتخاب کرتے ہیں۔گاؤں کو وارڈوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ گاؤں کے لیے ارکان کو منتخب کیا جا سکے۔ جانم پیٹ گاؤں کو 12 وارڈوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس انتخاب میں خواتین، درج فہرست اقوام، درج فہرست قبائل کے لیے ان کی آبادی کے اعتبار سے نشستیں محفوظ کی جاتی ہے۔چونکہ جانم پیٹ میں درج فہرست قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ بہت ہی کم ہیں اس لیے ان کے لیے علاحدہ وارڈ محفوظ نہیں کئے گئے۔

گاؤں کے سرپنچ کا انتخاب راست طور پر تمام بالغ ووٹرس کرتے ہیں جن کی عمر 18 سال مکمل ہو چکی ہو۔گاؤں کے وارڈ ممبر کا انتخاب راست طور پر ووٹرس کرتے ہیں اور منتخب ارکان میں سے ایک کو بالواسطہ طور پر نائب سرپنچ (اُپا سرپنچ) کے طور پر پانچ سال کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔

1.10.2۔ انتظام عامہ

گاؤں کے تمام اجلاسات کی صدارت سرپنچ کرتا ہے۔سرپنچ کے غیر موجودگی میں اُپا سرپنچ اجلاسات کی صدارت کرتا ہے۔گاؤں کے تمام ووٹرس گرام سبھا کے ممبرس ہوتے ہیں۔گرام سبھا کا اجلاس سال میں دو مرتبہ ہونا چاہیے۔اس سبھا کے اجلاس میں گاؤں کی ترقی کے فیصلے لیے جاتے ہیں۔گرام سبھا کے اجلاس کی صدارت سرپنچ کرتا ہے۔

گرام پنچایت کا عاملانہ عہدیدار پنچایت سکریٹری ہوتا ہے۔وہ گاؤں کے بجٹ کو تیار کرتا ہے اور گرام پنچایت کے اجلاسات میں شرکت کرتا ہے۔

1.10.3۔ مالی ذرائع۔فرائض

پنچایت مختلف ذرائع سے آمدنی حاصل کرتی ہے جیسے وہ گاؤں والوں اور جائدادوں پر ٹیکس وصول کرتی ہے۔اسے مرکزی اور ریاستی حکومتوں سے گرانٹ ملتے ہیں۔اور ہفتہ واری بازاروں (سنتوں) کا ہراج کرکے بھی آمدنی حاصل کرتی ہے۔

پنچایتوں کے فرائض میں ہے کہ وہ سڑکوں کی تعمیر کرے، ان کی مرمت کروائے، اسٹریٹ لائٹس کا نظم کرے، پانی کی سربراہی، صفائی، وباؤں کی روک تھام کے اقدامات کرے۔ہم اس کے بارے میں باب ''مرکزی، ریاستی اور مقامی حکومتیں'' میں تفصیل سے پڑھیں گے۔

1.11۔ خلاصہ (کلیدی نکات)

- ☆ جانم پیٹ گاؤں کے اکثر لوگ زراعت پر انحصار کرتے ہیں۔
- ☆ زراعت کے ساتھ ساتھ ذات کے پیشے اور دیگر پیشے بھی گاؤں کے لوگ اپنائے ہوئے ہیں۔
- ☆ پیداواری عمل میں عوامل پیداوار نہایت اہم ہوتے ہیں۔
- ☆ زمین ایک اہم ترین پیداواری عامل ہے۔یہ نہ صرف زراعت کے لیے استعمال ہوتی ہے بلکہ دیگر مقاصد کے لیے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔
- ☆ تلنگانہ میں کم بارش ہوتی ہے۔اس لیے آبپاشی کے لیے ٹیوب ویلوں اور تالابوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔نہروں سے آبپاشی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

☆ گاؤوں میں مختلف ذاتوں، مذاہب کے لوگ مل جل کر رواداری سے رہتے ہیں۔

1.12۔ نمونہ امتحانی سوالات

I۔ ذیل کے سوالوں کے جواب ایک تا دو جملوں میں لکھیے۔

1۔ گرام پنچایت کی جانب سے کیے جانے والے کوئی دو کاموں کی مثالیں دیجئے۔

2۔ آبی ذرائع کی درجہ بندی کیجئے۔

II۔ ذیل کے سوالوں کے جواب چار تا پانچ جملوں میں لکھیے۔

1۔ جانم پیٹ گاؤں کے فصلوں کے موسم اور متعلقہ فصلوں کے بارے میں لکھئے۔

2۔ مٹی کے اقسام کی درجہ بندی کیجئے اور ان میں اگنے والی فصلوں کو بیان کیجئے۔

3۔ گاؤں میں انجام دیۓ جانے والے غیر زرعی کاموں کے بارے میں لکھیے۔

4۔ گاؤں والوں کی طرز زندگی کو بیان کیجئے۔

5۔ گرام پنچایت کے انتخاب کے طریقہ کار کو سمجھائیے۔

6۔ زرعی زمینات یا قطعہ اراضی کے ملکیت کی بنیاد پر کسانوں کی درجہ بندی کیجئے۔

III۔ ذیل کے سوالوں کے جواب آٹھ تا دس جملوں میں لکھیے۔

1۔ گاؤں میں موجود ذات کے پیشوں کو بیان کیجئے اور ان میں سے کسی دو کے بارے میں لکھئے۔

2۔ عوامل پیداوار کی درجہ بندی کیجئے اور ان کے بارے میں وضاحت کیجئے۔

IV۔ کثیر جوابی سوالات

1۔ کالی مٹی اس فصل کے لیے نہایت موزوں ہوتی ہے۔ (   )

A) دھان B) گنا C) کپاس D) مونگ پھلی

2۔ سال میں کتنی مرتبہ گرام سبھا کا اجلاس ہونا چاہیے۔ (   )

A) ایک B) دو C) تین D) چار

3۔ یہ عوامل پیداوار نہیں ہے۔ (   )

A) سرمایہ B) منتظم C) زمین D) اجرا

1.13۔ حوالہ کی کتب

☆ NCERT کی درسی کتب ☆ محکمہ منصوبہ بندی کی رپورٹ

ہندوستان کا جغرافیائی محل وقوع
Geographical location in India
2

2.0۔ آموزشی ماحاصل

طول بلدوں اور عرض بلدوں کے اعتبار سے ہندوستان اور تلنگانہ کے محل وقوع کی نشاندہی کریں گے۔
نقشے میں ہندوستان کے پڑوسی ممالک اور تلنگانہ کے پڑوسی ریاستوں کی نشاندہی کریں گے۔
ہندوستان کی جغرافیائی خصوصیات کی درجہ بندی کریں گے۔
ہندوستان کی جغرافیائی خصوصیات کی وضاحت کریں گے۔

2.1۔ تمہید

وہ مقام جس سے ہم متعلق ہیں کیا ہماری زندگی پر کوئی اثر ڈالتا ہے؟

جس مقام پر ہم زندگی بسر کرتے ہیں وہ ہماری طرز زندگی اور برتاؤ پر اثر انداز ہوتا ہے۔اس لیے یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اپنے مقام کے بارے میں جانیں اور یہ کہ وہ کہاں پر واقع ہے؟ کسی مقام کے محل وقوع کو جاننے کے ذریعے ہم اس مقام کی آب وہوا ، بارش، دریاؤں، دوسرے مقامات سے اس کے تعلقات وغیرہ کے بارے میں بھی جان سکتے ہیں۔جیسے کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کا مقام (گاؤں یا شہر) تلنگانہ میں واقع ہے۔تلنگانہ ہندوستان کی ریاستوں میں سے ایک ریاست ہے۔اس باب میں ہم ہندوستان اور تلنگانہ کے محل وقوع اور جغرافیائی خصوصیات کے بارے میں سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

2.2۔ محل وقوع

2.2.1۔ ہندوستان کا محل وقوع

ہندوستان کی سرزمین 8 ڈگری 4 منٹ شمالی عرض بلد سے 37 ڈگری 6 منٹ شمالی عرض بلد اور 68 ڈگری 7 منٹ مشرقی طول بلد سے 97 ڈگری 25 منٹ مشرقی طول بلد کے درمیان پھیلی ہوئی ہے۔اس طرح شمال سے جنوب تک اس کا فاصلہ 3214 کلومیٹر اور مشرق سے مغرب تک اس کا فاصلہ 2933 کلومیٹر ہے۔ ہندوستان کا رقبہ دنیا کے رقبے کا 2.42% ہے۔

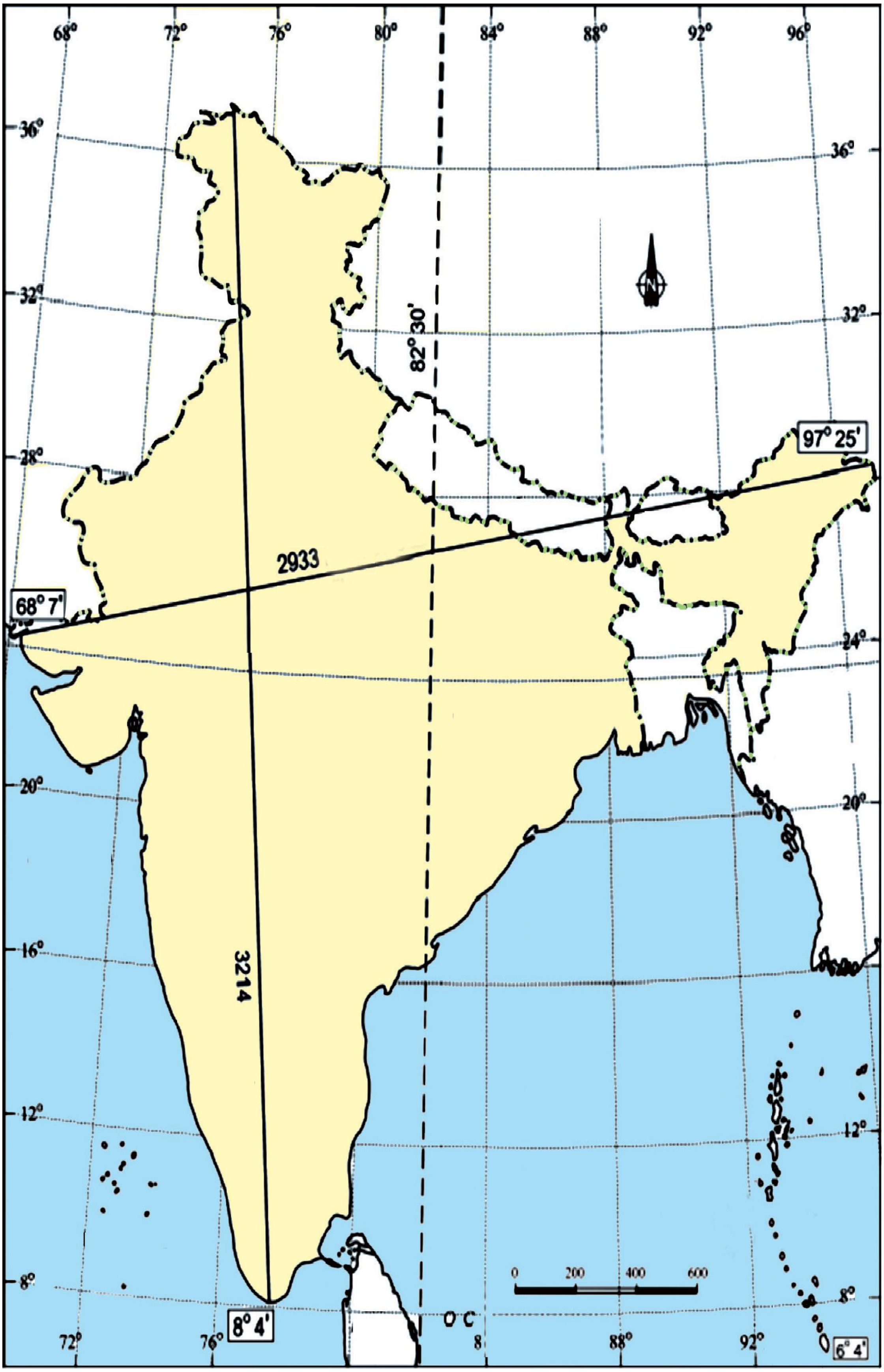

نقشہ۔2.1: ہندوستان ۔شمالاً جنوباً، شرقاً غرباً فاصلہ اور معیاری نصف النہار

کیا آپ جانتے ہیں؟

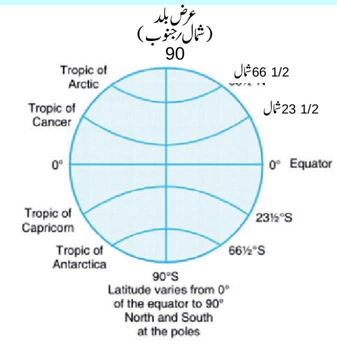

نقشہ۔2.2:اہم طول بلد

عرض بلد: زمین کی سطح پر خط استوا سے شمال یا جنوب کی جانب کسی مقام کا زاویائی فاصلہ عرض بلد ہے۔

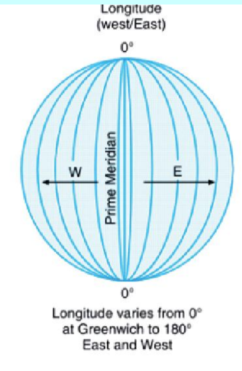

نقشہ۔2.2:اہم عرض بلد

طول بلد: زمین کی سطح پر، گرین وچ پر واقع ابتدائی نصف النہار سے مشرق یا مغرب کی جانب کسی مقام کا زاویائی فاصلہ طول بلد ہے۔

ہندوستان مکمل طور پر شمالی نصف کرہ اور مشرقی نصف کرہ میں پایا جاتا ہے۔خط سرطان (23.30 درجے شمالی عرض بلد) ملک کے درمیان سے گزرتا ہے۔ یہ خط ملک تقریباً دو برابر حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔اس عرض بلد کے شمال کا حصہ شمالی ہندوستان اور اس کے جنوب کا حصہ جنوبی ہندوستان کہلاتا ہے۔اسی طرح 82.30 مشرقی طول بلد ملک کے درمیان سے گزرتا ہے۔اسے ہندوستان کا معیاری خط نصف النہار مانا جاتا ہے۔اس کی بنیاد پر ہندوستان کا معیاری وقت طے کیا جاتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

مشرق میں اروناچل پردیش اور مغرب میں گجرات کے درمیان دو گھنٹوں کے وقت کا فرق پایا جاتا ہے۔اس لیے 82.30 مشرقی طول بلد کے وقت کو ہندوستان کے معیاری وقت کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ 82.30 مشرقی طول بلد اتر پردیش کے پریاگ راج سے گزرتا ہے۔

2.3 ہندوستان۔پڑوسی ممالک

ہندوستان براعظم ایشیاء میں واقع ہے۔اس کے تینوں طرف سمندر موجود ہے۔مغرب میں بحر عرب، مشرق میں خلیج بنگال اور جنوب میں بحر ہند ہے۔شمال مغرب میں پاکستان اور افغانستان ہیں، شمال میں چین، بھوٹان، تبت اور نیپال ہیں، مشرق میں بنگلہ دیش اور میانمار ہیں جبکہ جنوب میں سری لنکا اور مالدویپ جزائر بحر ہند میں واقع ہیں۔

ہندوستان کا جنوب بعید کا کنارہ اندرا پوائنٹ کہلاتا ہے۔ یہ نکوبار جزائر میں 6 ڈگری 4 منٹ شمالی عرض بلد پر واقع ہے۔
ہندوستان کی اصل سرزمین کا جنوب بعید کا کنارہ کنیا کماری ہے (جو 8 ڈگری 4 منٹ شمالی عرض بلد پر ہے)۔

2.4 ہندوستان کی جغرافیائی خصوصیات

ہندوستان جغرافیائی اختلافات کا حامل ملک ہے۔ جغرافیائی خصوصیات کی بنیاد پر ہندوستان کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔کوہ ہمالیہ 2۔گنگا وسندھ کے میدان (شمالی میدان) 3۔جزیرہ نمائی سطح مرتفع

4۔تھار کاریگستان 5۔ساحلی میدان 6۔جزائر

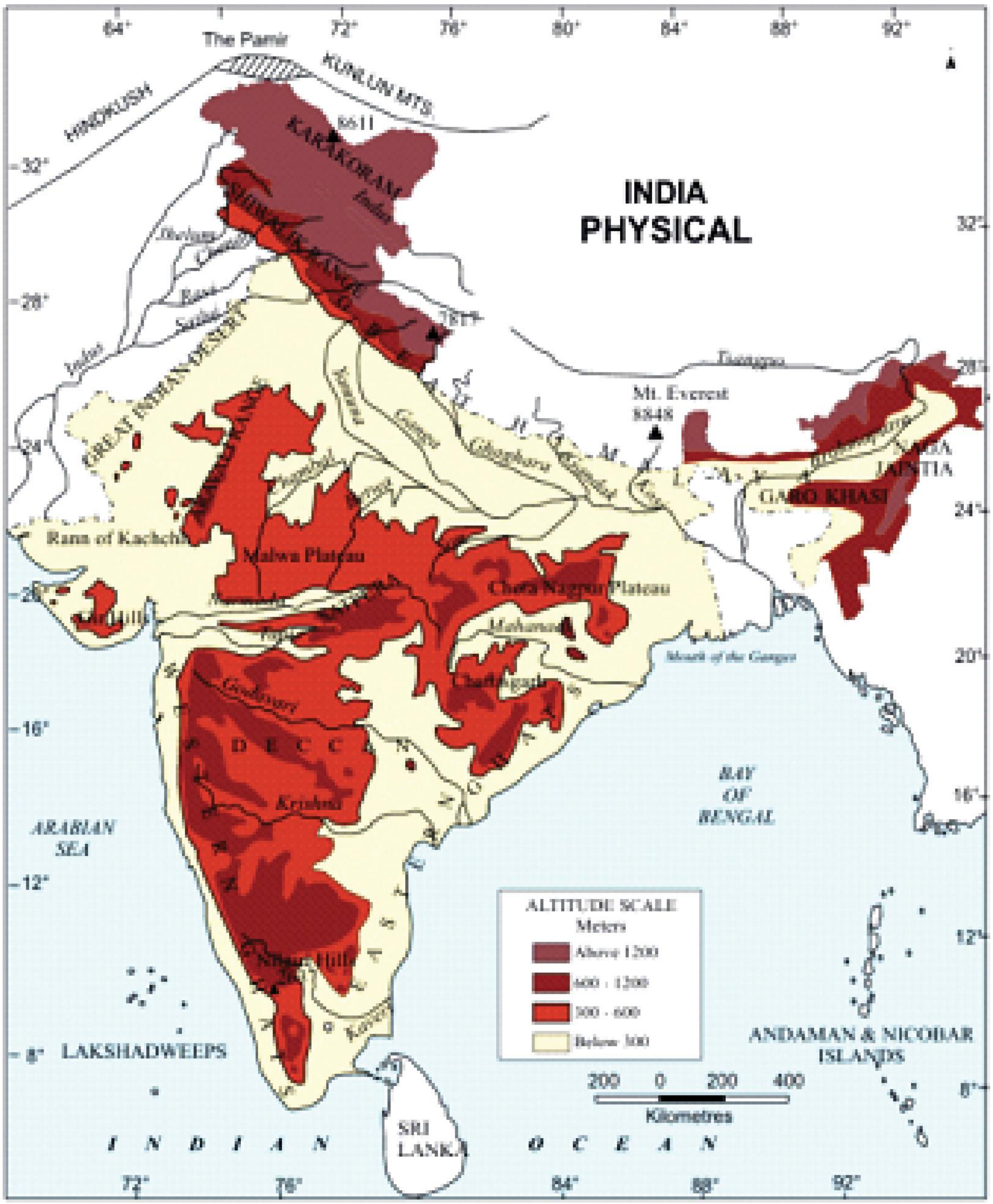

نقشہ۔2.4: ہندوستان کی جغرافیائی خصوصیات

1۔کوہ ہمالیہ

کوہ ہمالیہ نئے شکن زدہ (تہہ دار) پہاڑ ہیں۔ یہ دنیا کے سب سے بلند پہاڑی سلسلہ ہے۔ یہ سلسلہ ہندوستان کے شمال میں مغرب سے مشرق کی سمت دریائے سندھ سے دریائے برہم پترا تک 2400 کے فاصلہ پر پھیلا ہوا ہے۔اس کی چوڑائی مغرب میں 500 کلومیٹر اور مشرق میں 200 کلومیٹر تک ہے۔کوہ ہمالیہ کو تین متوازی سلسلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

i) عظیم ہمالیہ یا ہیمادری سلسلہ

ii) ذیلی ہمالیہ یا ہماچل سلسلہ

iii) بیرونی ہمالیہ یا شیوالک سلسلہ

i) عظیم ہمالیہ یا ہیمادری سلسلہ : ہمالیہ کے متوازی سلسلوں میں شمال بعید میں واقع سلسلہ عظیم ہمالیہ کہلاتا ہے۔اس کی اوسط بلندی 6100 میٹر اور چوڑائی 120 سے 190 کلومیٹر تک ہے۔ یہ برف سے ڈھکے پہاڑ ہیں جن سے گلیشیر نیچے کی جانب کھسکتے رہتے ہیں۔اسی سلسلہ میں بلند ترین چوٹیاں جیسے مونٹ ایورسٹ، کنچن جنگا، مکالو، دھولگری، ننگا پربت وغیرہ پائی جاتی ہیں جن کی بلندیاں 8000 میٹر سے بھی زیادہ ہیں۔ ماؤنٹ ایورسٹ (8848m) دنیا کی بلند ترین چوٹی ہے اور کنچن جنگا ہندوستان میں ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی ہے۔ اس سلسلے میں بلند پہاڑی درے (Passes) بھی موجود ہیں جن میں شپکی لا، ناتھولا، زوجی لا، بومڑی لا وغیرہ ہیں۔دریائے گنگا اور یمنا کے منبع ہمالیہ پہاڑوں میں ہیں۔

ii) ذیلی ہمالیہ یا ہماچل سلسلہ: اس سلسلہ کی بلندی 4500 میٹر سے 1000 میٹر کے درمیان ہے اور اوسط چوڑائی 50 کلومیٹر ہے ۔ اس سلسلے کے اہم پہاڑی سلسلے پیر پنجال، دھولہ دھر اور مہابھارت سلسلے ہیں۔ اس میں کئی پہاڑی مقامات (Hill Stations) جیسے شملہ، دارجلنگ ،مسوری، نینی تال وغیرہ واقع ہیں۔اس میں کئی وادیاں جیسے کشمیر، کلو، کانگڑا کی وادی پائے جاتے ہیں۔

iii) بیرونی ہمالیہ یا شیوالیکا سلسلہ: یہ ہمالیہ سلسلے کا بیرونی سلسلہ ہے۔اس کی اوسط بلندی 1100 سے 900 میٹر کے درمیان ہے اور چوڑائی 10 سے 50 کلومیٹر تک ہے۔اس سلسلے میں جموں کی پہاڑیاں، مائیو پہاڑیاں اور مشمی پہاڑیاں پائی جاتی ہے۔ چونکہ ہمالیہ کی تشکیل میں سب سے آخر میں شیوالیکا سلسلہ کی تشکیل ہوئی، اس لیے وہ ہمالیہ کے بلند حصوں سے آنے والی دریاؤں کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر کے وادیوں میں بڑی بڑی جھیلوں کی تشکیل کا سبب بنے ہیں۔ان دریاؤں کی لائے ہوئے گارے اور تلچھٹ ان جھیلوں میں جمع ہوتے گئے ۔ جب ان دریاؤں نے شیولیکا سلسلے میں اپنے راستے بنائے تب یہ جھیلیں خشک ہوگئیں اور میدان وجود میں آئے جنھیں مغرب میں ڈون (Dun) کہا جاتا ہے اور مشرق میں دوار (Duars) کہا جاتا ہے۔اترآنچل میں واقع دہرہ ڈون اس قسم کے میدان کی بہترین مثال ہے جو 75 کلومیٹر طویل اور 20-15 کلومیٹر چوڑا ہے۔

2۔ گنگا وسندھ کے میدان (شمالی میدان)

شمالی میدان ہمالیائی سلسلہ کے جنوب میں اور جزیرہ نمائی سطح مرتفع کے شمال میں واقع ہیں۔ یہ میدان تین اہم دریاؤں سندھ، گنگا اور برہم پترا کی پھیلائی ہوئی تلچھٹ سے وجود میں آئے ہیں۔مغرب میں پنجاب سے مشرق میں آسام تک یہ میدان تقریباً 2400 کلومیٹر طویل ہیں۔

ان کی چوڑائی مغرب میں 300 کلومیٹر سے مشرق میں 150 کلومیٹر تک ہے۔ان میں پنجاب، ہریانہ، اتر پردیش، بہار، مغربی بنگال اورآسام ریاستیں واقع ہے۔ یہ میدان دنیا کے وسیع وعریض اور بہت زیادہ زرخیز میدانوں میں سے ایک ہیں۔اہم فصلیں جیسے گیہوں، چاول، گنا، دالیں، تیل کے بیج اور جوٹ یہاں اگائی جاتی ہیں۔آبپاشی کے بہتر نظام کی وجہہ سے یہ میدان غذائی اجناس کی پیداوار میں اپنا بہترین حصہ ادا کرتے ہیں۔شمالی میدان کو ہم دوحصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

i) سندھ کا میدان (مغربی میدان)

ii) گنگا۔برہم پترا کا میدان

i) سندھ کا میدان (مغربی میدان): یہ میدان دریائے سندھ اوراسکے معاون ندیوں ستلج،جہلم، چناب، بیاس، راوی کے نظام کے ذریعے وجود میں آئے ہیں۔ یہ میدان تھار ریگستان کے مغرب میں واقع ہیں۔اس کا بڑا حصہ پاکستان میں اور کچھ حصہ ہمارے ملک ہندوستان میں آتا ہے۔

ii) گنگاو برہم پترا کا میدان: یہ دو دریاؤں گنگا اور برہم پترا کے نظام سے بنے ہیں۔قدیم تہذیبیں جیسے موہنجوداراور ہڑپہ کی تہذیبیں وغیرہ جودریائی وادیوں کی تہذیبیں کہلاتی ہیں، میدانی علاقوں میں ہی پھیلی تھیں۔ یہ میدان دریاؤں کے جال کی وجہہ سے بہت زرخیز زمینوں اوروافرپانی کے حامل ہیں۔

3۔ جزیرہ نمائی سطح مرتفع

جزیرہ نمائی سطح مرتفع ایک مثلث نما مسطح زمینی خطہ ہے۔ یہ لگ بھگ 5لاکھ مربع کلومیٹر کے علاقہ کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ مہاراشٹرا، کرناٹک،آندھراپردیش، ٹاملناڈو اور تلنگانہ ریاستوں پر مشتمل ہے۔دریائے نرمدا جزیرہ نما کے سطح مرتفع کو دوحصوں میں تقسیم کرتی ہے۔

i) مرکزی بلند خطے ii) سطح مرتفع دکن

i) مرکزی بلند خطے: یہ خطے دریائے نرمدا سے شمالی میدانوں تک پھیلے ہوئے ہیں۔مالوہ کا سطح مرتفع اور چھوٹا ناگپور کا سطح مرتفع، مرکزی بلند خطوں کے اہم حصے ہیں۔

a) مالوہ کا سطح مرتفع: دریائے بیتوا، چمبل اور کین مالوہ سطح مرتفع کی اہم دریائیں ہیں۔

b) چھوٹا ناگپور کا سطح مرتفع: چھوٹا ناگپور کا سطح مرتفع، مرکزی بلند خطوں میں مالا مال خطہ ہے خصوصاً معدنی دولت کے اعتبار سے۔

دریائے نرمدا کوہ وندھیاچل اورکوہ ست پڑا کے درمیان مشرق سے مغرب کی سمت بہتی ہوئی بحرعرب میں جاملتی ہے۔

ii) سطح مرتفع دکن: دریائے نرمدا کے جنوب میں واقع علاقہ سطح مرتفع دکن ہے۔ یہ آتشفشانی عمل سے وجود میں آیا ہے۔شمال میں کوہ ست پڑا، جنوب میں نیلگری پہاڑ، مغرب میں مغربی گھاٹ اور مشرق میں مشرقی گھاٹ سطح مرتفع دکن کی قدرتی سرحدیں ہیں۔ یہاں زیادہ تر علاقہ کالی مٹی پر مشتمل ہے۔

4۔ تھار کا ریگستان

تھار کا ریگستان کوہ اراولی کے سائبانی خطے میں واقع ہے اور بہت کم بارش یعنی سالانہ 100 سے 150 ملی میٹر بارش حاصل کرتا ہے۔ یہ ریگستان ہلکورے لیتے ریتیلے میدان اور ابھری ہوئی چٹانوں پر مشتمل ہے۔ یہ مغربی راجستھان کے اکثر حصہ کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ خشک آب وہوا والا کمتر نباتی علاقے والا خطہ ہے۔ یہاں بارش کے موسم میں نالے وجود میں آتے ہیں جو جلد ہی خشک ہوجاتی ہیں۔اس علاقے کی واحد دریا ''لونی'' ہے۔ اندرونی علاقے میں بہنے والی ندیاں جھیلوں میں شامل ہوجاتی ہیں اور کسی سمندر نہیں پہنچتیں۔

5۔ ساحلی میدان

جزیرہ نمائی سطح مرتفع کا جنوبی حصہ کم چوڑے ساحلی میدانوں سے گھرا ہے جو مغرب میں بحر عرب سے اور مشرق میں خلیج بنگال سے متصل ہیں۔

مغربی ساحلی میدان: مغربی ساحل کچھ کے رن سے شروع ہوتا ہے اور کنیا کماری تک جا پہنچتا ہے۔ یہ مشرقی ساحلی میدان سے کم چوڑا ہے۔

اس میدان کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔1) کونکن کا ساحل۔ یہ شمالی حصہ ہے جو مہاراشٹرا اور گوا کا ساحل ہے۔ 2) کنارا ساحل۔ یہ درمیانی حصہ ہے جو کرناٹک کا ساحلی میدان ہے۔3) مالابار ساحل۔ یہ جنوبی حصہ ہے جس کا اکثر حصہ ریاست کیرلا کا ساحل ہے۔

مشرقی ساحلی میدان: یہ خلیج بنگال سے متصل میدان ہیں جو چوڑے اور کافی مسطح خدوخال رکھتے ہیں۔ یہ میدان اڑیسہ میں مہاندی سے ٹاملناڈو میں کاویری کے ڈیلٹا تک پھیلے ہوئے ہیں۔ان ساحلی میدانوں کو مقامی طور پر الگ الگ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ جیسے 1) اتکل ساحل (اڑیسہ)، 2) سرکار ساحل (آندھراپردیش) اور 3) کارومنڈل ساحل (ٹاملناڈو)۔

گنگاوسندھ کے میدان کی طرح یہ ڈیلٹا بھی زرعی طور پر کافی ترقی یافتہ ہیں۔ان ساحلی خطوں میں سمکیاتی (مچھلیوں) وسائل بھی کثیر ہوتے ہیں۔جھیلیں جیسے اڑیسہ میں چلکا، کولیرو جھیل اور پلی کٹ جھیل آندھراپردیش میں، ساحلی میدانوں کی ایک اہم خصوصیت ہیں۔

6۔ جزائر

ہندوستان میں جزائر کے دو گروپ پائے جاتے ہیں۔ 1) انڈمان ونکوبار جزائر کا گروپ جو خلیج بنگال میں واقع ہے اور 2) لکشدویپ جزائر کا گروپ جو بحر عرب میں واقع ہے۔

1) انڈمان ونکوبار جزائر: انڈمان ونکوبار جزائر دراصل میانمار کے پہاڑی سلسلے ارکان یوما کے غرقاب خطوں کے بلند حصے ہیں۔ انڈمان ونکوبار جزائر میں نارکونڈم اور بیرن آئی لینڈ نامی جزائر آتش فشانی نوعیت کے ہیں۔ ہندوستان کا جنوب بعید کا کنارہ جو نکوبار جزائر میں ہے اندراپوائنٹ کہلاتا ہے جو کہ 2004ء کی سنامی میں غرقاب ہوگیا تھا۔

2) لکشدویپ جزائر: لکشدویپ جزائر مونگے کی چٹانوں سے بنے ہیں۔ ان کا کل جغرافیائی رقبہ 32 مربع کلومیٹر ہے۔ جزائر کا یہ گروپ اپنی نباتی اور حیاتی تنوع کے لیے بہت مشہور ہے۔

2.5۔ تلنگانہ کا محل وقوع

ریاست تلنگانہ، ہندوستان کے جزیرہ نمائی سطح مرتفع پر 15 ڈگری 46 منٹ شمالی عرض بلد سے 19 ڈگری 47 منٹ شمالی عرض بلد تک اور 77 ڈگری 16 منٹ مشرقی طول بلد سے 81 ڈگری 30 منٹ مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے۔

2.6۔ تلنگانہ۔ پڑوسی ریاستیں

ریاست تلنگانہ سمندر سے کافی فاصلہ پر واقع ہے اور زمینی علاقہ سے گھری ہوئی ہے۔ اس کے شمال میں مہاراشٹرا اور چھتیس گڑھ، مغرب میں کرناٹک، مشرق اور جنوب میں آندھراپردیش ریاستیں واقع ہیں۔

ہم تلنگانہ کی آب وہوا اور جغرافیائی خصوصیات کے بارے میں باب 15 میں تفصیل سے پڑھیں گے۔

نقشہ۔ 2.5 تلنگانہ۔ پڑوسی ریاستیں

2.7۔ خلاصہ (کلیدی نکات)

☆ ہم جس مقام پر زندگی گزارتے ہیں وہ ہماری زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔

☆ ہندوستان کی سرزمین 8 ڈگری 4 منٹ شمالی عرض بلد سے 37 ڈگری 6 منٹ شمالی عرض بلد اور 68 ڈگری 7 منٹ مشرقی طول بلد سے 97 ڈگری 25 منٹ مشرقی طول بلد کے درمیان پھیلی ہوئی ہے۔ ہندوستان کا رقبہ دنیا کے رقبے کا 2.42% ہے۔

☆ 82 .30 مشرقی طول بلد ملک کے درمیان سے گزرتا ہے۔ اسے ہندوستان کا معیاری خط نصف النہار مانا جاتا ہے۔

☆ جغرافیائی خصوصیات کی بنیاد پر ہندوستان کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ 1۔ کوہ ہمالیہ 2۔ گنگا وسندھ کے میدان (شمالی میدان) 3۔ جزیرہ نمائی سطح مرتفع 4۔ تھار کا ریگستان 5۔ ساحلی میدان 6۔ جزائر

2.8۔ نمونہ امتحانی سوالات

I۔ ذیل کے سوالوں کے جواب ایک تا دو جملوں میں لکھیے۔

1۔ عرض بلد سے کیا مراد ہے؟

2۔ طول بلدوں کی وضاحت کیجیے۔

3۔ تلنگانہ کے کس سمت میں آندھرا پردیش واقع ہے؟

II۔ ذیل کے سوالوں کے جواب چار تا پانچ جملوں میں لکھیے۔

1۔ ہندوستان کے سرحدی ممالک کے نام لکھیے۔

2۔ ڈون (Dunes) کیا ہیں؟

III۔ ذیل کے سوالوں کے جواب آٹھ تا دس جملوں میں لکھیے۔

1۔ ہندوستان کی جغرافیائی خصوصیات کیا ہیں؟ ان میں کسی دو کے بارے میں وضاحت کیجیے۔

2۔ ہندوستان کے نقشے میں حسب ذیل مقامات کی نشاندہی کیجیے۔

a) کوہ ہمالیہ b) تھار کا ریگستان c) دکن کا سطح مرتفع d) گنگا وسندھ کا میدان

2.9۔ حوالہ کی کتب

☆ SCERT تلنگانہ کے سماجی علم کے درسی کتب

3 ہندوستان کی آب و ہوا اور دریائیں
Indian Climate and Rivers

3.0۔ آموزشی ماحاصل

- 'آب و ہوا' اور 'موسم' کے مابین فرق بیان کریں گے۔
- ہندوستان اور تلنگانہ کی آب و ہوا، مانسون اور موسموں کے تصورات کی وضاحت کریں۔
- ہندوستان اور تلنگانہ کی دریاؤں کے بارے میں بیان کریں گے۔
- ہمالیائی دریاؤں اور جزیرہ نما ہند کی دریاؤں کے درمیان فرق بیان کریں گے۔
- ہمالیائی دریائیں دائمی ہونے کی وجوہات بیان کریں گے۔
- دریا کے پانی کے تحفظ کی اہمیت بیان کریں گے۔

3.1۔ تمہید

کیا 'آب و ہوا' اور 'موسم' ہم معنی ہیں؟ یا نہیں؟

کسی مخصوص مقام پر کسی خاص مدت (ایک دن، ایک مہینہ یا ایک سال) میں فضائی حالات کے عناصر جیسے کہ سورج کی روشنی، درجہ حرارت اور ترسیب کی کیفیت کو موسم کہا جاتا ہے۔ یہ موسمی حالات اکثر و بیشتر مختصر وقت میں بھی بدلتے رہتے ہیں۔

آب و ہوا سے مراد ایک وسیع علاقے میں ان ہی فضائی حالات کی 30 یا زائد سالوں کے عرصہ میں عام مستقل یکساں کیفیت کا پایا جانا ہے۔ حالانکہ سال در سال ان میں کچھ متغیرات ہوتے رہتے ہیں، لیکن بنیادی کیفیت یوں ہی برقرار رہتی ہے۔ اس سبق میں ہم ہندوستان اور تلنگانہ میں آب و ہوا پر اثر انداز ہونے والے عوامل کے بارے میں پڑھیں گے۔

3.2 آب و ہوا

کسی علاقے کی آب و ہوا وہاں کے انسانی سرگرمیوں میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ کسی علاقے کی زراعت، صنعت، تجارت اور حمل و نقل تمام اس علاقے کی آب و ہوا سے متاثر ہوتے ہیں۔ کسی علاقے کی آب و ہوا اس علاقے کے جغرافیہ، ہوا کا دباؤ، ہواؤں اور رطوبت وغیرہ پر منحصر ہوتی ہے۔

3.2.1۔ ہندوستان کی آب و ہوا

ہندوستان کی آب و ہوا پر اثر انداز ہونے والے عوامل

ہندوستان میں مختلف مقامات کے درجہ حرارت میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے۔ وہ عوامل جو آب و ہوا پر اثر انداز ہوتے ہیں، آب و ہوائی کنٹرول کہلاتے ہیں۔ وہ ہیں: 1۔ عرض البلد، 2۔ سمندر سے فاصلہ، 3۔ بلندی، 4۔ پہاڑی سلسلے،

5۔زمینی ہواوں کا رخ،6۔اوپری ہوائی لہریں (جیٹ اسٹریمس)

1۔ عرض البلد یا خط استواء سے فاصلہ :

خط استوا سے قریبی مقامات کا درجہ حرارت بہت زیادہ ہوتا ہے۔جیسے جیسے ہم قطبین کی جانب بڑھتے ہیں درجہ حرارت میں کمی ہوتی جاتی ہے۔اسی وجہ سے ہم سطح زمین پر مقامات کی درج ذیل طریقہ سے تقسیم کرتے ہیں:

1۔ منطقہ حارہ - خط استواء سے قریبی علاقے؛

2۔ قطبی خطے - قبین سے قریبی علاقے؛

3۔ منطقہ معتدلہ - وہ علاقے جو ان دونوں خطوں کے درمیان واقع ہیں۔

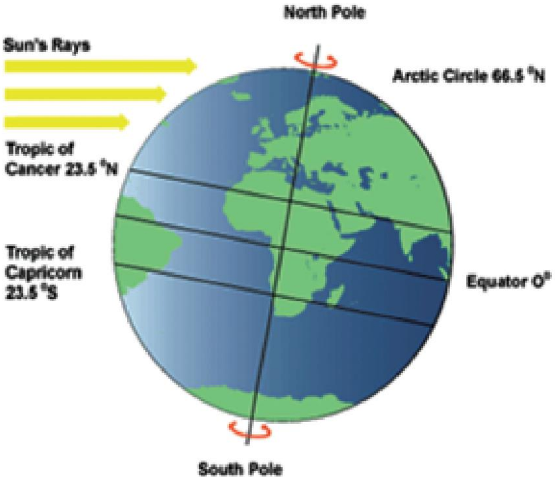

شکل 3.1: آب وہوا پر عرض البلد کا اثر

ہندوستانی علاقہ خط استواء کے قریب 8 درجہ 45 منٹ شمالی عرض البلد سے شروع ہوتا ہے۔اس کے علاوہ، 23.30 درجہ شمالی عرض البلد (خط سرطان) ہندوستان سے گذرتی ہے۔خط سرطان سے جنوبی جانب کا علاقہ منطقہ حارہ جبکہ شمالی جانب کا علاقہ منطقہ معتدلہ ہوتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ خط سرطان سے جنوبی جانب کے علاقوں کا درجہ حرارت زیادہ ہوگا اور شمالی جانب کے علاقوں کا درجہ حرارت کم ہوگا۔مثال کے طور پر تلنگانہ کا درجہ حرارت ہریانہ کے مقابلے میں زیادہ ہوگا۔

2۔ سمندر سے فاصلہ :

ہندوستان کا جنوبی حصہ تین اطراف سے سمندروں سے گھرا ہوا ہے۔اس کے مغرب میں بحیرہ عرب، مشرق میں خلیج بنگال اور جنوب میں بحر ہند موجود ہیں۔سمندر کے زیر اثر، یہ علاقے گرما میں زیادہ گرم نہیں ہوتے ہیں اور نہ ہی سرما میں نہایت سرد ہوتے ہیں۔یہ علاقے معتدل قسم کی آب وہوا رکھتے ہیں۔ ہندوستان کے شمالی حصے چونکہ سمندر سے کافی دوری پر واقع ہیں اس لیے یہ شدید قسم کی آب وہوا رکھتے ہیں۔

3۔ بلندی :

جب ہم بلندیوں پر جاتے ہیں تو بلندی کے ساتھ ساتھ درجہ حرارت میں کمی ہونے لگتی ہے۔مثال کے طور پر، پہاڑیوں پر واقع شہر ٹھنڈے ہوتے ہیں جیسے کہ شملہ، جبکہ لدھیانہ جیسے شہر جو کہ میدانوں میں واقع ہیں گرم ہوتے ہیں۔

4۔ پہاڑی سلسلے :

کسی علاقے کی آب وہوا کو پہاڑی سلسلے بھی بڑی حد تک متاثر کرتے ہیں۔ ہمارے ملک کے شمالی حصہ میں ہمالیہ پہاڑ موجود ہیں جن کی اوسط بلندی 6000 میٹر ہے۔یہ ہمارے ملک کو وسط ایشیاء سے آنے والی سرد ہواؤں سے محفوظ رکھتے ہیں۔دوسری جانب یہ بارش لانے والی جنوب مغربی مانسونی ہواؤں کو روکتے ہیں اور انھیں اپنی رطوبت کو ہندوستان میں برسانے پر مجبور کرتے ہیں۔اسی

طرح، مغربی گھاٹ بھی ان کی اپنی مغربی ڈھلانوں پر کثیر بارش کا سبب بنتے ہیں۔

5۔ زمینی ہواؤں کا رخ :

ہواؤں کا نظام بھی ہندوستان کی آب و ہوا پر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ نظام دائمی ہواؤں، مانسونی ہواؤں اور مقامی ہواؤں پر مشتمل ہوتا ہے۔

تجارتی ہوائیں : یہ ہوائیں سال بھر مسلسل ایک ہی رخ میں چلتی ہیں۔

مانسونی ہوائیں : یہ ہوائیں ہر سال ایک مخصوص وقت میں ایک ہی رخ میں چلتی ہیں۔

مقامی ہوائیں : یہ ہوائیں کسی مخصوص مقام تک محدود رہتی ہیں۔ ان میں گرم ہوائیں اور سرد ہوائیں شامل ہیں۔

مثلاً: گرام ہوا ۔ لُو

6۔ اوپری ہوائی لہریں (جیٹ اسٹریمس) :

زمینی ہواؤں کے علاوہ، زوردار ہوائی لہریں جو جیٹ اسٹریمس کہلاتی ہیں، ہندوستان کی آب و ہوا پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ 12000 میٹرس کی بلندی پر اوپری فضائی تنگ پٹی میں گردش کرنے والی تیز ترین ہوائی لہریں ہوتی ہیں۔ ان کی رفتار میں تغیرات ہوتے ہیں، یہ گرما میں تقریباً 110 کلومیٹرس فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہیں اور سرما میں تقریباً 184 کیلومیٹرس فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہیں۔ مشرقی جیٹ اسٹریمس تقریباً 25 درجہ شمالی عرض البلد پر تشکیل پاتی ہیں۔ یہ جیٹ اسٹریمس آس پاس کے علاقوں کی فضاء کو ٹھنڈا کر دینے کا سبب بنتی ہیں۔ یہ ٹھنڈک کا اثر بارش کا سبب بنتا ہے۔

3.2.2۔ تلنگانہ کی آب و ہوا

ریاست تلنگانہ کی آب و ہوا ہندوستان کے مماثل ہی ہے۔ ریاست تلنگانہ سمندر سے دوری پر واقع ہے اور جغرافیائی اعتبار سے یہ نیم خشک قسم کے آب و ہوائی خطہ سے تعلق رکھتی ہے۔ لہٰذا، یہ گرم اور خشک ہوتی ہے۔ یہاں کا درجہ حرارت موسم گرما میں زیادہ تر بلند اور موسم سرما میں پست ہوتا ہے۔ موسم گرما کا آغاز مارچ کے مہینے میں ہوتا ہے اور مئی کے مہینے میں شدت اختیار کرتے ہوئے اوسط درجہ حرارت 42 درجہ ہو جاتا ہے۔ موسم سرما کا آغاز نومبر کے اواخر میں ہوتا ہے اور 22 تا 23 درجہ سلسیس اوسط درجہ حرارت کے ساتھ فبروری تک جاری رہتا ہے۔ تلنگانہ میں بلند ترین درجہ حرارت راما گنڈم میں 40 درجہ سیلسیس درج کیا گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ اس علاقہ میں موجود کوئلہ کی کانیں اور تھرمل توانائی کے پلانٹوں میں کوئلہ کا جلانا ہے۔ کم ترین درجہ حرارت ضلع عادل آباد میں درج کیا جاتا ہے۔ کیونکہ، یہ علاقہ نہ صرف بلندی پر واقع ہے بلکہ اس علاقے میں جنگلات کی موجودگی بھی اس کی وجہ ہے۔

3.2.3۔ ہندوستان میں موسم

ہندوستان کی آب و ہوا کو تین موسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ 1۔ سرما، 2۔ گرما، 3۔ برسات کا موسم۔

1۔ سرما :

ہندوستانی زمینی خطہ میں درجہ حرارت میں وسط نومبر سے نمایاں کمی ہوتی جاتی ہے۔ یہ سرد موسم وسط فبروری تک جاری رہتا

ہے۔عام طور پر جنوری کا مہینہ سرد ترین ہوتا ہے۔ملک کے اکثر حصوں میں دن کے وقت کا درجہ حرارت 10 درجہ سنٹی گریڈ سے کم ہوتا ہے۔بالخصوص شمالی ہند میں کم ترین درجہ حرارت درج کیا جاتا ہے۔جنوبی ہند، بالخصوص ساحلی علاقوں میں 20 درجہ سیلسیس سے زائد معتدل درجہ حرارت کے ساتھ خوشگوار فضائی حالات کا تجربہ ہوتا ہے۔

موسم سرما میں شفاف آسمان، ٹھنڈی ہواؤں اور رطوبت میں کمی ساتھ فضاء خوشگوار ہوتی ہے۔بحر روم سے آنے والی طوفانی ہواؤں (جنھیں مغربی خلل بھی کہا جاتا ہے) کی وجہ سے شمالی ہند کے حصوں میں کچھ بارش ہوتی ہے۔یہ بارش گیہوں کی فصل کے لیے کافی کارآمد ہوتی ہے جو کہ عام طور پر ربیع کے موسم میں کاشت کی جاتی ہے۔

2۔ گرما :

موسم گرما کے دوران، جیسے جیسے ہم جنوبی حصوں سے شمالی ہند کی جانب بڑھتے ہیں تو اوسط درجہ حرارت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔شمالی ہند کے میدانوں میں بلندترین درجہ حرارت اپریل کے مہینے سے بتدریج 27 درجہ سیلسیس کو پار کر جاتا ہے۔وسط مئی تک ہندوستان کے کئی حصوں میں بالخصوص شمال مغربی میدانوں اور وسطی ہند میں دن کے وقت کا درجہ حرارت 41 درجہ تا 45 درجہ تک ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ کمترین درجہ حرارت بھی 20 درجہ سے کم نہیں ہوتا ہے۔شمالی میدانوں میں گرم خشک مقامی ہوائیں چلتی ہیں جنھیں 'لُو' کہا جاتا ہے۔موسم گرما کے اختتام کے دوران سطح مرتفع دکن میں ماقبل مانسونی برسات (جسے مانسون کا پھٹ پڑنا کہا جاتا ہے) کا ہونا معمول کی بات ہے۔یہ جزیرہ نما ہند میں آم اور دیگر شجرکاری فصلوں کے جلد پکنے میں مددگار رہوتی ہے۔اسی لیے تلنگانہ اور آندھراپردیش میں مقامی طور پر اسے 'آم کی بارش' کہا جاتا ہے۔

3۔ برسات (مانسون کی پیشرفت):

ہندوستان کی آب وہوا مانسونی ہواؤں سے متاثر ہوتی ہے۔قدیم دور میں ہندوستان کو آنے والے ملاحوں نے ہواؤں کے رخ کی وقتاً فوقتاً تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا تھا۔ ہندوستانی ساحل کی جانب سفر کرنے کے لیے انہوں نے ان ہواؤں کا استعمال کیا تھا۔عرب تاجروں نے ہواؤں کی ان تبدیلیوں کے نظام کا نام 'مانسون' رکھا تھا۔

مانسونی ہوائیں منطقہ حارہ میں تقریباً 20 درجہ شمالی اور 20 درجہ جنوبی عرض بلدوں کے درمیان تشکیل پاتی ہیں۔جنوبی نصف کرہ ارض سے چلنے والی جنوب مغربی مانسونی ہوائیں جب بحر ہند پر سے گزرتی ہیں تو اپنے ساتھ رطوبت کو لاتی ہیں، خط استواء کو پار کرنے کے بعد، یہ ہوائیں برصغیر ہند میں تشکیل پانے والے ہوا کے کم دباؤ کی جانب منحرف ہو جاتی ہیں۔دراصل، زمین کی حرارت کی وجہ سے برصغیر ہند کے زمینی خطہ، بالخصوص وسطی ہند اور گنگا کے میدانوں میں ہوا کا کم دباؤ پیدہ ہوتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

اگر پہاڑ بارش پیدا کرنے والے موسمی نظام (بادلوں) کی گذرگاہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، تو یہ تکثیف پاتے ہیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو پار کرنے سے قبل ہی برس جاتے ہیں۔تب پہاڑوں کی دوسری جانب کوئی بارش نہیں ہو پاتی ہے۔یہ علاقہ بارش کا سایٔبانی (محروم) علاقہ کہلاتا ہے۔

4۔ مانسون کی واپسی

اکتوبر۔نومبر کے مہینے گرم برساتی موسم سے خشک سرما کی حالت میں منتقلی کا عرصہ ہیں۔ مانسون کی واپسی کا اشارہ صاف آسمان، درجہ حرارت میں اضافہ سے ملتا ہے۔دن کا درجہ حرارت بلند ہوتا ہے، جبکہ رات کا ٹھنڈا اور خوشگوار ہوتا ہے۔ زمین اب بھی نم ہوتی ہے۔ بلند درجہ حرارت اور رطوبت کی وجہ سے دن کے وقت موسم اذیت ناک ہوجاتا ہے۔اسے عام طور پر 'اکتوبر کی گرمی' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

نومبر کے مہینے کی شروعات میں خلیج بنگال پر ہوا کے کم دباؤ کے حالات پیدا ہوتے ہیں، جو کہ اس سے قبل شمال مغربی ہند میں موجود ہوتے ہیں۔اس دوران،طوفانی دباؤ معمول کی بات ہے جو کہ انڈومان کے علاقے میں شروع ہوتا ہے۔

نقشہ 3.1: ہندوستان۔جنوب مغربی مانسون کی آمد

نقشہ 3.2: ہندوستان۔جنوب مغربی مانسون کی آمد

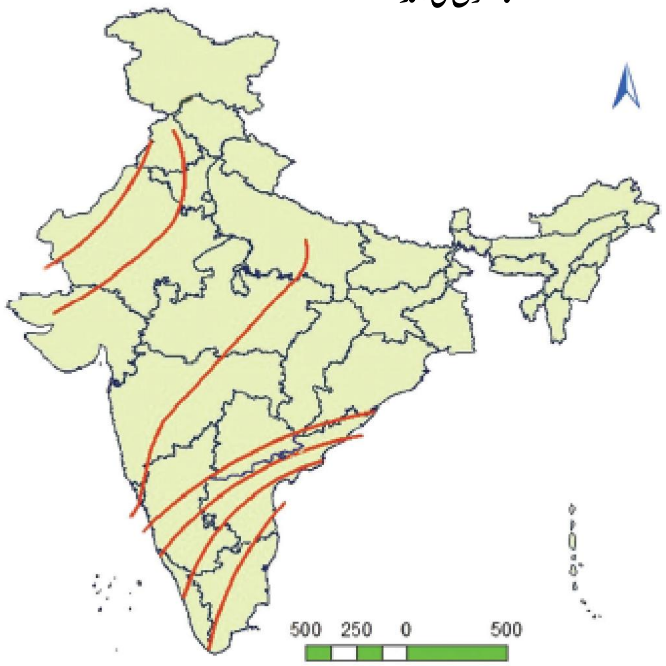

ہندوستانی روایتی موسم

ہندوستانی روایت میں ایک سال کو چھ دو ماہی موسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

موسم	ہندوستانی (قمری) جنتری کے مطابق مہینے	مغربی (گری گورین) جنتری کے مطابق مہینے
وَسنتا	چئترا۔ وئیشا کھا	مارچ۔اپریل
گِرشمہ	جیشٹا ۔ آشادھا	مئی۔جون
وَرشا	سروانا ۔ بھدرا	جولائی۔اگست
شَرَد	اسوایوجا۔کارتیکا	سپٹمبر۔اکتوبر
ہیمنتہ	مارگا شیرا ۔ پُشیہ	نومبر۔ ڈسمبر
شِشِرا	میگھا۔ پھالگُنہ	جنوری۔فبروری

3.3۔ ہندوستانی دریاء

نسل انسانی کی تاریخ میں دریاء کافی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔قدیم زمانوں میں لوگ دریاؤں کے کنارے آباد ہوتے تھے۔بعد میں وہ بڑے شہروں میں تبدیل ہوگئے ہیں۔اس کے علاوہ، آبی گزرگاہوں کا ذریعہ معاش کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ دریاؤں کو ہائیڈرو توانائی کی تیاری اور زراعت کے مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

نقطہ آغاز کی بنیاد پر ہندوستانی دریاؤں کی دو عظیم بہاؤ کے نظاموں میں درجہ بندی کی گئی ہے۔1۔ہمالیائی دریائی نظام، 2۔ جزیرہ نما ہند کا دریائی نظام۔

1۔ہمالیائی دریائی نظام :

☆ ہمالیائی دریائیں دائمی ہوتی ہیں۔چونکہ دائمی دریائیں برف سے ڈھکے پہاڑوں سے نکلتی ہیں۔یہ بارش کے پانی کا بھی حصول کرتی ہیں۔

☆ یہ دریائیں مٹی کے کٹاؤ کے عمل کے ذریعہ وادیوں کی تشکیل کرتی ہیں۔

☆ یہ دریائیں آبپاشی کی سہولیات فراہم کرتی ہیں اور زرخیز مٹی تشکیل دیتی ہیں۔

ہمالیائی دریائی نظام کی تین قسموں میں درجہ بندی کی جاتی ہے۔

i) دریاءِسندھ کا نظام: جہلم، چناب، راوی، بیاس اور ستلج۔

ii) دریاءِگنگا کا نظام: جمنا، رام گنگا، گھاگرا، گومتی، گندک اور کوسی وغیرہ۔

iii) دریاءِ برہما پترا کا نظام: دیبانگ، لوہت اور تستا۔

2۔جزیرہ نما ہند کی دریاؤں کا نظام :

جزیرہ نما ہند کی اہم دریائیں گوداوری، کرشنا، مہاندی اور کاویری ہیں۔جزیرہ نما کی زیادہ تر دریائیں مشرق کی جانب بہتی ہوئے خلیج بنگال میں جا ملتی ہیں۔صرف نرمدا اور تاپتی ہی مغرب کی جانب بہتی ہیں جو مغربی گھاٹوں سے ہو کر گزرتی ہوئی بحرِ عرب میں جا ملتی ہیں۔

نقشہ 3.3: جزیرہ نما ہند کی دریائیں

مشغلہ

اٹلس میں ہندوستان کے سیاسی اور طبعی نقشوں کا مشاہدہ کیجیے اور درج ذیل جدول کو مکمل کیجیے۔

دریاء	اہم معاون ندیاں	مقام آغاز	بہاؤ کی ریاستیں	سمندر / بحر اعظم جس میں شامل ہوتی ہے
گنگا				
برہماپترا				
سندھ				
ستلج				
گوداوری				
کرشنا				

3.4 تلنگانہ کی دریائیں

ریاست تلنگانہ کا شمال مغربی حصہ مکمل طور پر بلند ہونے کی وجہ سے، تلنگانہ کی دریائیں جنوب مشرق کی جانب بہتی ہوئی خلیج بنگال میں جاملتی ہیں۔

تلنگانہ کی دو اہم دریائیں ہیں۔1۔گوداوری اور 2۔کرشنا

1۔گوداوری

دریاء گوداوری تلنگانہ کا سب سے بڑا دریائی نظام ہے جو کہ دکشن گنگا کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ مغربی گھاٹوں میں تریمبہ کیشور سے آغاز کرتی ہے۔ دریاء گوداوری تلنگانہ میں ضلع نرمل کے کنداکورتی سے داخل ہوتی ہے اور تقریباً 600 کلو میٹر بہتی ہے۔ تلنگانہ میں اس پر سری رام ساگر، سری پدا، ڈمّوگوڈیم وغیرہ پراجکٹس تعمیر کیے گئے ہیں۔ جہاں سے پانی آبپاشی اور پینے کے

مقاصد سے فراہم کیا جاتا ہے۔ یہ تلنگانہ میں نرمل، نظام آباد، جگتیال، منچریال، جئے شنکر بھوپال پلی، محبوب آباد اور بھدرادری کوتہ گوڈیم اضلاع سے بہتی ہے۔ اس کے بعد یہ آندھراپردیش میں داخل ہوتی ہے اور آخر کار خلیج بنگال میں مل ہوجاتی ہے۔ گوداوری کی معاون ندیاں منجیرا، پراناہتا، کڈیم، ہردرا، پن گنگا، مانیر، سبری، کنڑاسانی اور پڈّاواگو ہیں۔ اس دریاء کنارے موجود گھنے جنگلات نباتات اور حیوانات کے تنوع سے بھرپور ہیں۔ تلنگانہ میں اپنے سفر کے اختتام پر یہ کالیشورم کے پاس تریوینی سنگم پر دریاء سرسوتی سے مل جاتی ہے۔ حکومت تلنگانہ نے حال ہی میں اس دریاء پر کالیشورم کے قریب میدی گڈّہ کے مقام پر ایک پراجکٹ تعمیر کیا ہے۔

2۔ دریاء کرشنا

دریاء کرشنا مہارشٹرا کے ضلع ستارہ کے مہابلیشور میں مغربی گھاٹ سے نکلتی ہے اور خلیج بنگال میں جاملتی ہے۔ یہ تلنگانہ میں تقریباً 416 کلومیٹر بہتی ہے۔ دریاء کرشنا تلنگانہ میں ضلع نارائن پیٹ کے مکتھل منڈل کے موضع تن گڈی سے داخل ہوتی ہے۔ دریاء کرشنا کی معاون ندیاں کوئنا، پنچ گنگا، دودھ گنگا، گھاٹاپربھا، مالاپربھا، تنگبھدرا، بھیما، پڈّاواگو، ہلیا، موسیٰ، پلیرو اور منّیرو وغیرہ ہیں۔

دریاء کرشنا کی معاون ندیاں

دریاء تنگبھدرا : ریاست کرناٹک میں مغربی گھاٹ سے نکلتی ہے، یہ ضلع جوگولامبا کی سرحد پر دریاء کرشنا میں شامل ہوتی ہے۔ یہ دریاء کرشنا کی ایک اہم معاون ندی ہے۔ دریاء تُنگبھدرا، دو دریاؤں تُنگا اور بھدرا کے ملاپ سے تشکیل پاتی ہے۔

موسی ندی : ضلع وقارآباد کے شیواریڈی پیٹ میں اننت گیری پہاڑیوں کے قریب سے نکلتی ہے اور حیدرآباد سے بہتے ہوئے گزرتی ہے اور ضلع نلگنڈہ میں واداپلی کے قریب دریاء کرشنا میں مل جاتی ہے۔ یہ سابق میں دریاء مُچ کُنڈا کے نام سے جانی جاتی تھی۔ اس دریاء پر گنڈی پیٹ کے پاس عثمان ساگر ڈیم تعمیر کیا گیا تھا اس کے اہم ذخائر عثمان ساگر اور حمایت ساگر ہیں۔ یہ ڈیم حیدرآباد اور سکندرآباد کے لوگوں کو پینے کا پانی فراہم کرتا ہے۔ موسیٰ ندی کا پانی حیدرآباد شہر میں فیکٹریوں سے خارج ہونے والے آلودہ پانی اور فاضل گندے پانی کی وجہ سے شدید آلودہ کیا جارہا ہے۔

3.4۔ دریاؤں کی صفائی

زمین پر موجود جملہ پانی کا تقریباً 97% بحر اعظموں میں موجود کھارا پانی ہے، تازہ پانی صرف 3% ہے۔ اس تازہ پانی کا 70% انتارتیکا، آرکٹک اور دیگر پہاڑوں میں پایا جاتا ہے۔ زیر زمین پانی 29.5% ہے۔ یعنی، زمین پر موجود جملہ تازہ پانی کا صرف 0.5 فیصد جھیلوں، ڈیموں اور دریاؤں میں موجود ہے۔ یہ پانی ہی ہماری ضروریات کے لیے تیار و دستیاب ہیں۔ دنیا کی آبادی اسی پانی پر ہی انحصار کرتی ہے۔ اتنی کم مقدار میں موجود پانی تمام ذی حیات چیزوں کے لیے ندگی کا سرچشمہ ہے۔ تازہ پانی ایک کافی اہم وسیلہ ہے۔ آج کل، دریاء اور جھیلیں آلودہ ہورہی ہیں اور خطرہ کی گھنٹیاں بجارہی ہیں۔

آیئے ان دریاؤں کو ہماری زندگیوں میں فخر کے مقامات کے طور پر دیکھتے ہیں۔متعدد شہر اور مقدس مقامات دریاؤں کے کنارے تعمیر کیے گئے ہیں۔گنگا اور جمنا دریائیں کروڑوں لوگوں کی جانب سے مقدس سمجھی جاتی ہیں۔لیکن اب، یہ آلودہ کردی گئیں ہیں۔ ہندوستانی دریاء %70 آلودگی کے ذریعہ گندے پانی کی نالیوں میں تبدیل ہوگئی ہیں۔اس کا انسانی صحت اور سمندری جانداروں پر اثر پڑتا ہے۔عوامی غفلت کی وجہ سے ہر روز آلودگی کے اجزاء دریاؤں میں چھوڑے جاتے ہیں۔قصبات سے بہنے والی دریائیں بہت زیادہ آلودہ ہوتی ہیں۔

حکومت ہند نے، گنگا واٹر شیڈ مینجمنٹ پلان اور نیشنل ریور کنزرویشن پلان جیسے منصوبوں پر عمل درآمد کیا ہے،لیکن مسائل ابھی تک حل طلب ہیں۔ماہرین ماحولیات لمبے عرصے سے مطالبہ کرتے آرہے ہیں کہ ہر کوئی دریاء کی اپنی ذاتی طور پر نگرانی کریں اور ان لوگوں پر توجہ دیں جو دریاؤں کے نشیبی علاقوں میں گذر بسر کرتے ہیں۔پانی کے تحفظ کی اہمیت کو لوگوں اور عوامی انجمنوں کی شراکت داری سے اجاگر کیا جاسکتا ہے۔

3.5۔ خلاصہ (کلیدی نکات)

- ☆ کسی مقام پر ایک خاص مدت میں فضائی حالات کے عناصر جیسے کہ سورج کی روشنی، درجہ حرارت اور ترسیب کی کیفیت کو موسم کہا جاتا ہے۔آب وہوا سے مراد ان فضائی حالات کا ایک وسیع علاقے میں 30 یا زائد سالوں کے عرصہ کے دوران عام مستقل یکساں کیفیت میں پایا جانا ہے۔
- ☆ ہندوستان میں مختلف مقامات کے درجہ حرارت میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے۔وہ عوامل جو آب وہوا پر اثر انداز ہوتے ہیں، آب وہوائی کنٹرول کہلاتے ہیں۔وہ ہیں: 1۔عرض البلد، 2۔سمندر سے فاصلہ، 3۔ بلندی، 4۔ پہاڑی سلسلے، 5۔زمینی ہواؤں کا رخ، 6۔ اوپری ہوائی لہریں (جیٹ اسٹریمس)
- ☆ ہندوستان کی آب وہوا کو تین موسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔1۔سرما، 2۔گرما، 3۔ برسات کا موسم۔
- ☆ نقطہ آغاز کی بنیاد پر ہندوستانی دریاؤں کی دو عظیم بہاؤ کے نظاموں میں درجہ بندی کی گئی ہے۔1۔ ہمالیائی دریائی نظام، 2۔ جزیرہ نما ہند کا دریائی نظام۔
- ☆ ہمالیائی دریائی نظام کی تین قسموں میں درجہ بندی کی جاتی ہے۔

  i) دریاء سندھ کا نظام، ii) دریاء گنگا کا نظام، iii) دریاء برہما پترا کا نظام۔
- ☆ جزیرہ نما ہند کی بڑی دریائیں گوداوری، کرشنا، مہاندی اور کاویری ہیں۔جزیرہ نما کی زیادہ تر دریائیں مشرق کی جانب بہتی ہوئی خلیج بنگال میں شامل ہوجاتی ہیں۔صرف نرمدا اور تاپتی ہی مغرب کی جانب بہتی ہیں جو مغربی گھاٹوں سے ہوکر گزرتی ہوئی بحر عرب میں جا ملتی ہیں۔
- ☆ تلنگانہ کی اہم دریائیں گوداوری، کرشنا، منجیرا، پراناہتا، پن گنگا، مانیر، سبری، کنّر اسانی، تنگبھدرا، بھیما، موسٰی، پلیرو،

منّیرو اور پڈّ اوا گو وغیرہ ہیں۔

☆ زمین پر موجود جملہ تازہ پانی کا صرف 0.5 فیصد جھیلوں، ڈیموں اور دریاؤں میں موجود ہے۔

☆ آج کل، دریاء اور جھیلیں آلودہ ہورہی ہیں اور خطرہ کی گھنٹیاں بجا رہی ہیں، الہٰذا ہر کسی کو پانی کے تحفظ کے لیے سخت محنت کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔

3.6۔ تمثیلی سوالات برائے امتحانات

I۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 1 یا 2 جملوں میں لکھیے۔

1۔ موسم سے کیا مراد ہے؟

2۔ مانسون ' کن عرض البلدوں ' پر تشکیل پاتے ہیں؟

II۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 4 یا 5 جملوں میں لکھیے۔

1۔ تلنگانہ میں بلند ترین درجہ حرارت کس مقام پر درج کیا گیا ہے؟ اس کی کیا وجوہات ہیں؟

2۔ تجارتی ہواؤں اور مانسون میں فرق بیان کیجیے۔

III۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 8 یا 10 جملوں میں لکھیے۔

1۔ ہمالیائی دریاؤں اور جزیرہ نما ہند کی دریاؤں میں فرق بیان کیجیے۔

2۔ ہندوستانی آب وہوا پر اثر انداز ہونے والے عوامل کیا ہیں؟ کسی دو کی وضاحت کیجیے۔

IV۔ کثیر جوابی سوالات

1۔ شمال مشرقی مانسون کے موسم کے دوران اس علاقے میں طوفان تشکیل پاتے ہیں۔ (   )

A) لکشادیپ   B) انڈومان

C) تلنگانہ   D) دہلی

2۔ مغرب کی جانب بہنے والی دیا ئیں (   )

A) گوداوری، کرشنا   B) تنگبھدرا، کاویری

C) نرمدا، تاپتی   D) مہاندی، دامودرندی

3.7۔ حوالہ کتاب

☆ SCERT کی شائع کردہ سماجی علم کی درسی کتاب۔

4

قدرتی وسائل
Natural Resources

4.0۔ آموزشی ماحاصل

☆ قدرتی وسائل کی خصوصیات کی وضاحت کریں گے۔

☆ قدرتی وسائل کی درجہ بندی کریں گے۔

☆ قدرتی وسائل کی اہمیت کو بیان کریں گے۔

☆ قدرتی وسائل میں کمی ہونے کی اسباب کا تجزیہ کریں گے۔

☆ وسائل کے تحفظ کے اقدامات کی تجاویز پیش کریں گے۔

☆ سبز توانائی کے استعمال کو فروغ دیں گے۔

4.1۔ تمہید

12/ ستمبر 2020 ٹائمس آف انڈیا

قدرتی وسائل کی حفاظت کی خاطر جانوں کی قربانی دینے والوں کو سلام پیش کیا گیا

دھارواڑ: محکمہ جنگلات دھارواڑ نے یوم شہیداں جنگلات مناتے ہوئے قدرتی وسائل کے تحفظ بالخصوص ہندوستان کے عظیم جنگلات کی خاطر اپنی جانوں کو گنوانے والے بہادروں کی یاد تازہ کرتے ہوئے جمعہ کے دن انھیں تہنیت پیش کی۔ شہداء کی یاد میں تین راؤنڈ گولیاں ہوا میں فائر کرتے ہوئے دومنٹ کی خاموشی اختیار کی گئی۔

اس موقع پر پرنسپل ضلع سیشن جج دھارواڑ جناب اومیش آدیگا، ڈپٹی کمشنر نتیش پاٹل اور صدرنشین محافظ جنگلات (دھارواڑ حلقہ) منجوناتھ تقریب میں حصہ لینے والوں میں شامل تھے۔ ان لوگوں نے شہداء کے اعزاز میں تعمیر کردہ یادگار پر چادرگل پیش کی۔

''نوجوانوں کو قدرتی وسائل کی حفاظت کی اہمیت سے آگاہ ہونا چاہیئے۔ غیر محفوظ جنگلات کو بچانے کی خاطر اپنی جان کو جوکھم میں ڈالنے والوں کی لگن اور قربانی کو سراہنا چاہیئے۔ کسی ایسی ملازمت میں رہنا جہاں خود کی اور جنگل کی حفاظت کرنا ہو ایک چیلنج سے بھرپور کام ہے۔'' اومیش آدیگا نے کہا، انھوں نے متعلقہ عہدیداروں کو ہدایت کی کہ شہداء کے افراد خاندان کو مناسب معاوضہ کی ادائیگی کو یقینی بنائیں۔ انھوں نے مزید کہا کہ قدرتی وسائل کا تحفظ محض محکمہ جنگلات کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ عوام کی بھی ہے جنھیں، انھوں کہا کہ، چاہئے کہ قدرتی دولت کے تحفظ میں قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ساتھ تعاون کریں۔

☆ غور کریں اس مضمون میں کن پہلوؤں پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔

☆ ان پہلوؤں میں سے کسی ایک سے متعلق اپنی زندگی کی یادداشت کو تازہ کیجیے اور اسے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اشتراک کیجیے۔

☆ اخبارات سے مشابہ مضامین جمع کیجیے۔

4.2۔ قدرتی وسائل

کوئی شئے یا زریعہ جو ضرورت کی تشفی کے لیے درکار ہوتا ہے، وسیلہ کہلاتا ہے۔ وسائل جو انسانی دخل اندازی کے بغیر قدرتی طور پر تشکیل پاتے ہیں، قدرتی وسائل کہلاتے ہیں۔ یہ وسائل ہمارے سیارے کا ایک حصہ ہیں۔ یہ ہمارے اطراف تشکیل پاتے ہیں۔ یہ وسائل دیگر اشیاء کی پیداوار کے لیے بطور خام مال استعمال ہوتے ہیں۔ ہمارے اطراف کئی وسائل پائے جاتے ہیں لیکن ان میں سے چند ہی مفید مانے جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یہ اس لیے کہ انسان ان وسائل کو دیگر کے مقابلے اہمیت دیتے ہیں۔ یہ تمام وسائل بنی نوع انسانی کے لیے صحت، دولت اور خوشحالی کا ذریعہ ہیں۔

مشغلہ

قدرتی وسائل کی فہرست ترتیب دیجیے جنھیں آپ روزانہ، اکثر استعمال کرتے ہیں اور کبھی استعمال نہیں کیا۔ اور درج ذیل جدول کو مکمل کریں۔

جدول۔1: قدرتی وسائل کا استعمال

قدرتی وسائل	روزانہ	اکثر	کبھی استعمال

4.3۔ قدرتی وسائل کی درجہ بندی

کیا تمام قدرتی وسائل ایک جیسے ہوتے ہیں؟ کیا ان کے مابین کوئی اختلافات پائے جاتے ہیں؟ قدرتی وسائل کی درج ذیل طریقہ سے درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔

قدرتی وسائل
- قابل تجدید وسائل
- نا قابل تجدید وسائل

قابل تجدید وسائل: ایسے وسائل جنھیں دوبارہ قابل استعمال بنایا جاسکتا ہے، جن کے استعمال سے ان میں کمی واقع نہیں ہوتی

ہے، قابل تجدید وسائل مانے جاتے ہیں۔

مثلاً: شمسی توانائی، ہوا

نا قابل تجدید وسائل: ایسے وسائل جن کے استعمال سے کمی واقع ہوتی ہے اور جنھیں دوبارہ قابل استعمال بنانا مشکل ہے، نا قابل تجدید وسائل کہلاتے ہیں۔

مثلاً: رکازی ایندھن، معدنایات (کوئلہ، لوہا، ابرک وغیرہ۔)

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ درج ذیل جدول کو مکمل کیجیے۔

قدرتی وسائل	وسائل کی قسم	وسائل کا استعمال

2۔ آپ اپنے اطراف کس قسم کے قدرتی وسائل کا مشاہدہ کرتے ہیں؟ مثالیں دیجیے۔

4.4۔ توانائی کے قابل تجدید ذرائع

آبادی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ وسائل کی ضرورت میں کثیر اضافہ ہوا ہے۔ ایک جانب نا قابل تجدید وسائل کی کھدائی میں تخفیف کرنا فوری ضروری ہے تو دوسری جانب بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کا بندوبست کرنا نوع انسانی کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ اس صورتحال میں، کیا کوئی ایسا متبادل توانائی کا ذریعہ ہے جو موجودہ ضروریات کی تشفی کے ساتھ ساتھ مستقبل کی نسلوں کے لیے وسائل کا تحفظ کرتا ہو؟ اس کا حل موجودہ اور مستقبل کی نسلوں کی ضروریات کی تشفی کی خاطر قابل تجدید ذرائع توانائی کا استعمال ہے۔ ایک قابل تجدید زریعہ توانائی سے مرادوہ ذریعہ توانائی ہے جسے قدرت زیادہ تر اوقات فراہم کرتی ہے جیسے سورج کی روشنی، ہوائیں، سمندری موجیں وغیرہ۔ عام طور پر یہ ذرائع توانائی نا قابل تجدید ذرائع توانائی کے متبادل ذرائع توانائی کے طور پر مانے جاتے ہیں۔ ان ذرائعوں سے تیار ہونے والی توانائی **سبز توانائی** کہلاتی ہے۔ مثال کے طور پر ہائیڈرو (آبی) توانائی، شمسی توانائی، ارضی حرارتی (جیوتھرمل) توانائی وغیرہ۔ مندرجہ ذیل قابل تجدید ذرائع توانائی کی مختلف قسمیں ہیں:

1) **حیاتی مادہ کی توانائی (Bio Mass Energy)** : توانائی کی تیاری کے لیے نامیاتی مادہ کو استعمال کیا جاتا ہے جو کہ پودوں اور جانوروں سے حاصل ہوتا ہے۔

2) **آبی توانائی (Hydro Power)**: پانی ایک وسیلہ ہے جس سے بجلی کی تیاری کی جاتی ہے۔

3) **ارضی حرارتی توانائی (Geo Thermal Energy)**: زمین کے اندرونی حصوں سے خارج ہونے والی حرارت کے استعمال سے توانائی کی تیاری کی جاتی ہے۔

4) **ہوا کی توانائی (Wind Energy)**: ہوائی پن چکیوں کے استعمال سے ہوائیں چلنے کے دوران بجلی کی تیاری کی جاتی ہے۔

5) **شمسی توانائی (Solar Energy):** سورج سے خارج ہونے والی حرارات کے ذریعہ توانائی کو تیار کیا جاتا ہے۔

6) **موجی توانائی (Tidal Energy):** سمندری موجوں کے اتار چڑھاؤ کے ذریعہ موجی توانائی تیار کی جاتی ہے۔

ناقابل تجدید وسائل: درج ذیل ہندوستان کے نقشہ میں ناقابل تجدید ذرائعوں کی موجودگی کا مشاہدہ کیجیے۔

Map 4.1: India - Minerals

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ سبز توانائی کے استعمال کا شعور اجاگر کرنے کی غرض سے ایک ورقیہ تیار کیجیے۔

2۔ آپ اپنی روزمرہ زندگی میں سبز توانائی کا کیسے استعمال کرتے ہیں؟

4.5۔ قدرتی وسائل کی اہمیت

کرہ زمین واحد سیارہ ہے جو کہ زندگی کو بقا فراہم کرتا ہے۔ جو کہ قدرتی وسائل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ زندگی محض قدرتی وسائل کی وجہ سے موجود ہے اور اپنی موجودگی کو برقرار رکھی ہوئی ہے۔ کرہ زمین پر زندگی حیاتی اور غیر حیاتی وسائل کے ساتھ تعامل سے برقرار ہے۔

قدرتی وسائل کے فوائد

غریب عوام کے لیے فائدہ مند ہے: غریب لوگ عام طور پر اپنی چند ضروریات کی تشفی کے لیے قدرتی وسائل پر انحصار کرتے ہیں۔ بالخصوص جب ان کے پاس خرچ کرنے کے لیے رقم نہیں ہوتی ہے تو انھیں اپنی غذائی اور رہائشی ضروریات کی تکمیل کی خاطر درختوں اور جانوروں پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹی چوٹوں کے علاج کے لیے وہ جڑی بوٹیوں کا استعمال کرتے ہیں۔

روزگار پیدا کرتے ہیں: قدرتی وسائل خاص طور پر دیہی افراد کے لیے روزگار فراہم کرتے ہیں۔ زراعت آج بھی کئی مما لک کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی طرح ہے۔ زرخیز مٹی اور پانی کی دستیابی صنعت اور خدمات کے شعبوں میں بھی روزگار کی فراہم کرتے ہیں۔ دیہی علاقوں میں یہ وسائل غیر زرعی سرگرمیوں کی نشونما میں کافی اہم رول ادا کرتے ہیں۔ بعض اوقات یہ وسائل قدرتی سرمایہ بن جاتے ہیں۔ صنعتی انقلاب کے بعد سے پہلی بار یہ مشاہدہ کیا جا رہا ہے کہ صنعتی شعبہ میں روزگار میں کمی ہوئی ہے۔ تاہم، قابل تجدید توانائی کے شعبہ میں روزگار میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ زرعی اور صنعتی شعبوں میں پائیدار طریقوں پر عمل کرنے سے بھی زیادہ روزگار پیدا ہوتا ہے۔

معیشت کی ریڑھ کی ہڈی: قدرتی وسائل کو کسی بھی ملک کی معیشت کے لیے اعزاز سمجھا جاتا ہے۔ قدرتی وسائل کے بغیر اشیاء اور خدمات کی پیداوار اور تقسیم نہیں ہوسکتی ہے۔ یہ معیشت کے تینوں شعبوں یعنی زراعت، صنعت اور خدمات؛ میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ غربت کی تخفیف اور روزگار میں اضافہ کرنے کے ذریعہ معیشت کے دو اہم چیلنجوں کے مسئلہ سے نمٹتے ہیں۔ لہذا، قدرتی وسائل کو کسی ملک کی معیشت کی ریڑھ ہڈی کہنا مبالغہ نہ ہوگا چونکہ یہ پائیدار ترقی کی راہ فراہم کرتے ہیں۔ لہذا، یہ کہا جاسکتا ہے کہ قدرتی وسائل کی قدر و قیمت پیداوار کی گئی اشیا کی قدر سے زائد ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ قدرتی وسائل کی اہمیت پر ایک پوسٹر تیار کیجیے۔

4.6۔ قدرتی وسائل میں کمی

کیا انسان قدرتی وسائل کا حد زیادہ یا غیر واجبی استعمال کر رہے ہیں؟ اگر قدرتی وسائل کا استعمال ان کی دوبارہ تجدید سے زیادہ تیز تر ہو تو قدرتی وسائل میں کمی ہونے لگتی ہے۔ اگر کوئی وسیلہ مسلسل نکالا جائے تو عنقریب یہ ایک کمیاب وسیلہ بن جاتا ہے اور

آخر کار یہ ناپید بھی ہوسکتا ہے۔قدرتی وسائل بالخصوص نا قابل تجدید وسائل کی دوبارہ تجدید کے عمل کے لیے لاکھوں سالوں کا عرصہ لگ سکتا ہے۔دراصل،ان وسائل کا مسلسل نکالنا ان وسائل میں کمی کا باعث ہوتا ہے۔اگر یہ وسائل موجود نہ ہوں تو یہ زمین پر زندگی کے وجود کے لیے بہت بڑا خطرہ ہوگا۔اگر نا قابل تجدید وسائل کا بلاتعطل اخراج ہوتا رہے تو مستقبل کی نسلیں ان وسائل کو حاصل نہیں کر سکیں گی اور موجودہ نسل بھی آلودگی سے پیدا ہونے والے مسائل کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔

قدرتی وسائل میں کمی کے اسباب

آبادی میں دھماکو خیز اضافہ: آبادی میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے جو کہ قدرتی وسائل کی کھپت میں اضافہ کا سبب ہوگا۔ بڑھتی ہوئی طلب کو پورا کرنے کی خاطر زیادہ وسائل کو نکالنا پڑے گا جس کی وجہ سے وسائل میں کمی واقع ہوگی۔

جنگلات کا کٹاؤ: بڑھتی ہوئی آبادی کی غذائی اور رہائشی ضروریات کی تکمیل کی خاطر جنگلاتی علاقہ کی کٹائی کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ زمین کو زیرِ زراعت لایا گیا۔جس کا ماحولیات اور معیشت پر منفی اثر پڑا۔

صنعتی انقلاب: صنعتی انقلاب بے شمار ٹکنالوجیکل ترقیاں لایا۔مشینوں اور ٹکنالوجی کے استعمال سے پیداوار میں اضافہ ہوا، جس سے خام مال کی طلب میں بہت بڑا بڑھاوا ہوا۔

قدرتی وسائل میں کمی کا اثر

☆ قدرتی وسائل کا زیادہ مقدار میں اخراج کرنے سے اس مقام کی آب و ہوا پر منفی اثر پڑتا ہے۔عالمی درجہ حرارت میں اضافہ کی وجہ سے دنیا بھر میں آب وہوا کی نوعیت میں تبدیلی واقع ہورہی ہے۔اس کی وجہ سے تباہ کن سیلابوں کے وقوع ہونے،گلیشیئر کے پگھلنے سے آبی سطح میں اضافہ ہوکر جزائر کا غرقاب ہوجانے وغیرہ جیسے کئی مسائل لوگوں کے لیے پیدا ہورہے ہیں۔

☆ قدرتی وسائل کے بے تحاشہ استعمال سے جانوروں اور درختوں کی کئی انواع ناپید ہوتی جارہی ہیں۔

☆ اس طرح،وسائل کی کمی آخر کار زمین پر زندگی کی تباہی کا باعث ہوگی۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ ایسے درختوں،پودوں،جانوروں،پرندوں،آبی مخلوقات کی فہرست ترتیب دیجیے جو کہ ناپید ہوچکے ہیں یا ناپید ہونے کے قریب ہیں۔

2۔ قرب ناپید مخلوقات یا درختوں کے تحفظ کا شعور اجاگر کرنے کے لیے ایک ورقیہ تیار کیجیے۔

4.7۔ قابل تجدید ذرائع توانائی

وسائل کی بچت ہی وسائل کی پیداوار ہے۔زمین پر زندگی کی برقراری کی خاطر وسائل کے تحفظ کی فوری ضرورت لاحق ہے۔وسائل کا تحفظ صحت مند اور پائیدار ترقی کی جانب اقدام ہوگا۔

قدرتی وسائل کا تحفظ

قدرتی وسائل کے تحفظ کی خاطر مندرجہ ذیل سرگرمیوں پر فوری عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

- ☆ ناقابل تجدید وسائل کے اخراج میں بتدریج کمی لانا چاہیئے۔
- ☆ خام مال کے استعمال کے متبادل ذرائعوں کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہیئے۔
- ☆ قابل تجدید وسائل کی پیداوار اور استعمال کو بڑے پیمانے پر شروع کیا جانا چاہیئے۔ اگر قابل تجدید وسائل کی پیداوار میں اضافہ ہوگا تو، وسائل کی قیمت میں کمی ہوگی اس طرح اس کا استعمال ہر کسی کی پہنچ میں ہوگا۔
- ☆ وسائل کی پیداوار اور تصرف کے طریقہ کار کو وسائل کے تحفظ میں تبدیل کریں۔
- ☆ کوڑے کے انتظام کو فروغ دیا جائے۔
- ☆ استعمال شدہ پانی کا انتظام اور اس کا دوبارہ استعمال کو 4 R's پر سختی سے عمل کرتے ہوئے فروغ دیا جانا چاہیئے۔

4 R's حسب ذیل ہیں:

- ☆ Reduce(تخفیف) : وسائل کا کم استعمال
- ☆ Reuse(دوبارہ استعمال) : وسائل کو متعدد بار استعمال
- ☆ Recycle(دوبارہ کارآمد بنانا): وسائل کو مزید استعمال کے لیے دوبارہ کارآمد بنانا
- ☆ Refuse(انکار) : اگر آپ کو ضرورت لاحق نہیں ہے تو وسائل کے استعمال سے انکار کردیں۔
- ☆ معاشرہ کے مختلف طبقات میں قدرتی وسائل کے تحفظ کی خاطر شعور بیدار کرنا چاہیئے۔
- ☆ غیر تخریبی (غیر تحلیلی) اشیاء کے استعمال کو ترک کرنا چاہیئے۔
- ☆ لوگوں، اداروں اور حکومت کی مشترکہ کوششوں کو روبہ عمل لانا چاہیئے۔ اس طرح، قدرتی وسائل کا تحفظ آسان ہوجاتا ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ پچھلے چھ ماہ کی پانی کی بلوں کو جمع کیجیے، ان پر ریڈنگ کا مشاہدہ کیجیے۔ اپنے افراد خاندان، پڑوسیوں میں پانی کے تحفظ کا شعور بیدار کیجیے۔

2۔ زیر زمین پانی کی نکاسی میں تخفیف کی ضرورت پر پوسٹر تیار کیجیے۔

3۔ اپنے علاقہ میں بارش کے پانی کو محفوظ کرنے کے گڑھوں (Rain Harvesting Pits) کی کھدائی کی ضرورت پر شعور بیدار کیجیے۔

اس طرح، قدرتی وسائل کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ انسانوں کے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے کہ وہ ان وسائل کا تحفظ کریں۔ یہ تمام لوگوں، اداروں اور حکومت کا بنیادی فرض ہے کہ وہ مشترکہ طور پر یہ کوششیں کریں کہ ان وسائل کا محدود مقدار میں استعمال کرتے ہوئے ان کو آنے والی نسلوں تک منتقل کریں۔

4.8۔ خلاصہ (کلیدی نکات)

☆ وسائل جوانسانی دخل اندازی کے بغیر قدرتی طور پر تشکیل پاتے ہیں، قدرتی وسائل کہلاتے ہیں۔
☆ ایسے وسائل جنھیں دوبارہ قابل استعمال بنایا جاسکتا ہے، قابل تجدید وسائل کہلاتے ہیں۔
☆ ایسے وسائل جنھیں دوبارہ قابل استعمال بنانا مشکل ہے، نا قابل تجدید وسائل کہلاتے ہیں۔
☆ ہندوستان میں مختلف قدرتی وسائل پائے جاتے ہیں جو پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔
☆ قدرتی وسائل کا کثرت سے اخراج ان وسائل میں کمی کا باعث ہوتا ہے جس کا انسانی زندگی پر منفی اثر پڑتا ہے۔
☆ قدرتی وسائل کی حفاظت اور تحفظ ملک کے ہر شہری کا فرض ہے۔

4.9۔ تمثیلی سوالات برائے امتحانات

I۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 1 یا 2 جملوں میں لکھیے۔

1۔ قدرتی وسائل سے کیا مراد ہے؟
2۔ رکازی ایندھن کو نا قابل تجدید وسیلہ کیوں سمجھا جاتا ہے؟
3۔ کوئی تین قابل تجدید وسائل کے نام لکھیے۔

II۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 4 یا 5 جملوں میں لکھیے۔

1۔ سبز توانائی کے مختلف وسائل کی وضاحت کیجیے۔
2۔ قدرتی وسائل کی کیا اہمیت ہے؟

III۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 8 یا 10 جملوں میں لکھیے۔

1۔ قدرتی وسائل میں کمی کے کیا اسباب ہیں؟ اس کا کیا اثر پڑتا ہے؟
2۔ آپ قدرتی وسائل کا تحفظ کس طرح کرتے ہیں؟

IV۔ کثیر جوابی سوالات

1۔ اس توانائی کے ذریعہ کو ہر خاندان آسانی سے استعمال کرسکتا ہے۔ (   )
A) موجی توانائی B) ہوائی توانائی
C) شمسی توانائی D) ارضی حراری توانائی

2۔ غلط جملہ کی شناخت کیجیے۔ (   )
A) قدرتی وسائل کا تحفظ ہر شہری کا فرض ہے۔
B) ایسے وسائل جنھیں دوبارہ قابل استعمال بنانا مشکل ہے قابل تجدید وسائل کہلاتے ہیں۔
C) ایسے وسائل جنھیں دوبارہ قابل استعمال بنایا جاسکتا ہے قابل تجدید وسائل کہلاتے ہیں۔
D) جنگلات کا کٹاؤ قدرتی وسائل میں کمی کا ایک سبب ہے۔

4.10 حوالہ کتاب

☆ سماجی علم کی درسی کتاب، نشر کردہ، SCERT، تلنگانہ

5
برِّ اعظم اور بحرِ اعظم
Continents and Oceans

5.0 آموزشی محاصل:

☆ براعظموں کی تشکیل کی وضاحت کرتا ہے۔

☆ دنیا کے نقشے میں براعظم اور بحراعظم کی نشاندہی کرتا ہے۔

☆ مختلف براعظموں کی جھلکیاں بیان کرتا ہے۔

☆ بحراعظموں کی توسیع کی وضاحت کرتا ہے۔

☆ سمندری وسائل کی توضیح کرتا ہے۔

☆ سمندری آلودگی پر تبصرہ کرتا ہے۔

5.1 تعارف

ہم اس زمین پر اربوں سالوں سے جانوروں، نباتات اور حیوانات کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔ اس زمین پر انسانی زندگی کی ابتداء کئی ملین سالوں پہلے ہوئی تھی۔ دوسری مخلوقات کے برعکس انسان اس کوشش میں ہے کہ زمین کو رہنے کے لئے ایک بہتر جگہ بنائی جائے۔ زمینی وسائل کی لوٹ مارنے جنگلات، دریا اور پہاڑوں کو تباہ کردیا ہے۔

براعظموں اور بحراعظموں کو زمین کی ارتقاعی خصوصیات کے پہلے درجہ کے زمینی اشکال کہا جاتا ہے۔ پانی کے سب سے بڑے حصے کو بحراعظم یا سمندر کہا جاتا ہے۔ جغرافیہ نہ صرف زمین کی اندرونی ساخت کا احاطہ کرتا ہے بلکہ براعظموں اور بحراعظموں کا بھی کرتا ہے۔ ہمیں جغرافیہ کا مطالعہ کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اگر ہم اس زمین پر آرام دہ زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو ہمیں مختلف براعظموں اور علاقوں کو جاننا ضروری ہوگا۔

5.2 زمین کا ارتقاء

سائنس دانوں کا خیال ہے کہ زمین ایک بہت ہی گرم سیارہ تھا۔ اور وقت گزرنے کے ساتھ زمین کی صرف اوپری پرت سخت ہوگئی اور مرکزی کرّہ ابھی بھی گرم مائع کی شکل میں ہے۔ اگر زمین کی اندرونی ساخت ٹھنڈی اور سکڑے گی تو زمین کی اوپری پرت بھی تہہ دار ہوکر اُونچے پہاڑ، نشیبی علاقے اور پھر سمندروں کی شکل اختیار کرے گی۔ زمین کی فضاء مختلف گیسوں اور آبی بخارات کا مجموعہ ہے۔ سازگار فضاء میں زندگی گزارنے کے لئے ایک عرصہ لگا۔

Map 5.1:

زمین کی زیادہ تر تاریخ بنجر اور بغیر زندگی کی رہی۔اس کے بعد زندگی کی شروعات سمندروں میں ہوئی۔ یہ آہستہ آہستہ نمو پاتے ہوئے مختلف نباتات اور جانداروں بشمول انسانوں کی شکل اختیار کی۔ یہ عمل کئی ملین سالوں پر محیط رہا۔

اگر ہم زمین کی اندرونی ساخت کا مشاہدہ کریں گے تو زمین کی سطح اور زمین کے مرکز o کا فاصلہ تقریباً 6,000 کیلومیٹر ہے۔ زمین کی اندرونی پرتیں نہایت ہی گرم ہیں۔اسی وجہ سے زمین کی اندرونی پرت میں دھاتیں اور چٹانیں مائع شکل میں پائی جاتی ہیں۔ زمین کے کئی حصوں میں زمین کی اوپری مائع شکل میں پائی جاتی ہیں۔زمین کے کئی حصوں میں زمین کی اوپری پرت، درمیانی پرت سے جاملتی ہے اور مائع کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔زمین کے پرتوں کے بننے اور بگڑنے کے مسلسل عمل سے ہم پر یہ حقائق واضح ہوتے ہیں کہ ہماری زمین اب بھی بہت زیادہ فعال ہے۔زمین کی اس پرت پر زلزلے اور آتش فشاں بھی اسی وجہ سے عمل میں آتے ہیں۔

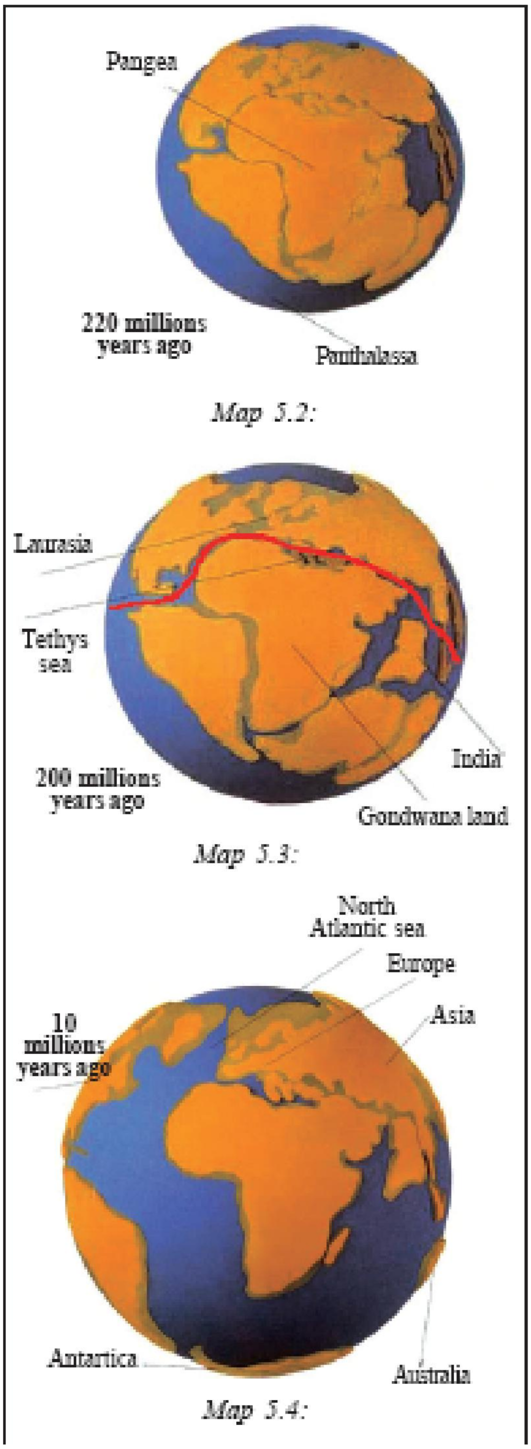

Map 5.2:
Map 5.3:
Map 5.4:

5.3۔ نقشہ میں حرکات اور تبدیلیاں

سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ زمین کی تاریخ میں نہایت ہی دلچسپ اور حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے ہیں۔20 ویں صدی کی ابتداء میں جرمن ماہر موسمیات اور ماہر طبعیات الارض الفریڈ ویگنر نے براعظمی ہٹاؤ کے نظریہ کو پیش کیا۔ جس میں براعظموں اور بحراعظموں کی موجودہ ترتیب کی وضاحت اور کچھ حد تک تشریح کی گئی۔اس کے مفروضے کے مطابق پانی کے بڑے حصے پر مشتمل تھا جس کا نام Panthalasa تھا۔Pangaea ایک مفروضی براعظم ہے۔اس کے مفروضے کے مطابق Pangaea دو حصوں پر مشتمل ہے۔

Laurasia یا انگارالینڈ

Gondwana Land۔گونڈوانہ لینڈ

یہ دونوں حصوں کو ایک لانبے کم گہرے سمندر (جس کو Tethys سمندر کہا جاتا تھا) نے جدا کردیا تھا۔موجودہ براعظموں کو کرۂ ارض پر موجودہ اشکال اور مقامات حاصل کرنے کے لئے کئی ملین سال کا عرصہ لگا۔

آج بھی بہت سے براعظم آہستہ آہستہ حرکت کرتے

ہیں۔اسی دو بڑے اعظموں کی وجہ سے موجودہ علاقے وجود میں آئے ہیں۔ جزیرہ نما ہند گونڈوانہ علاقے میں موجود ہے۔تقریباً 200 ملین سالوں پہلے گونڈوانہ لینڈ ٹکڑوں میں بٹ گئی اور جزیرہ نما ہند کا ٹکڑا شمال مشرق کی طرف حرکت کرتے ہوئے بہت بڑے ٹکڑے Eurasian (انگارالینڈ) سے متصادم ہو گیا۔تصادم اور بہت بڑے دباؤ کی قوت کے نتیجہ میں پہاڑ کئی ملین سالوں کے دوران شکن زدہ (Folding) طریقہ سے بلند ہو گئے۔مثال کے طور پر ہمالیہ۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1۔ Pangaea کیا ہے؟

2۔ جزیرہ نما ہندوستان کس ٹکڑے سے متصادم ہوا؟

5.4۔ براعظم

زمین کے بڑے حصے براعظم کہلاتے ہیں۔ان براعظموں کو بحر اعظم اور سمندر جدا کرتے ہیں۔زمین کو سات براعظموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

بحر اعظم: بحر اوقیانوس، بحر الکاہل، بحر ہند، بحر آرکٹک (بحر منجمد شمالی)، بحر جنوبی (بحر منجمد جنوبی)

براعظم: ایشیاء، یوروپ، آفریقہ، شمالی امریکہ، جنوبی امریکہ، آسٹریلیا اور انتارتیکا۔

اگر ہم دنیا کے نقشے پر نظر ڈالیں گے تو پتہ چلے گا کہ زیادہ تر براعظم شمالی نصف کرّہ میں پائے جاتے ہیں۔اب ہم براعظموں کے بارے میں جانتے ہیں۔

مشغلہ

مندرجہ ذیل نقشہ میں بحر اعظموں اور براعظموں کی نشاندہی کیجئے۔

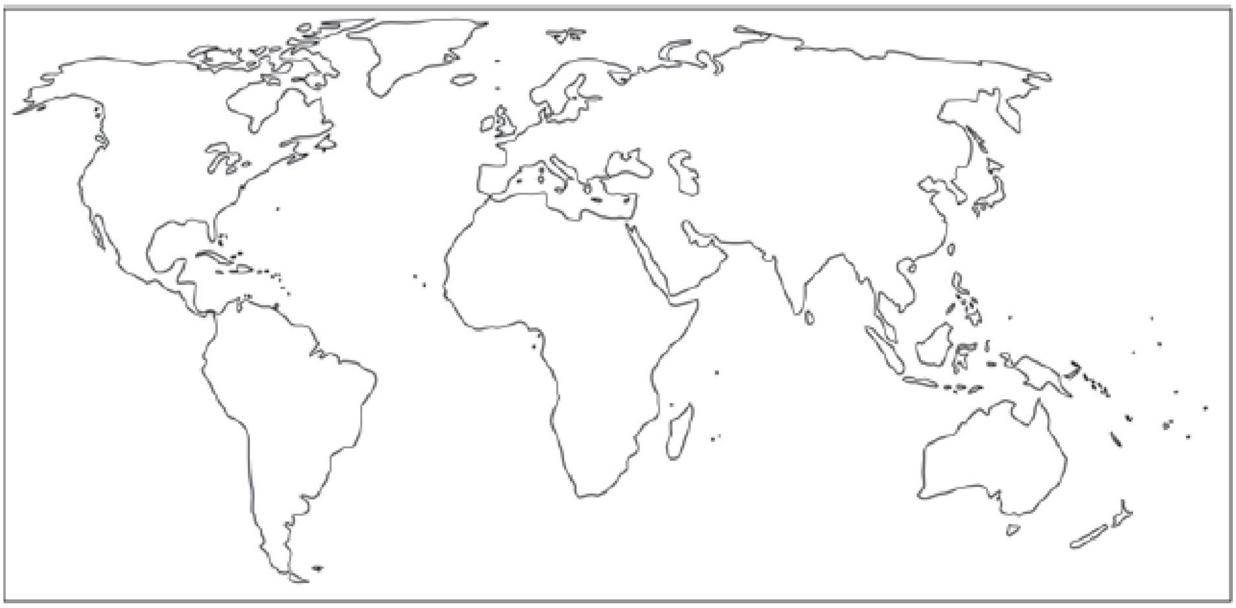

5.4.1۔ براعظم ایشیاء:

ایشیاء سب سے بڑا براعظم ہے۔ یہ براعظم مشرق میں بحرالکاہل سے لے کر مغرب میں بحر روم تک پھیلا ہوا ہے۔ دنیا کے زمینی حصہ میں ایشیاء ایک تہائی حصہ پر مشتمل ہے۔ براعظم ایشیاء 10^0 جنوبی عرض بلد سے لے کر 80^0 شمالی عرض بلد کے درمیان موجود ہے۔اصل زمینی حصہ شمالی نصف کرہ میں پایا جاتا ہے۔ براعظم ایشیاء 25^0 مشرقی طول البلد سے لے کر 170^0 مغربی طول البلد تک پھیلا ہوا ہے۔مغرب کی جانب یورال پہاڑ، جنوب میں بحر ہند،مشرق میں بحرالکاہل اورشمال میں آرکٹک سمندر سے گھرا ہوا ہے۔

پہاڑ،میدان اوردریا:

تمام براعظموں میں سب سے زیادہ پہاڑی سلسلے ایشیاء میں پائے جاتے ہیں۔ 50 اُونچی چوٹیاں ایشیاء میں موجود ہیں۔ ماؤنٹ ایورسٹ دنیا کا سب سے بلند پہاڑ ہے،جس کی بلندی 8,848 میٹرس ہے۔دوسرا بلند پہاڑ K2 ہے جوکہ قراقرم سلسلہ میں موجود ہے۔یہ ہندوستان کا سب سے بلند پہاڑ ا ہے۔ ہندوکُش پہاڑی سلسلہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔

ہندوستان میں کئی سطح مرتفع پائے جاتے ہیں۔تبت کا سطح مرتفع دنیا کا سب سے بلند سطح مرتفع ہے۔اس لئے اس کو"دنیا کی چھت" کہا جاتا ہے۔یہ گلیشیئرس کا منبع ہے۔دکن کا سطح مرتفع سب سے قدیم سطح مرتفع ہے جوکہ براعظم ایشیاء کے جنوبی حصے میں پایا جاتا ہے۔

دریائیں جیسے گنگا، سندھ، برہم پترا، گوداوری اور کرشنا ہندوستان کی اہم دریائیں ہیں۔Tigris اور Euphrates عراق میں، Yangtze چین میں، Hong Kong، Mekong اور Irrawaddy دریائیں میںنمار میں پائی جاتی ہیں۔ان تمام میں دریائے گنگا اوردریائے سندھ کے میدان اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ دنیا کے سب سے زیادہ زرخیز میدان ہیں۔

براعظم ایشیاء میں کئی جزیرے پائے جاتے ہیں۔فلپائنPhilippines، انڈونیشیاء، جاپان اورتائیوان جزائرمما لک ہیں۔ انڈونیشیاء دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ ملک ہے۔ ہندوستان کے انڈومان اورنکوبار اورلکشا دیپ علاقے بھی جزیرہ ہیں۔

آب وہوا:

یہ براعظم قطب شمالی کے سائبیریائی خطے سے لے کر استوائی انڈونیشیاء کے علاقے تک مختلف موسموں کی خصوصیت کے ساتھ پھیلا ہوا ہے۔ ہمالیائی پہاڑی سلسلے جوکہ وسطی ایشیاء میں مشرق سے مغرب تک پھیلا ہوا ہے۔اس پہاڑی سلسلہ کا اثر یہاں کے موسم پر پڑتا ہے۔وسطی ایشیاء میں موسم سرما انتہائی سرد ہوتا ہے۔یعنی 0^0 سے بھی کم دیکھا گیا ہے۔Verkhoyank انتہائی سرد مقام ہے، جو سائبیریائی خطے میں ہے جس کا درجہ حرارت $-67.68\ ^0$ دیکھا گیا۔ براعظم ایشیاء میں موسم گرما انتہائی گرم ہوتا ہے۔اور ہوائی دباؤ کم ہوتا ہے۔موسم گرما کے دوران، خطِ استوائی سمندر میں زیادہ فضائی دباؤ پایا جاتا ہے۔موسم گرما کے دوران ہندوستان کے وسط سے اور شمالی مشرق حصے سے ہوائیں چلتی ہیں۔

اس قسم کا موسم مانسونی موسم کہلاتا ہے۔ مانسرم، ہندوستان کے شمالی مشرقی حصہ میں پایا جاتا ہے۔ دنیا کا سب سے زیادہ بارش زدہ علاقہ ہے۔ مانسون کے دوران فلپائن، انڈونیشیاء، ملیشیاء، جنوبی چین اور جاپان میں تیز بارش دیکھی جاتی ہے۔

زراعت:

ایشیائی عوام کا اہم پیشہ زراعت ہے۔ زراعت کے لئے زرخیز مٹی، معقول دریائی نظام، آب و ہوائی حالات وغیرہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ براعظم میں قدیم روایتی زراعت کے طریقہ سے لے کر جدید زراعتی طریقے پر عمل آوری ہو رہی ہے۔ کاشت کاری تین طریقوں سے یعنی منتقلی کاشت کاری، انتہائی کاشت کاری اور وسیع کاشت کاری کی جاتی ہے۔ غذائی فصلیں جیسے چاول، چائے، تمباکو، وغیرہ کو بڑے پیمانے پر اُگایا جاتا ہے۔ اس براعظم کے اہم قدرتی معدنیاتی ذرائع مینگنیز، باکسائیٹ، میکا، ٹن، کوئلہ، تیل، قدرتی گیس ہیں۔

آبادی:

دُنیا کی آبادی کا 60 فی صد حصہ براعظم ایشیاء میں پایا جاتا ہے۔ دنیا کی ایک تہائی آبادی کا حصہ چین اور ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ ایشیاء میں 40 سے زیادہ ممالک موجود ہیں۔ شمالی مشرق سائبیریا کے حصے، صحرائے عرب اور تھار میں کم آبادی پائی جاتی ہے۔ سب سے زیادہ آبادی بنگلہ دیش میں اور سب سے کم آبادی منگولیا میں پائی جاتی ہے۔ زیادہ تر آبادی دریاؤں، میدانوں اور ڈیلٹائی شہروں میں پھیلی ہوئی ہے۔ ایشیاء کی زیادہ تر آبادی دیہی علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کریں۔

تقریباً 24 بلین سال پہلے زمین پر بڑے ڈائنوسار کا وجود ہوا تھا۔

1۔ شمالی نصف کرہ میں پائے جانے والے براعظموں کے نام لکھئے۔

5.4.2۔ آفریقہ

آفریقہ دنیا کا دوسرا بڑا براعظم ہے۔ یہ $37^{0}3'$ شمالی عرض بلد سے لے کر 35^{0} جنوبی عرض بلد کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ اس براعظم سے خطِ استواء، خط سرطان، خط جدی اور گرین وچ نصف النہار گزرتے ہیں۔ اس براعظم کے شمال میں بحر روم، شمال مشرق میں سوئز کنال اور بحر احمر، مشرق میں بحر ہند اور مغرب میں بحر اوقیانوس موجود ہیں۔

پہاڑ، میدان، صحرا، دریائیں

سارا آفریقہ ایک بڑا سطح مرتفع کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ یہ سطح مرتفع زیادہ تر جنوب اور مشرق کی جانب بلند ہے۔ خطِ استواء کے قریب مشرقی حصوں میں آتش فشانی پہاڑ پائے جاتے ہیں۔ آفریقہ کے اہم پہاڑ: اٹلس پہاڑ، ڈراکنس برگ پہاڑ، کلی منجارو پہاڑ جو کہ آفریقہ کا سب سے بلند پہاڑ ہے اور سال بھر برف سے ڈھکا رہتا ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا صحرا، صحرائے صحارا ہے جو کہ مشرقی آفریقہ تک پھیلا ہوا ہے۔

ایسی دریائیں جو صحرا سے گزرتی ہیں، غیر ملکی دریائیں کہلاتی ہیں۔ دریائے نیل اور آرنج حیاتیاتی دریائیں یا غیر ملکی دریائیں ہیں۔ مصر کو ''دریائے نیل کا تحفہ'' کہا جاتا ہے۔ اس براعظم سے اور بھی دریائیں گزرتی ہیں، جیسے زمبیزی، کانگو، نائجر اور لمپوپو۔ ان صحراؤں میں چند نخلستان بھی بن جاتے ہیں۔

آفریقہ میں کافی حد تک خطِ استوائی آب و ہوا پائی جاتی ہے، لیکن بحیرہ رومی آب و ہوا بھی پائی جاتی ہے۔ مغربی ہواؤں کی وجہ سے آفریقہ کے جنوب مغربی حصوں میں گرجتی برسات ہوتی ہے۔ صحرائے کالاہاری آفریقہ کے جنوب مغربی حصے میں پایا جاتا ہے۔ یہاں پر اوسط درجہ حرارت 32^0C ہوتا ہے اور آفریقہ کا جملہ اوسط درجہ حرارت 20^0C ہے۔ اس براعظم میں تقریباً سال بھر انتہائی زیادہ درجہ حرارت محسوس کیا جاتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ درجہ حرارت العزیزیا (لیبیا) میں 58^0C ریکارڈ کیا گیا۔

زراعت:

19 ویں صدی کے اواخر تک بھی آفریقہ دنیا کے لئے نامعلوم تھا۔ اس طرح اس براعظم کا نام ''تاریک براعظم'' کہلاتا ہے۔

آفریقہ کی زمین کا صرف 10 فیصد حصہ ہی فصلوں کے قابل ہے۔ مشرقی آفریقہ کی آتش فشانی مٹی، دریائے نیل کی سیلابی مٹی، اور سوانا خطے کی مٹی زراعت کے لئے موزوں ہے۔ براعظم آفریقہ کے دوسرے علاقوں کی آب و ہوا اور مٹی زراعت کے لئے ناموزوں ہے۔ لیکن وسطی آفریقہ کے کچھ حصے میں گھنے جنگلات پائے جاتے ہیں، جو کہ قدرتی وسیلہ ہیں۔ زیادہ تر بدل کر کاشت کاری کی جاتی ہے۔ گیہوں، چاول، مکئی اور کھجور کی کاشت کاری کی جاتی ہے۔ گینیا کے ساحل پر ربر کے درخت اُگائے جاتے ہیں۔

آبادی:

آفریقہ میں 50 سے زیادہ ممالک پائے جاتے ہیں، لیکن دنیا کی آبادی کا صرف 14 فیصد حصہ ہی اس براعظم میں پایا جاتا ہے۔ قدیم دور سے ہی یہاں کے لوگ شکار کرتے ہوئے، جانوروں کی افزائش کرتے ہوئے اور کاشت کاری کرتے چلے آرہے ہیں۔ تقریباً 70 فیصد آفریقہ کے لوگ کالے ہیں۔ مابقی دوسرے ممالک جیسے یوروپ اور ایشیاء سے آئے ہیں۔ یہاں پر نسلی گروپ جیسے کہ پگمیز، کانگو کے علاقے میں، بدو قبیلہ صحرائے سہارا میں، بش مین، ہٹن ٹاٹس، کالاہاری صحرا میں، مسائی۔ مشرقی آفریقہ میں کبھی صحرائے صحارا کے مشرقی حصوں میں، ہیمی ٹائیٹس سوڈان اور مغربی آفریقہ میں پائے جاتے ہیں۔ آفریقہ کے ملک نائیجیریا میں سب سے زیادہ آبادی پائی جاتی ہے۔

5.4.3۔ براعظم شمالی امریکہ

براعظم شمالی امریکہ شمالی نصف کرہ میں واقع ہے۔ یہ دنیا کا تیسرا بڑا براعظم ہے۔ شمالی امریکہ 7^0 شمالی عرض بلد سے لے کر 83^0C شمالی عرض بلد تک، 20^0 مغربی طول البلد سے لے کر 120^0 مغربی طول البلد تک پھیلا ہوا ہے۔ دائرہ آرکٹک اور خط سرطان اس براعظم سے گزرتے ہیں۔ اس براعظم کے مشرق میں بحر اوقیانوس، مغرب میں بحرالکاہل اور بحر آرکٹک جنوبی امریکہ کے شمال میں

موجود ہیں۔شمالی امریکہ کا رقبہ ہندوستان کے رقبہ سے 8 گنا بڑا ہے۔

پہاڑ، میدان اور دریا

شمالی امریکہ کے نہایت ہی چوڑے پہاڑی سلسلے جو کہ مغربی حصے میں پائے جاتے ہیں، مغربی کارڈ لیر کہلاتے ہیں۔ یہ پہاڑ شمال سے جنوب تک پھیلے ہوئے ہیں۔ الاسکا میں موجود ماؤنٹ میکینلی سب سے بلند پہاڑ اہے۔مغربی کارٹیلیج میں متوازی پہاڑی سلسلے پائے جاتے ہیں۔مشرقی میدان میں اپلاچین پہاڑی سلسلے لیبروڈر سے لے کر نیوفاؤنڈ لینڈ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ وسطی میدان جو کہ مغربی کارڈلیرا اور مشرقی میدان تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اس میدان کے وسطی اور جنوبی حصہ سے مسی پسی دریا بہتی ہے۔شمالی امریکہ کی اہم دریائیں مسی پسی، مسوری، سینٹ لارنس اور میکنزی ہیں۔

آب وہوا

شمالی امریکہ کی آب وہوا کا انحصار مغربی اُونچے میدان اور اپلاچین پہاڑوں پر ہے۔ بڑے وسطی میدان پر شمال کی جانب سے آنے والی سرد ہواؤں اور جنوب سے آنے والی گرم ہواؤں کا اثر پڑتا ہے۔علیحدہ ریاستوں کے جنوب مغربی حصوں اور شمالی میکسیکو میں صحرائی آب وہوا پائی جاتی ہے۔شمالی ہواؤں کی وجہ سے موسم سرما بہت زیادہ سرد ہوجاتا ہے۔موسم گرما میں ساحلی علاقوں میں مغربی ساحل ٹھنڈا رہتا ہے جب کہ براعظم کا وسطی حصہ گرم رہتا ہے۔شمالی امریکہ میں تمام قسم کی آب وہوا پائی جاتی ہے۔ بین براعظمی ساحل پر کم بارش ہوتی ہے۔ان علاقوں میں صحرا موجود ہیں۔

زراعت:

حالانکہ صرف 12 فیصد زمین ہی قابل کاشت ہے۔آبادی کا صرف 2 فیصد حصہ ہی کاشت کاری پر انحصار کرتا ہے۔شمالی امریکہ کا نمبر زرخیز مٹی اور معقول آب پاشی کی وجہ سے سرفہرست ہے۔وسیع زراعت اس علاقے پر غالب ہے۔وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے کھیت میں مشینوں کے ذریعہ بہ آسانی کاشت کاری کی جاتی ہے۔کسان سائنسی طریقۂ کار اپناتے ہیں۔اضافی پیداوار کو درآمد کیا جاتا ہے۔ شمالی امریکہ کی اہم فصلوں میں مکئی، گیہوں، کپاس، تمباکو، جو، بارلی، سویابین، وغیرہ شامل ہیں۔

آبادی:

کثافت آبادی صرف 15 افراد فی مربع کیلومیٹر ہے۔اس براعظم کے مغربی حصوں میں کثافت آبادی 2 افراد فی مربع کیلر میٹر سے بھی کم پائی جاتی ہے۔شمالی امریکہ کے مشرقی ساحل کی جانب کثافت آبادی زیادہ پائی جاتی ہے۔مشرقی ساحل کی جانب 15 بڑے شہر موجود ہیں۔اس علاقہ کی آب وہوا سرد ہے۔اس علاقے میں ایندھنی معدن اور صنعتیں موجود ہیں۔اس علاقہ میں بہترین حمل ونقل کی سہولتیں پائی جاتی ہیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1۔ شمالی امریکہ کے جائے وقوع کے بارے میں لکھئے۔

2۔ شمالی امریکہ میں کون کونسی فصلیں اُ گائی جاتی ہیں؟

5.4.4۔ جنوبی امریکہ

جنوبی امریکہ کا زیادہ تر حصہ جنوبی نصف کرہ میں پایا جاتا ہے اور مکمل طور پر مغربی نصف کرہ میں پایا جاتا ہے۔اس براعظم کے اطراف میں مغرب کی جانب بحرالکاہل، شمالی میں بحراوقیانوس، شمال مغرب میں شمال امریکی کیریبین سمندر میں موجود ہیں۔ یہ براعظم 12^0 شمالی عرض بلد اور 55^0 جنوبی عرض بلد اور 35^0 مشرقی طول البلد اور 81^0 مغربی طول البلد کے درمیان واقع ہے۔ یہ براعظم مثلث نما ہے۔اس کا شمالی حصہ چوڑا جب کہ مغربی حصہ کم چوڑا ہے۔ یہ براعظم بحراوقیانوس اور بحرالکاہل کے درمیان ایک پتہ کی ساخت کی طرح دکھائی دیتا ہے۔

پہاڑ، میدان، دریا

مغربی پہاڑی سلسلے مغربی ساحل کے متوازی چند ہزار کیلومیٹر تک پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ سلسلے اینڈس پہاڑ کہلاتا ہیں۔ ہمالیائی سلسلوں کے بعد یہ دوسرے بڑے پہاڑی سلسلے ہیں۔ اینڈس پہاڑی سلسلوں کی بلندی کی وجہ سے یہاں کی زیادہ چوٹیاں سال بھر برف سے ڈھکی رہتی ہیں۔ یہ علاقہ زیادہ تر زلزلے اور آتش فشاں سے گھرا رہتا ہے۔ ایکویڈور میں کوٹو پاکسی نامی جگہ دنیا کی سب سے متحرک آتش فشاں کے لئے مشہور ہے۔ وینیز ویلا کا اینجل آبشار دنیا کا سب سے اُونچا آبشار ہے۔اس کو صرف ہوائی جہاز کے ذریعہ ہی دیکھا جاسکتا ہے۔جنوبی امریکہ کے جنوبی ساحل کم چوڑا ہے اور جنوبی میدان شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ہے۔ ان میدانوں کے درمیان اینڈس پہاڑ اور مشرقی میدان موجود ہیں۔ دریائے امیزان دنیا کی سب سے بڑی زیادہ پانی والی دریا ہے۔ یہ دریا اینڈس پہاڑ سے شروع ہوتی ہے اور بحراوقیانوس میں جاملتی ہے۔جنوبی امریکہ کی اہم دریائیں دریائے امیزان، دریائے اوری نوکو، دریائے پَرانا ہیں۔

آب وہوا

اس براعظم کا زیادہ تر حصہ خط استوائی ہے۔اسی لئے اس خطہ میں گرمی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ علاقہ سال بھر زیادہ درجہ حرارت اور بارش زدہ رہتا ہے۔جنوبی امریکہ میں بارش، سورج کا پیچھا کرتی ہے۔یعنی اگر سورج شمال میں ہو تو شمال میں بارش ہوتی ہے اور اگر سورج جنوب میں ہو تو جنوب میں بارش ہوتی ہے۔جنوبی امریکہ میں تقریباً ہر طرح کی آب وہوا پائی جاتی ہے۔

زراعت

مکئی، گیہوں، کافی، شکر گنا اور کپاس جنوبی امریکہ کی اہم فصلیں ہیں۔جنوبی امریکہ میں مکئی اور گیہوں بطور غذائی فصل کے اُگائی جاتی ہیں۔ارجنٹینا دنیا کا سب سے زیادہ گیہوں کی پیداوار کرنے والا ملک ہے۔ برازیل دنیا کا سب سے بڑا کافی کی پیداوار کرنے

والا اور برآمد کرنے والا ملک ہے۔ کپاس کی پیداوار کے لئے برازیل دنیا میں شہرت رکھتا ہے۔ جنوبی امریکہ کی اہم نقدی فصلیں کافی اور گنا ہیں۔ کیوبا دنیا کا سب سے زیادہ گنا پیدا کرنے والا ملک ہے۔

آبادی:

جنوبی امریکہ کے لوگ تین اہم نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ امریکی، ہندوستانی نیگرو اور یوروپی۔ لیکن اب وہاں پر ملی جلی نوع بستے ہیں۔ ان میں زیادہ تر Mestizo نوع کے لوگ ہیں۔ آبادی کا زیادہ تر حصہ بندرگاہی شہروں یا پھر دارالحکومتی شہروں میں بستے ہیں۔ جنوبی امریکہ کے ساحلی کنارہ میں گھنی آبادی ہے۔ یہاں پر کثافت آبادی 13 افراد فی مربع کیلومیٹر ہے۔

5.4.5۔ انتارتیکا

براعظم انتارتیکا جنوبی نصف کرہ میں دائرہ آرکٹک کے اندرون قطب جنوبی کا احاطہ کرتا ہے۔ اس براعظم کو ٹرانس انتارتیکا پہاڑ دو قدرتی زونس میں تقسیم کرتا ہے۔ مشرقی انتارتیکا اور مغربی انتارتیکا۔ اس براعظم میں کوئی بھی ملک موجود نہیں ہے۔ یہ براعظم 98 فیصد برف کی پٹیوں سے ڈھکا ہے۔ دنیا کا 90 فیصد برف اس براعظم میں پایا جاتا ہے۔ دنیا کا 70 فیصد تازہ پانی کا حصہ اس براعظم میں پایا جاتا ہے۔ دنیا کے سب سے بڑے گلیشیئر Lombard اور Beardmore اسی براعظم میں پائے جاتے ہیں۔

آب وہوا

یہ سب سے زیادہ سرد براعظم ہے۔ ساحل کے قریب اوسط درجہ حرارت -80^0C سردیوں میں اور 5^0C گرمیوں میں ریکارڈ کیا گیا۔ وقت کے لحاظ سے سال کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اندھیرا اور اُجالا۔ قطب جنوبی میں 23 ستمبر کو سورج طلوع ہوتا ہے اور 21 مارچ کو سورج غروب ہوتا ہے۔ ترسیب کا اوسط 10mm ملی میٹر سے بھی کم ہوتا ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ آندھی اسی براعظم میں آتی ہیں۔

زراعت

یہاں کی آب وہوا زراعت کے لئے ناموزوں ہے۔ کیونکہ یہ براعظم ''بنا کسی دریافت کا براعظم'' کہلاتا ہے۔ یہاں پر کئی قسم کے Penguin پرندے پائے جاتے ہیں۔ یہ پرندے اس براعظم کی علامت کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ ان پرندوں کے لئے مناسب آب وہوا کی وجہ سے یہ زیادہ تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ان پرندوں کا گروپ 'Rookies' کہلاتا ہے۔

آبادی:

اس براعظم میں مستقل طور پر انسانی آبادی موجود نہیں ہے۔ کئی ممالک اس جگہ اپنا اپنا ریسرچ سنٹرس قائم کرتے ہیں۔ اس جگہ ریسرچ اور دوسرے اُمور انجام دینے کے لئے کام کرنے والوں کی تعداد موسم سرما میں 1,000 اور موسم گرما میں 5,000 ہوتی ہے۔ ہندوستانی سائنس دانوں نے ''جنوبی گنگوتری'' میں اپنا ریسرچ سنٹر ''Maitri'' قائم کیا تاکہ یہاں رہ کر ریسرچ کا کام کرسکیں۔

5.4.6۔ یوروپ:

دنیا کے زمینی حصہ کا 7 فیصد حصہ یوروپ میں موجود ہے۔ یہ براعظم 72^0-35^0 شمالی عرض اور 10^0 مغربی طول البلد سے لے کر 60^0 مشرقی طول البلد کے درمیان موجود ہے۔ O^0 گرین وچ نصف النہار لندن شہر سے گزرتا ہے۔ یہ براعظم شمال میں بحرآرکٹک، جنوب میں بحرروم، مشرق میں یورال پہاڑ، مغرب میں بحراوقیانوس سے گھرا ہوا ہے۔

پہاڑ، میدان، دریا

اس براعظم کا سب سے مشہور پہاڑ آلپس پہاڑ ہے۔ French Alps کا سب سے بلند پہاڑ Elbrus Peak جس کی اُونچائی (5,642 میٹر) ہے اور Caucasus پہاڑ بھی اسی سلسلے کا ہے۔ اس براعظم کے مغرب کی جانب جو میدان ہیں، وہ مغربی میدان کہلاتے ہیں اور مشرقی میدان "Russia Platform" کہلاتے ہیں۔ Alps پہاڑ کئی پگڈنڈیوں کی پناہ گاہ ہیں۔ اہم ندیاں والگا، دانوبے، رائن، سین، گارون اور یو ہیں۔

آب وہوا

براعظم یوروپ شمالی منطقہ معتدلہ میں پایا جاتا ہے۔ بحراوقیانوس کی گہری لہروں کی وجہ سے یوروپ کی آب وہوا پر کافی اثر پڑتا ہے۔ اسی وجہ یہاں کا درجہ حرارت زیادہ ہوتا ہے۔ بحرروم جنوری میں سرد اور گرما میں خشک رہتا ہے۔ اس علاقہ میں سرما میں تقریباً 80-130 cm سینٹی میٹر بارش ہوتی ہے۔ موسم گرما میں بالکل بھی بارش نہیں ہوتی ہے۔

زراعت

براعظم یوروپ کے تقریباً 30 فیصد زمین پر آبی زراعت کی جاتی ہے۔ ملی جلی زراعت بھی کی جاتی ہے۔ یوروپ کی اہم فصلیں گیہوں، مکئی، رئی، بارلی اور زیتون ہیں۔ بحرومی آب وہوا زیتون کی پیداوار کے لئے سازگار ہے۔

آبادی:

دنیا کی کُل آبادی کا 1/5 واں حصہ یوروپ میں پایا جاتا ہے۔ شمالی یوروپ Scandinavia، شمالی روس کے ٹنڈرا علاقے میں 10 افراد فی مربع کیلومیٹر سے کم آبادی پائی جاتی ہے۔ اٹلی وسطی یوروپ میں موجود ہے۔ فرانس سے لے کر ماسکو کی وادیوں تک 50-100 افراد فی مربع کیلومیٹر آبادی پائی جاتی ہے۔

5.4.7۔ آسٹریلیا

آسٹریلیا دنیا کا سب سے چھوٹا براعظم ہے۔ جو کہ جنوبی نصف کرہ اور بحرہند کے درمیان پایا جاتا ہے۔ یہ براعظم 9^0 سے 44^0 جنوبی عرض بلد اور 112^0 سے 154^0 مشرقی طول البلد کے درمیان موجود ہے۔

پہاڑ،میدان،دریا

Great Dividing Range یا Eastern Highlands دنیا کا پانچواں بڑا پہاڑی سلسلہ ہے۔ Kosciuszko (کاسکی سسکو) پہاڑ آسٹریلیا کا سب سے بلند پہاڑ ہے۔آسٹریلیا کی دوسری اہم دریائیں Mudra اور Darling ہیں۔جھیل Erie اس علاقہ کی سب سے بڑی جھیل ہے۔

آب وہوا

آسٹریلیا جنوبی نصف کرہ میں پایا جاتا ہے۔اگر شمالی نصف کرہ میں موسم گرما ہوتو آسٹریلیا میں موسم سرما ہوگا۔اور اگر شمالی نصف کرہ میں موسم سرما ہوتو آسٹریلیا میں موسم گرما ہوگا۔آسٹریلیا کی کُل زمینی حصہ کا 55 فیصد صحرا ہے۔مانسون کے زیر اثر آسٹریلیا کے شمال میں بارش ہوتی ہے۔

زراعت

کم بارش کی وجہ سے آسٹریلیا کی صرف 4 فیصد زمینی حصہ ہی کاشت کے قابل ہے۔گیہوں، بارلی، جو اور مکئی اہم فصلیں ہیں۔ گنا،تمباکو اور کپاس نقدی فصلیں ہیں۔

آبادی:

آسٹریلیا ایک شہری براعظم ہے، کیونکہ 85 فیصد آبادی کا حصہ شہروں میں بستا ہے۔زیادہ تر آبادی مشرقی اور مغربی ساحل کے اطراف پائی جاتی ہے۔اہم شہر پرتھ،سڈنی، برسبین،ملبورن،کینبرا اور اڈیلیڈ ہیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1۔ غیر مستقل آبادی والا براعظم کونسا ہے؟
2۔ جنوبی امریکہ کونسے آب وہوائی خطے میں موجود ہے؟

5.5۔ بحر اعظم

ماہرین جغرافیہ پانی کے بڑے حصہ کو پانچ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں جو بحر الکاہل، بحر اوقیانوس، بحر ہند، بحر اٹلانٹک، بحر انتارٹک۔کئی بلین سال پہلے یہ مجملہ طور پر ایک ہی بحر اعظم تھے جو Panthalasa کہلاتا تھا۔ان تمام بحر اعظموں میں سب سے بڑا بحر اعظم بحر الکاہل ہے۔

5.6۔ سمندری وسائل

دوسرے ممالک کو پہنچایا جانے والا کارگو سمندری راستے سے بھیجا جاتا ہے۔ساحل کے اطراف کے لوگوں کا پیشہ مچھلی پکڑنا ہے۔ جس طرح زمین پر مختلف انواع پائے جاتے ہیں،اسی طرح سمندر میں بھی مختلف انواع اور وسیلے پائے جاتے ہیں۔قدیم زمانے سے ہی انسانوں نے سمندر سے غذائی حاصل کی ہے۔

سمندر سے نہ صرف غذا حاصل ہوتی ہے بلکہ نمک، منگنیشیم ،مینگنیز اور پٹرولیم حاصل ہوتا ہے۔سمندری تیز لہروں کی وجہ سے برقی پیداوار ہوتی ہے۔اس کی پیداوار میں اضافے کے لئے ریسرچ کی جارہی ہے۔اس طرح انسانوں کے لئے سمندر ایک بہترین وسیلہ ہے۔

5.6.1 آبی آلودگی

صنعتی ناکارہ مادّے، زراعتی ناکارہ مادّے اور عام ناکارہ مادّے سمندر میں ڈالے جانے کی وجہ سے آبی آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے۔آبی آلودگی کا 8 فیصد حصہ زمین کی وجہ سے ہوتا ہے۔کیڑے مار ادویات اور پلاسٹک کی وجہ سے بھی آبی آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ جراثیم کش ادویہ اور پلاسٹک کی وجہ سے آبی جانداروں کی زندگی کو خطرہ لاحق ہے۔جب مچھلی اور جھینگوں کو بطورِ غذا استعمال کیا جاتا ہے تو یہ انسانی زندگی کے لئے بھی زہر ہے۔جب خام تیل نکالا جاتا ہے تو پانی میں مل جاتا ہے جس کی وجہ سے بھی پانی آلودہ ہو جاتا ہے۔جہازوں کا غیر ضروری مادّہ بھی سمندر میں پھینک دیا جاتا ہے تو آلودی میں اضافہ ہوتا ہے۔کان کنی کی وجہ سے بھی آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1۔ بحر اعظم کسے کہتے ہیں؟

2۔ سمندری آلودگی کی کوئی دو وجوہات لکھئے۔

> ''ارتھ ڈے'' ''یوم زمین'' (22 اپریل) منانے کا بنیادی مقصد لوگوں میں ماحولیات کے تحفظ کے لئے بیداری پیدا کرنا ہے۔

5.7 خلاصہ (کلیدی نکات)

☆ زمین ایک زندہ سیارہ ہے۔

☆ سائنس دانوں کا ماننا ہے کہ موجودہ براعظم حرکیاتی نظریہ کا نتیجہ کی بناء پر تشکیل پائے ہیں۔

☆ Pangaea ایک خیالی براعظم ہے۔

☆ Panthalasa ایک بہت بڑا بحر اعظم تھا۔

☆ زمین کی اُوپری سطح میں حرکت کی وجہ سے کئی زمینی اشکال وجود میں آئے۔

☆ زمین کا 70 فیصد حصہ پانی پر مشتمل ہے۔ مابقی 30 فیصد حصہ زمین ہے، جو براعظموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔زمین کو 7 بڑے براعظموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

☆ سمندر میں معدنیات جیسے نمک، میگنیشیم اور مینگنیز وغیرہ پائے جاتے ہیں۔

5.8 امتحانی سوالات کی مثالیں

I۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب ایک یا دو جملوں میں دیجئے۔

1۔ شمالی نصف کرہ میں کونسے براعظم پائے جاتے ہیں؟

2۔ Pangaea کون سے دو حصوں میں تقسیم ہوا تھا؟

II۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 4 یا 5 جملوں میں دیجئے۔

1۔ ایشیاء کے کس حصے میں مانسونی بارش ہوتی ہے؟

2۔ آفریقہ میں کتنے قسم کی آب وہوا پائی جاتی ہے؟

3۔ جنوبی امریکہ میں کونسی اہم فصلیں اُگائی جاتی ہیں؟

III۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 8 یا 10 جملوں میں دیجئے۔

1۔ زمین کا ارتقاء کس طرح ہوا؟ سمجھائیے۔

2۔ آبی آلودگی اور اس کے اثرات کے بارے میں ایک نوٹ لکھئے۔

3۔ شمالی امریکہ میں آبادی میں توسیع کے بارے میں وضاحت کیجئے۔

IV۔ متعدد انتخابی سوالات

1۔ The Great Dividing Range اس براعظم میں موجود ہے ( )

(A) ایشیاء (B) انتارتیکا (C) آفریقہ (D) آسٹریلیا

2۔ مڈغاسکر، اس بحرِاعظم کا بڑا جزیرہ ہے۔ ( )

(A) بحراوقیانوس (B) بحرِ ہند (C) بحرالکاہل (D) بحرآرکٹک

5.9۔ حوالہ کتابیں

1۔ SCERT تلنگانہ۔ سماجی علوم کی کتابیں۔

2۔ NCERT۔ چھٹی تا دسویں جماعت کی کتابیں۔

☆☆☆

6 آبادی
Population

6.0 متوقع اکتسابی نتائج:

- ☆ مردم شماری کی اہمیت بیان کریں گے۔
- ☆ آبادیاتی تبدیلی کے نظریہ کا تجزیہ کریں گے۔
- ☆ ہندوستان میں بہ لحاظ عمر آبادی کی ترتیب کا تجزیہ کریں گے۔
- ☆ صنفی امتیازات پر تبصرہ کریں گے۔
- ☆ ہندوستان میں کثافت آبادی میں پائے جانے والے اختلافات کی وجوہات کی وضاحت کریں گے۔
- ☆ ترقی کے لئے انسانی وسائل کی اہمیت کی وضاحت کریں گے۔

6.1 تعارف:

کیا ہم انسانوں کے بغیر اس دنیا کا تصور کر سکتے ہیں؟ کیا انسانی وسائل استعمال کئے بغیر کوئی زندگی بسر کر سکتا ہے؟ لازماً اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ انسانوں کے بغیر معاشرہ کا تصور ناممکن ہے۔ ایک مخصوص خطہ/مقام پر بسنے والے انسانی گروہ کو ہم ''آبادی'' (Population) کہتے ہیں۔ سماجی اور معاشی ترقی کے لئے آبادی کا وجود میں آنا ضروری ہے۔ انسان ایک سماجی حیوان ہے۔ انسانی زندگی کا انحصار آپسی تعاون پر ہے۔ انسان کوشش کرتا ہے کہ کم سے کم دستیاب قدرتی وسائل کو استعمال کرتے ہوئے ایک سہولت بخش زندگی گزار سکے۔

معاشرے میں آپسی تعاون کے ذریعہ ہی اس کا حصول ممکن ہے۔ اس لئے آبادی (Population) کو آبادیاتی مطالعہ (Demographic study) کا ایک اہم عنصر مانا جاتا ہے۔ ایک ملک میں بسنے والی عوام کے اعداد و شمار کو دیکھتے ہوئے وہاں کے معیار زندگی کا تجزیہ کر سکتے ہیں۔ ایک مخصوص وقت میں ملک کی آبادی، ان کا شرح نمو (اضافہ)، ترکیب و تقسیم کے ذریعہ ان کے معیار زندگی کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے غربت اور بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر ترقی پذیر ہندوستان معاشی لحاظ سے پیچھے ہے۔

اس بڑھتی ہوئی آبادی کا استعمال ترقی کے لئے کس طرح کیا جا سکتا ہے؟ کیا آبادی کو وسائل (Resource) کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے؟ مزید یہ کہ آبادی میں اضافہ محض ایک مسئلہ بننے کے بجائے انسانی وسائل میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ آیئے اس موضوع پر اور اس سے متعلق موضوعات پر بحث کریں گے۔

6.2۔ آبادیاتی تبدیلی کا نظریہ (Theory of Demographic Transition):

یہ نظریہ آبادی کے نمو کے رجحانات کا تجزیہ کرتے ہوئے شرح پیدائش و شرح اموات اور شرح نمو میں تبدیلی کے اثرات کو بیان کرتا ہے۔اس نظریہ کے مطابق شرح پیدائش و شرح اموات کے اعتبار سے ہر ملک تین مراحل سے گذرتا ہے۔یہ تبدیلیاں ملک کی معیشت پر اثر انداز ہوتی ہیں۔آیئے اس نظریہ کے مطابق واقع ہونے والے ان تین مراحل کا جائزہ لیتے ہیں۔

6.2.1۔ پہلا مرحلہ (First Stage):

شرح پیدائش و شرح اموات دونوں اونچے ہوتے ہیں۔اونچی شرح پیدائش اور شرح اموات کی وجہ سے شرح آبادی میں اضافہ نہیں ہوتا۔مناسب طبی سہولتوں کا فقدان، کمتر معیار زندگی، تغذیہ کے بغیر نامناسب غذا کی وجہ سے شرح اموات اونچی ہوتی ہے۔ جب کہ ناخواندگی، توہم پرستی اور چند سماجی اصول اونچی شرح پیدائش کے لئے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ہم دیکھ سکتے ہیں کہ 1921ء سے قبل ہندوستان پہلے مرحلہ میں تھا۔

6.2.2۔ دوسرا مرحلہ (Second Stage):

معاشی ترقی، معیار زندگی میں بہتری، صحت کی سہولتوں کی فراہمی، متعدی بیماریوں کی روک تھام کے لئے کی جانے والی خصوصی کوششیں، دوسرے مرحلہ میں اموات کی شرح کو گھٹاتی ہے لیکن عوام کی پسماندگی، توہم پرستی، نامناسب تعلیم اور دیگر سماجی عوامل کی وجہ سے پہلے مرحلہ کی طرح ہی آبادی کا نمو تیز رفتار رہتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ شرح پیدائش شرح اموات کی بہ نسبت زیادہ ہوتی ہے۔اور آبادی کا نمو بھی تیز رفتاری سے ہوتا ہے۔آبادی کے نمو کی شرح میں تیز رفتاری سے ہوتا ہے۔آبادی کے نمو کی شرح میں تیز رفتار اضافہ ''دھماکو آبادی'' (Population Explosion) کہلاتا ہے۔ہندوستان میں 1921-1951 کی درمیانی مدت کو دوسرے مرحلہ کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔

6.2.3۔ تیسرا مرحلہ (Third Stage):

تیسرے مرحلہ کی خصوصیات میں معاشی نمو، سائنٹفک اور تکنیکی تبدیلیاں، پیشوں میں تبدیلیاں، شہریانہ اور صنعتی و خدماتی شعبہ کی تیز رفتار ترقی شامل ہے۔شہریانہ اور چھوٹے فلاحی خاندان کے تصور کی وجہ سے شرح پیدائش میں عالمی سطح پر قابل لحاظ حد تک کمی واقع ہوئی۔طبی و صحت کی سہولتوں میں اضافہ کی وجہ سے اموات کی شرح میں کمی واقع ہوئی۔اس مرحلہ میں شرح پیدائش و اموات دونوں کم ہوجاتے ہیں۔اس لئے آبادی کا نمو بھی کم رہتا ہے فی الحال ہندوستان اس مرحلہ میں ہے۔

آبادیاتی تبدیلی کے نظریہ میں پائے جانے والے مراحل کی گراف 6.1 کے ذریعہ وضاحت کی گئی ہے۔گراف میں موجود سرخ لائن شرح اموات کی اور نیلی لائنس شرح پیدائش کی نمائندگی کرتی ہے۔ OX محور مدت کو ظاہر کرتا ہے۔فی ہزار آبادی پر پیدائش و اموات کی سالانہ شرحیں OY محور پر ظاہر کیا گیا ہے۔

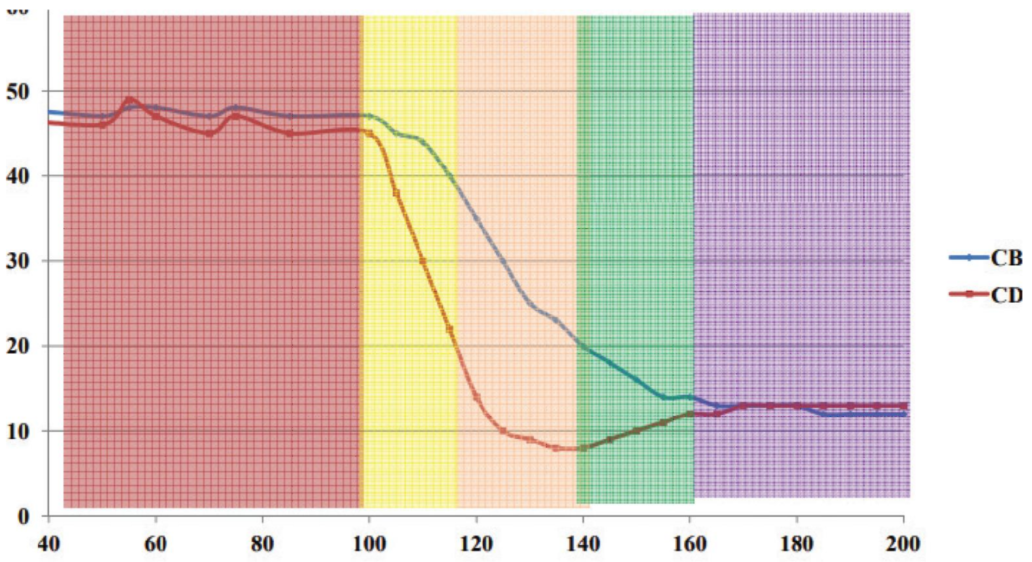

گراف 6.1: آبادیاتی تبدیلی کے نظریہ میں مراحل

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1. آبادیاتی تبدیلی کے نظریہ کے دوسرے مرحلے میں اموات کی شرح میں ہونے والی کمی کی وجوہات کی نشاندہی کیجئے۔
2. ہندوستان میں آبادیاتی تبدیلی کے نظریہ کے لحاظ سے موجود مرحلہ کون سا ہے؟
3. ''آبادی کا دھماکہ'' کس مرحلہ میں واقع ہوتا ہے؟

کیا آپ جانتے ہیں؟:

کیا آپ جانتے ہیں۔

ہندوستان میں پہلی بار مردم شماری 1872ء میں کی گئی تھی۔ البتہ پہلی مکمل مردم شماری 1881ء میں عمل میں آئی۔ اس کے بعد ہر دس سال میں ایک مرتبہ مردم شماری ہوتی رہی ہے۔ مرکزی وزارت داخلہ کی جانب سے رجسٹرار جنرل اور کمشنر برائے قومی مردم شماری کی نگرانی میں کروائی جاتی ہے۔

6.3۔ ہندوستان میں آبادی کا نمو اور پھیلاؤ

عام طور پر آبادی میں تبدیلی، شرح پیدائش، شرح اموات اور نقل مکانی کی بنیاد پر واقع ہوتی ہے۔ ہندوستان میں آبادی کی تبدیلی پر نقل مکانی کا اثر بہت کم پایا جاتا ہے۔ آبادی میں ہر دہائی کے بعد افراد کی تعداد میں اضافہ آبادی کے نمو کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر ہم موجودہ آبادی میں سے سابقہ دہے کی آبادی کو منہا کرتے ہیں اور نتیجہ مثبت حاصل ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ شرح آبادی میں اضافہ ہوا ہے۔ اور اگر منفی ہے تو آبادی میں کمی واقع ہو رہی ہے۔

ہندوستان رقبہ کے اعتبار سے عالمی سطح زمین کا 2.4% فیصد حصہ کا احاطہ کرتا ہے۔ لیکن ہندوستان دنیا کی جملہ آبادی کا 17.6% فیصد کا حامل ملک ہے۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق ہمارا ملک 1210 ملین آبادی کا حامل چین کے بعد دنیا کی

دوسری بڑی آبادی والا ملک ہے۔ ہندوستان 1901 کی مردم شماری کے مطابق 236 ملین اور 2017 میں 1.3 بلین آبادی کا حامل ملک تھا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ 116 برس کی مدت میں 1064 ملین کا اضافہ ہوا ہے۔

اگر ہم آبادیاتی تبدیلی کے نظریہ کے مطابق ہندوستان میں آبادی کے نمو کے طرز (Pattern) پر نظر ڈالتے ہیں تو پہلے مرحلے کی مدت 1921ء سے قبل پائی جاتی ہے۔ 1881ء سے 1921ء کے درمیان صرف 15 ملین کا اضافہ ہوا تھا۔ 1881ء میں آبادی 236 ملین تھی، جب کہ 1921 میں آبادی 251 ملین تھی۔ اس مرحلے میں اموات اور پیدائش کی اونچی شرحوں کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

1921-1951ء کے درمیان 1010 ملین کا اضافہ دیکھا گیا۔ آبادی 1921ء میں 251 ملین سے بڑھ کر 1951 میں 361 ملین ہوگئی۔ آبادیاتی تبدیلی کے نظریہ کے مطابق اس کو دوسرے مرحلے کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اس مدت میں شرح اموات فی 1000 افراد پر 49 سے 27 تک کمی واقع ہوئی۔ جب کہ شرح پیدائش میں فی 1000 افراد 49 سے صرف 40 تک کمی واقع ہوئی۔ یعنی جس حد تک شرح اموات میں کمی واقع ہوئی اس حد تک شرح پیدائش میں کمی واقع نہیں ہوئی۔ اس طرح آبادی میں اضافہ ہوا۔ آبادی میں کمی کی وجہ سے سال 1921 کو آبادی کی تقسیم کا عظیم سال مانا جاتا ہے۔ اس کی وجہ اس دہے میں واقع ہونے والی قحط سالی اور وبائی امراض رہے ہیں۔

تیسرا مرحلہ 1951ء سے 1981ء تک مانا جاتا ہے۔ آبادی میں 1951ء 361 ملین سے 1981ء تک 683 ملین کا اضافہ ہوا۔ 30 برسوں کے دوران 322 ملین آبادی کا غیر معمولی اضافہ درج کیا گیا۔ اس مرحلہ میں ''آبادی کا دھماکہ'' (Population Explosion) واقع ہوا۔ اس مرحلے کے دوران شرح اموات میں فی 1000، 27 سے 15 تک کمی واقع ہوئی جب کہ شرح پیدائش میں صرف 40 سے 37 کی انتہائی قلیل کمی واقع ہوئی۔ یعنی پیدائش و اموات کی شرحوں میں بہت زیادہ فرق واقع ہوا۔ اسی وجہ سے آبادی کی شرح نمو بہت زیادہ ہے۔ 1981ء سے 2011ء کے دوران آبادی میں 683 ملین سے 1210 ملین تک اضافہ ہوا ہے یعنی سالانہ اوسط شرح نمو 1.84 فیصد ہے باوجود اس کے کہ آبادی میں اضافہ دیکھا گیا، سست رفتار نمو دیکھی جاسکتی ہے۔ 1981ء۔ 1951ء کے دوران شرح نمو 2.14 فیصد تھا۔ مذکورہ بالا اعداد و شمار سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ آبادیاتی تبدیلی کے نظریہ کے مطابق اس وقت ہندوستان تیسرے مرحلے میں ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1. ہندوستان میں آبادی کی تقسیم کا عظیم سال کون سا ہے؟
2. 1951-1981ء کے دوران آبادی کی شرح نمو کیا تھی؟
3. جملہ عالمی آبادی میں ہندوستان کی آبادی کا فیصد کیا ہے؟

6.4۔ شرح پیدائش، شرح اموات اور نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات:

ہم جانتے ہیں کہ کسی علاقے یا ملک کی آبادی میں تبدیلی کا شمار شرح پیدائش اور نقل مکانی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

.1 شرح پیدائش: کسی علاقے میں ایک سال کی مدت کے دوران فی ہزار افراد پر پیدائش کی تعداد کو شرح پیدائش کہا جاتا ہے۔

شرح پیدائش = (ایک علاقے میں ایک سال میں زندہ رہنے والے بچوں کی پیدائش کی تعداد ÷ اس علاقے میں وسط سال (Mid-year) کی آبادی) x 1000

مثال: فرض کرو کہ ایک سال کے دوران ایک علاقے میں فی ہزار افراد پیدائش کی تعداد 1,000 ہے اور وسط سال میں آبادی 2,500 ہے۔ لہٰذا

شرح پیدائش $\frac{1000}{25000} \times 1000 = 40$ (پیدائش فی ہزار)

.2 شرح اموات: ایک علاقے میں ایک سال کی مدت میں فی ہزار افراد پر اموات کی تعداد کو شرح اموات کہا جاتا ہے۔

شرح اموات = (ایک علاقے میں ایک سال میں اموات کی تعداد ÷ اس علاقے میں وسط سال کی آبادی) 1,000 x

شرح نمو = شرح پیدائش - شرح اموات

مثال: فرض کرو کہ ایک علاقے میں وسط سال آبادی 2500 ہے۔ اس سال میں اموات کی تعداد 500 ہے لہٰذا

شرح اموات = $\frac{500}{25000} \times 1000 = 20$ (اموات فی ہزار)

اوپر دی گئی مثالوں کی روشنی میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ شرح پیدائش 40 ہے اور شرح اموات 20 ہے۔ یعنی آبادی کی نمو فی ہزار افراد 2.0 ہے۔

ہم یہ جان چکے ہیں کہ شرح پیدائش اور شرح اموات کو کس طرح شمار کیا جاتا ہے۔ اب ہندوستان کی شرح پیدائش اور شرح اموات پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

ہم بحث کر چکے ہیں کہ 1921ء سے پہلے اونچی شرح اموات اور اونچی شرح پیدائش کی وجہ سے آبادی کی نمو اونچی نہیں تھی۔ اب ہم جدول 6.1 کے ذریعہ اس صدی میں واقع ہونے والی آبادیاتی تبدیلیوں کا تجزیہ کرتے ہیں۔

1901ء اور 1921ء کے درمیان میں انفلوئنزا(Influenza) اور دیگر متعدی بیماریوں کی وجہ سے شرح اموات بہت اونچی رہی۔ 1918ء میں انفلوئنزا کی وجہ سے 15 ملین افراد کی موت واقع ہوئی۔ 1921ء کے بالمقابل آزادی کے بعد ہندوستان میں شرح اموات میں' قحط سالی کے اثرات میں کمی اور متعدی امراض کی روک تھام کی وجہ سے بڑی حدتک کمی واقع ہوئی۔ اگر ہم جدول 6.1 کا تجزیہ کرتے ہیں تو 20-1911ء کے دوران درج شدہ اموات کا' جو 48.6 فی ہزار تھیں' 11-2010ء میں گھٹ کر 7.1 ہوگئی۔ اسی طرح شرح پیدائش کا تجزیہ کریں تو 20-1911ء کے دوران یہ 49.2 فی ہزار ڈالر تھی جو 11-2001ء میں 21.8 تک گھٹ گئی۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ شرح نمو میں کمی اتنی نہیں واقع ہوئی جتنی کہ شرح اموات میں پائی جاتی ہے۔

جدول: پیدائش و اموات کی شرح

دہائی	پیدائش	اموات
1891-1900	45.8	44.4
1901-1911	48.1	42.6
1911-1920	49.2	48.6
1921-1930	46.4	36.3
1931-1940	45.2	31.6
1941-1950	39.9	27.4
1951-1960	40.0	18
1961-1970	41.2	19.2
1971-1980	37.2	15.0
1981-1990	29.5	9.3
1991-2000	25.4	8.4
2001-2011	21.8	7.1

3. **نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات (IMR):** یہ آبادی کے نمو کی شرح کو بھی متاثر کرتی ہے۔ نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات فی ہزار زندہ رہنے والے بچوں پر ایک سال کی عمر والے بچوں کی تعداد ہے۔ ایک سال کے اختتام تک فی ہزار زندہ رہنے والے بچوں پر اموات کی تعداد ہے۔ 20 ویں صدی کے دوسرے نصف میں بچوں کی اموات کی شرح میں 218 فی ہزار پیدائش سے 11-2010ء میں فی ہزار زندہ پیدائش پر 47 تک کمی واقع ہوئی ہے' نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات میں کمی کی وجہ بڑی حد تک طبی اور صحت کی سہولتوں میں بہتری' تغذیہ بخش غذاؤں کی اسکیمات پر عمل آوری وغیرہ ہیں۔ ایک ملک کی معاشی ترقی کا انحصار نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات پر ہوتا ہے۔ اگر نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات اونچی ہو تو مستقبل میں کارکرد آبادی کی شرح میں کمی آسکتی ہے جس کی وجہ سے معیشت کی شرح نمو گھٹ جاتی ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے:

1. آپ شرح اموات کی وضاحت کس طرح کریں گے؟
2. اب تک سب سے کم شرح پیدائش کس دہائی میں درج کی گئی؟

6.5 صنفی تناسب:

ایک ملک کی آبادی کے معیار کا بحیثیت انسانی وسائل تعین کرنے والا اہم اشاریہ صنفی تناسب یا جنسی تناسب ہے۔ جنسی تناسب کا تعین فی ہزار مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی تعداد سے کیا جاتا ہے۔ ایک مدت کے دوران مردوں اور عورتوں کے تناسب کی پیائش کا اہم اشاریہ جنسی تناسب ہے۔ ہمارے ملک میں جنسی تناسب عورتوں کے حق میں ہمیشہ منفی رہا ہے اور بتدریج گھٹ بھی رہا

ہے۔1901ء میں ہر ہزار مردوں کے بالمقابل 972 عورتیں تھیں یہ تعداد 1951 میں 946 اور 2001ء میں 933 تک گھٹ گئی۔اس میں 2001-11ء کی دہائی میں قلیل سا اضافہ دیکھا گیا۔2011ء میں ہر 1000 مردوں پر 940 عورتیں تھیں۔

$$\text{صنفی تناسب} = \frac{\text{کسی علاقے میں خواتین کی جملہ تعداد}}{\text{اس علاقے میں مردوں کی جملہ تعداد}} \times 1000$$

مثال: اگر کسی علاقے میں عورتوں کی تعداد 30,000 اور مردوں کی تعداد 36,000 ہے تو

$$\text{صنفی تناسب} = \frac{30000}{36000} \times 1000 = 833.3$$

2011ء کی مردم شماری میں 1210.6 ملین افراد میں 623.1 ملین مرد اور 587.5 ملین عورتیں تھیں۔ یعنی جنسی تناسب 940 تھا۔

ریاستوں کے درمیان جنسی تناسب کیرالہ میں (1048) اور پانڈیچری میں (1038) بہتر موقف میں ہے۔ ہریانہ اور پنجاب بالترتیب 877 ' اور 893 ہمیشہ کی طرح سب سے کم ہیں۔

ہندوستان میں آج بھی لڑکیوں کے بجائے لڑکوں کی پیدائش کی خواہش کی صورت میں جنسی امتیاز پایا جاتا ہے۔نوزائیدہ بچوں کی اموات میں لڑکیوں کی شرح اموات زیادہ ہو تو صنفی تناسب منفی ہے کیوں کہ پیدائش سے ہی عورتوں کے خلاف امتیاز شروع ہو جاتا ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جن ممالک میں جنسی تناسب موافق رمثبت پایا جاتا ہے وہ ممالک تیز رفتار معاشی نمو حاصل کرتے ہیں۔ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور یورپ اس کی مثالیں ہیں۔

لڑکیوں کو تغذیہ بخش غذا کی فراہمی اور صحت کے سلسلے میں دی جانے والی توجہ پر کم اہمیت دی جاتی ہے۔لڑکیوں کی جنین کشی (رحم مادر میں قتل) کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔اکثر خاندانوں میں لڑکیوں کو بوجھ سمجھا جاتا ہے۔اسی لئے لڑکیوں کا شرح خواندگی بھی بہت کم ہے۔اگر صنفی امتیاز اسی طرح چلتا رہا تو معاشی نمو کا حصول مشکل ہو جائے گا۔سماج میں لڑکیوں کے خلاف امتیاز کی صورتحال کو تبدیل ہونا چاہئے۔

جدول 6.2: ہندوستان میں طفلی آبادی (0-6 سال) 2001-11

	2001	2011	فرق	فرق کا فیصد
اطفال	163819589	164478150	658561	+0.4
لڑکے	84999186	85732470	733284	+0.8
لڑکیاں	78820403	78745680	-74723	-0.09

صنفی امتیاز کی وضاحت کرتے ہوئے ایک ورقیہ (Pamphlet) تیار کیجئے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. آپ صنفی تناسب کی پیائش کیسے کریں گے؟
2. کس ریاست کا صنفی تناسب سب سے زیادہ ہے؟

6.6۔ آبادی کا دھماکہ: تصورات' اسباب' احتیاطی اقدامات:

6.6.1۔ تصور

مالتھوس کے نظریہ آبادی کے مطابق آبادی کا نمو بہت زیادہ ہے اور غذائی اجناس و دیگر اشیائے ضروریہ کی پیداوار جو اقل ترین ضرورت ہے بہت کم ہے۔ نتیجہ کے طور پر بہت زیادہ غربت پائی جاتی ہے۔ اس نظریہ کے مطابق آبادی کا نمو جیومٹری کی ترتیب (2,4,8,16,32....) میں ہوتا ہے۔ اور فصلوں کی پیداوار ریاضیاتی ترتیب (1,2,4,6,8,....) میں بڑھتی ہے۔ جس کی وجہ سے عوام غربت کا شکار ہوجاتی ہے۔ غربت کے خاتمہ اور معاشی ترقی کی طرف گامزن ہونے کے لئے آبادی کے نمو پر روک تھام ہی واحد حل ہے۔ آبادیاتی تبدیلی کے نظریہ کے دوسرے مرحلے میں ہم نے آبادی کے دھماکے کو دیکھتے ہیں۔ شرح اموات میں مناسب کمی اور شرح پیدائش میں اسی مناسبت سے کمی نہ ہونے کی وجہ سے آبادی میں بے تحاشا اضافہ ہوتا ہے۔ ہندوستان میں 1951-1991ء کے دوران اس صورت حال کا مشاہدہ کیا گیا ہے۔ اگر آبادی کے نمو پر روک نہ لگائی تو اس سے سنگین مسائل جیسے غذا کی قلت' غربت' بے روزگاری وغیرہ پیدا ہوسکتے ہیں۔

6.6.2۔ ہندوستان میں دھماکو آبادی کے اسباب:

ہندوستان میں آبادی کے دھماکے کی تین وجوہات ہیں جو یہ ہیں: (1) اونچی شرح پیدائش' (2) پست شرح اموات' (3) نقل مکانی نقل مکانی کا اثر بہت کم ہے۔ آیئے ہم ہندوستان میں آبادی کے دھماکے کا جائزہ لیتے ہیں۔

1. پست شرح اموات کے ممکنہ اسباب:

(a) **قحط سالی کا خاتمہ:** برطانوی حکمرانی کے بعد ہندوستان میں فصلوں کی ساخت (Pattern) میں آنے والی تبدیلی' آب پاشی کی سہولتیں' قحط سالی کی صورت حال میں موثر کمی نے شرح اموات کو گھٹا دیا ہے۔

(b) **بیماریوں کی روک تھام:** آزادی کے بعد شعبہ صحت میں ترقی کی وجہ سے متعدی بیماریوں جیسے ہیضہ' ملیریا اور چیچک کی وجہ سے ہونے والی اموات پر روک تھام ممکن ہوسکی ہے۔ نتیجہ میں شرح اموات میں کمی واقع ہوئی۔ خاص طور پر ہم طفلی شرح اموات کی روک تھام کے قابل ہوسکے۔

(c) **دیگر پہلو:** طبی سہولتوں میں بہتری' پینے کے لئے صاف پانی کی فراہمی' صفائی ستھرائی' تعلیمی سہولتوں کی فراہمی' ٹیکہ اندازی' غربت کے خاتمہ کی اسکیمات پر موثر عمل آوری نے شرح اموات کو بڑی حد تک کم کیا ہے۔

2. اونچی شرح پیدائش کے اسباب:

(I) معاشی اسباب:

(a) **زرعی شعبہ کا غلبہ:** کاشت کار خاندانوں میں بچوں کو معاشی بوجھ نہیں سمجھا جاتا۔مزید یہ کہ زراعت میں مزدوروں کی بڑی تعداد میں ضرورت پڑتی ہے جس کی وجہ سے وہ آبادی کی روک تھام کے بارے میں نہیں سوچتے۔لہٰذا کاشت کاروں کے خاندان مشترکہ خاندانوں کی حیثیت سے بڑے خاندان تھے۔

(b) **شہریانہ:** سست رفتار صنعتیانہ کی وجہ سے شہریانہ کا عمل تیز رفتار نہ ہوسکا۔پیشوں میں آنے والی تبدیلیوں کی کمی کی وجہ سے شرح پیدائش اونچی رہی۔

(c) **غربت:** غربت آبادی کے نمو کی ایک اہم وجہ ہے۔غریب افراد اپنے بچوں کو معاشی وسائل سمجھتے ہیں نہ کہ بوجھ‘ لہٰذا آبادی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(II) سماجی اسباب:

(a) کیوں کہ ہندوستانی سماج میں شادی کو مقدس رسم تصور کیا جاتا ہے جس سے آبادی کے نمو میں اضافہ ہوتا ہے۔شادی کو لازمی سمجھنے کے نتیجہ کے طور پر شادیوں کا عام رجحان پایا جاتا ہے۔فطری طور پر آبادی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(b) کم عمری میں شادی کی وجہ سے بھی شرح پیدائش اونچی ہوتی ہے۔ہندوستان میں شادی کے لئے لڑکیوں کی اوسط عمر 18.3 سال اور مردوں کے لئے 22.6 سال ہے‘ عالمی سطح پر شرح پیدائش میں ڈرامائی اضافہ کی ایک وجہ لڑکیوں کی کم عمر میں شادی کرنا اور بارآوری کی شرح میں اضافہ ہونا بھی ہے۔

(c) عوامل جیسے مذہب‘ توہم پرستی‘ پسماندگی بھی اونچی شرح نمو میں اپنا حصہ ادا کرتے ہیں۔

(d) مشترکہ خاندانی نظام میں بچوں کی پیدائش کو معاشی بوجھ تصور نہیں کیا جاتا اور زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کئے جاتے ہیں۔فی الحال مشترکہ خاندانی نظام تیزی سے ختم ہوتا جارہا ہے۔

(e) بہتر تعلیمی سرگرمیوں کی کمی کی وجہ سے سماج میں آبادی کی روک تھام سے متعلق رجحانات میں تبدیلی نہیں آرہی ہے۔

(f) خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں سے عدم واقفیت سے آبادی کی شرح نمو کی رفتار کو کم کرنے میں ناکامی ہوئی۔ مذہب اور رواجوں کی وجہ سے خاندانی منصوبہ بندی کی مہمات ناکام رہی ہیں۔

6.6.3۔ آبادی کے نمو پر روک تھام کے اقدامات:

(1) معاشی اقدامات:

(a) **صنعتی شعبے کا پھیلاؤ:** مزدور کسی حد تک مالی شعور رکھتے ہیں۔ ملازمت کے حصول کی مشکلات کو جانتے ہیں۔ لہٰذا اپنے خاندان کے پھیلاؤ پر کنٹرول کرتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں کو معیاری زندگی فراہم کرنے کو پسند کرتے ہیں۔اس طرح وہ معاشی مسائل سے محفوظ رہنے کے لئے کم بچوں کو ترجیح دیتے ہیں۔جس کے نتیجہ کے طور پر حد سے زیادہ آبادی کے نمو پر روک لگائی جاسکتی ہے۔

(b) **ملازمتوں کی فراہمی:** صنعتیانہ مزید ملازمتوں کے مواقع فراہم کرسکتا ہے۔شہریانہ بھی وقوع پذیر ہوتا ہے۔شہریانہ اور ملازمتوں کی فراہمی کی وجہ سے لوگ مالی اعتبار سے پسندیدہ اور چھوٹے خاندان کو ترجیح دیتے ہیں۔اس طرح آبادی کے نمو کی روک تھام ہوتی ہے۔

(c) **غربت کا خاتمہ:** کچھ لوگ غربت میں اپنے بچوں کو معاشی وسائل تصور کرتے ہیں۔غربت کا مسئلہ حل ہو تو اس سوچ کو بدلا جاسکتا ہے اور آبادی پر روک تھام لگانا ممکن ہوسکتا ہے۔

II. سماجی اقدامات:

(a) **خواندگی:** خواندگی انسانی رویہ کو تبدیل کرتی ہے۔یہ زندگی کو بہتر سمجھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔اس طرح تعلیم یافتہ نوجوان مرد و خواتین خاندان کی خوشحالی سے واقف ہوتے ہیں اور توہم پرستی چھوڑ دیتے ہیں۔چھوٹا خاندان یا کم بچے رکھنے پر توجہ دیتے ہیں۔تعلیم اور روزگار کی وجہ سے شادی کی عمر کو ملتوی کیا جاسکتا ہے۔اس کے ذریعہ آبادی کے نمو پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

(b) **شادی کی عمر:** کمسنی کی شادی بچوں کی تعداد میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔ہندوستان میں مردوں کے لئے شادی کی اقل ترین عمر 21 سال اور عورتوں کے لئے 18 سال ہے۔شادی کی عمر جتنی زیادہ ہوگی بارآوری کی شرح کم ہوگی اور آبادی پر روک تھام کرنا ممکن ہوگا۔

(c) **خاندانی منصوبہ بندی:** یہ ضروری ہوگیا ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کی سرگرمیوں کی تشہیر ہو اور سرکاری و غیر سرکاری اداروں کو چاہئے کہ اس کے لئے نئی اسکیمات کے ساتھ میدان میں آئیں۔

بحث کیجیے

آبادی کے نمو اور خواندگی کے درمیان کیا تعلق پایا جاتا ہے؟

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. آبادی میں نمو میں معاشی اسباب کیا ہیں؟
2. آبادی کے نمو پر روک تھام لگانے کے لئے کون سے سماجی اقدامات کئے جاسکتے ہیں؟
3. ہندوستانی عورت کی شادی کی عمر کیا ہے؟

6.7۔ کثافت آبادی:

آبادی میں پھیلاؤ کثافت کی نشاندہی کرتا ہے۔آبادی کی کثافت کا شمار دئے گئے علاقے میں آبادی کی گنجائی پر کیا جاتا ہے۔

$$\text{کثافت آبادی} = \frac{\text{کسی مخصوص علاقے میں بسنے والوں کی تعداد}}{\text{علاقہ (مربع کیلومیٹر)}}$$

مثال کے طور پر فرض کرو کہ ایک علاقہ 10 کیلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔اگر یہ علاقہ 25,000 نفوس کا حامل ہے تو آبادی کی کثافت ہوگی۔......2,500 یعنی اس علاقے میں فی مربع کیلومیٹر 2,500 افراد بستے ہیں۔ہم آبادی کی کثافت کے بارے میں کیا کیا جان سکتے ہیں؟

یہ فرض کرتے ہوئے کہ ایک علاقہ شدید گنجان آبادی والا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ علاقہ قدرتی طور پر موزوں، بنیادی سہولتوں سے لیس ہے اور زندگی بسر کرنے کے لئے موزوں تر ہے۔

مثال کے طور پر بہار 1,102 کثافت آبادی رکھتا ہے۔ اس کی اہم وجہ میدانی علاقہ ہونا ہے۔فصلوں، صنعتوں اور حمل ونقل کی سہولتوں کے لئے موزوں تر ہے۔

ٹھیک اسی طرح ارونا چل پردیش میں کثافت آبادی 17 ہے۔اس کی اہم وجہ اس ریاست کا مکمل طور پر پہاڑیوں سے گھرا ہونا اور نا قابل آباد ہونا ہے لہٰذا آبادی کی کثافت بہت کم ہے۔

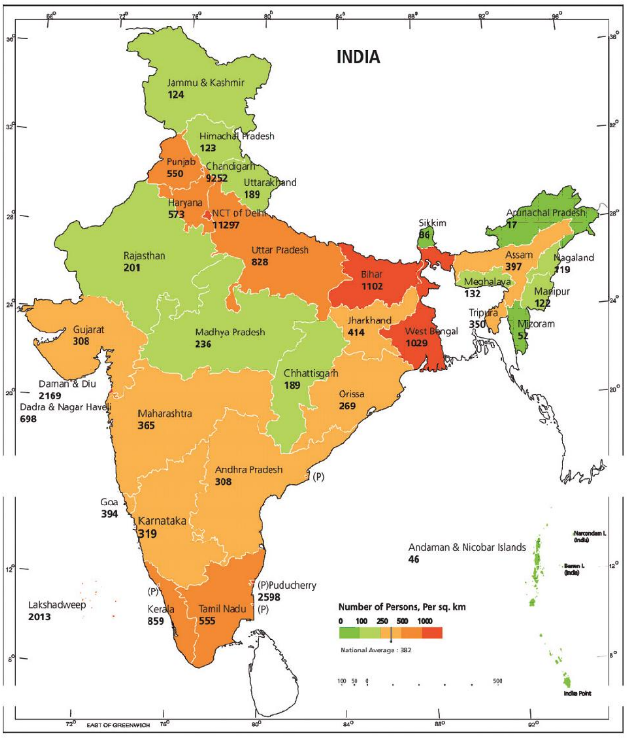

نقشہ 6.2: ہندوستان میں ریاست واری کثافت آبادی

ہندوستان میں کثافت آبادی 382 فی مربع کیلومیٹر ہے۔

اگر اس کو ریاست واری بنیادوں پر دیکھا جائے تو بہت فرق محسوس ہوگا۔نقشہ 6.2 ملاحظہ کیجئے:

کیا آپ جانتے ہیں؟

بنگلہ دیش کی کثافت آبادی ہندوستان کی بہ نسبت زیادہ ہے۔

معلوم کیجیے

جنوبی ایشیائی ممالک کی کثافت آبادی معلوم کیجئے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. آبادی کی کثافت کن عوامل پر منحصر ہے؟
2. پہاڑی علاقے بہت زیادہ کثافت آبادی رکھتے ہیں۔ صحیح / غلط

6.8۔ عمر کی ساخت

6.8.1۔ اطفال (Children):

عام طور پر 15 سال سے کم عمر والوں کو اطفال کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ان افراد کی نگرانی خاندان کرتا ہے۔انہیں تعلیمی و طبی سہولیات فراہم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ساتھ ہی ساتھ اپنی ضروریات کے لئے کیونکہ یہ دیگر افراد کی رقم پر پرورش پاتے ہیں۔لیکن انہیں کمانے کے لئے کام پر بھیجنا نامناسب ہے۔اگر ان کی بہتر پرورش کی جائے تو یہ مستقبل میں ملک کے لئے ایک بہترین معاشی وسیلہ ثابت ہوتے ہیں۔

6.8.2۔ کارگر آبادی

ملک کی آبادی کا 15 سے 60 سال تک کی عمر کا حصہ کارکرد عمر کی حیثیت سے زمرہ بند کیا جاتا ہے۔ یہ زمرہ ملک کی سماجی اور معاشی ترقی کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ ترقی کا انحصار اشیاء اور خدمات پیدا کرنے والوں کے کام کرنے کی صلاحیتوں پر ہوتا ہے۔ اطفال اور ضعیف عمر لوگ اپنی ضروریات اور اخراجات کے لئے اس زمرہ پر انحصار کرتے ہیں۔

6.8.2۔ ضعیف العمر (معمر)

60 سال سے زائد عمر رکھنے والے افراد کو ضعیف العمر افراد کہا جاتا ہے۔ چند لوگ اپنے وظیفہ پر انحصار کرتے ہیں دیگر اپنے بچوں پر منحصر ہوتے ہیں تاہم ہمارے ملک میں اس عمر میں وہ غیر منظّم شعبہ میں کام کر رہے ہیں، عام طور پر یہ لوگ طبی ضرورتوں کے لئے بھاری رقومات کے ضرورت مند ہوتے ہیں۔ اگر حکومت لازمی وظیفہ اسکیم پر عمل درآمد کرتی ہے تو ان لوگوں کو سہولت ہوگی۔

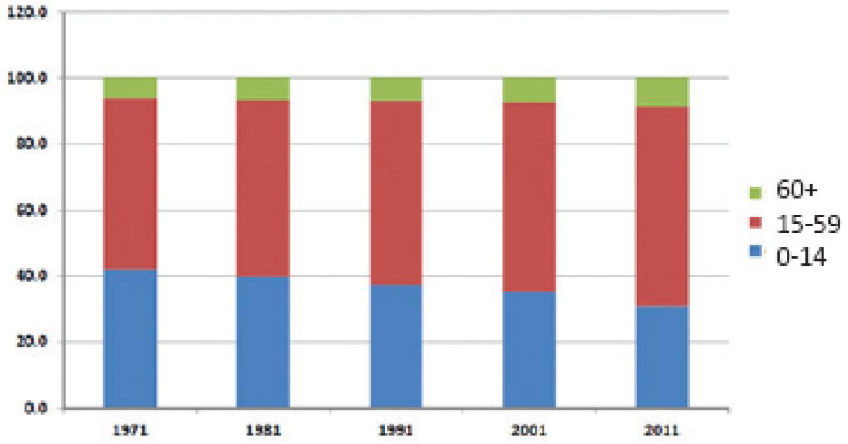

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. معاشی ترقی کے لئے ضروری کارکرد عمر کا دورانیہ سالوں میں

(a) 10-15 (b) 6-14 (c) 15-60 (d) 60-80

6.9۔ پیشہ ورانہ اور شعبہ واری تقسیم:

کوئی بھی ملک جو ترقی کرنا چاہتا ہے ضروری افرادی قوت کو بڑھاتا ہے۔ عاملین پیداوار میں مزدور اہم عامل ہوتے ہیں۔

پیشہ ورانہ تقسیم (Segmentation) ایک معیشت میں کارکرد عمر والی آبادی کا مختلف پیشوں میں تقسیم ہے۔

ہم پیشوں کو تین اقسام میں دیکھ سکتے ہیں۔ وہ ہیں:

1۔ **ابتدائی پیشے:** زراعت، افزائش مویشیاں، جنگلات، سمکیات (مچھلی پالن) وغیرہ بنیادی پیشے ہیں۔

2۔ **ثانوی پیشے:** چھوٹے اور درمیانی اور بڑے پیمانے کی صنعتوں میں پائے جانے والے پیشے ثانوی پیشے کہلاتے ہیں۔

3۔ ثلثی رثلاثی پیشے: پیشے یا خدمات جیسے حمل ونقل، مواصلات، بینک کاری، مالیات وغیرہ ثلثی رثلاثی کہلاتے ہیں۔

2011ء کی مردم شماری کے مطابق 121 کروڑ آبادی میں سے 40 کروڑ کارکرد (کام کرنے والے) افراد ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو پیداواری سرگرمیوں میں مشغول ہیں۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان میں روزگار کے شعبہ میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی ہے۔ زراعت آج بھی روزگار کا اہم شعبہ ہے۔ صنعتی اور خدمات کے شعبہ جات میں روزگار کی تخلیق کی عدم صلاحیت کی وجہ سے زیادہ افراد زرعی سرگرمیوں میں مشغول ہیں۔

اس کے باوجود کہ ملک کی مزدور قوت کا تقریباً......آدھا حصہ زراعت میں مشغول ہے۔ تاہم خام گھریلو پیداوار میں اس کا حصہ بہت کم ہے۔ شعبہ زراعت جو 50% مزدور قوت رکھتا ہے، GDP میں ...... کا حصہ دار ہے۔ GDP میں شعبہ زراعت کے حصہ میں ہوئی ہے لیکن شعبہ زراعت میں مشغول مزدوروں کے ......کمی نہیں آئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شعبہ زراعت میں ضرورت سے زیادہ مزدور پائے جاتے ہیں۔

زراعت سے چند افراد کو نکال دینے پر بھی زرعی پیداوار پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس صورت حال کو چھپی ہوئی رپوشیدہ بیروزگاری (Disguised unemployment) کہا جاتا ہے۔ اور فطری طور پر یہ صورت حال کاشت کار خاندانوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ سارا خاندان اپنی ملکیت کے چھوٹے سے کھیت پر انحصار کرتا ہے۔ اگر دیگر شعبہ جات میں روزگار کے مواقع کا اضافہ ہوتا ہے تو زراعت میں اتنے افراد کے مشغول رہنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. خدمات کے شعبہ کی مثالیں دیجئے۔
2. کس شعبہ میں آج بھی زیادہ تر لوگ کام کرتے ہیں؟

معلوم کیجیے۔

آپ کے علاقے میں ایک کسان خاندان کے کتنے افراد زراعت پر انحصار کرتے ہیں؟ یہ لوگ صرف زراعت میں مشغول رہنے کو کیوں پسند کرتے ہیں؟

6.10 مختلف شعبوں میں روزگار اور پیداوار کی تقسیم

2015-16ء میں ہندوستان میں مختلف شعبوں میں روزگار کے مواقع اس طرح تھے۔ زراعت میں 47%، صنعت میں 22% اور دوسرے شعبہ میں 31% لوگ مشغول تھے۔ ٹھیک اسی طرح اگر ہم ان شعبہ جات کو GDP میں حصہ داری دیکھتے ہیں تو زراعت کا حصہ 19% صنعت کا حصہ 28% اور خدمات کا حصہ 53% رہا ہے۔

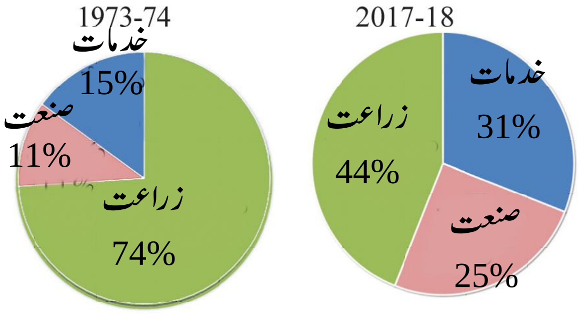

پائی گراف 6.4: تینوں شعبہ جات میں روزگار کا حصہ

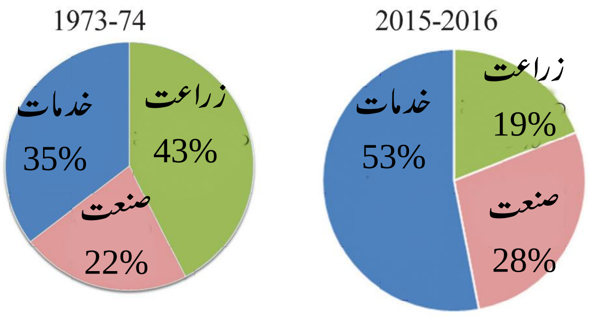

پائی گراف 6.5: تینوں شعبہ جات کا خام قومی پیداوار میں حصہ

گراف 6.4 اور 6.5 روزگار کا شعبہ اور اشیاء کی تیاری کے شعبہ کے فرق کو واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ زراعت کا شعبہ کی پیداوار جو 47% روزگار فراہم کرتا ہے صرف 19% ہے جب کہ خدمات کا شعبہ جو 31% روزگار فراہم کرتا ہے جملہ پیداوار کا 53% حصہ فراہم کرتا ہے۔ یعنی زراعت کا شعبہ مزدوروں کی بڑی تعداد رکھتا ہے اور ان کو صنعت و خدمات کے شعبہ جات کی طرف منتقل کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ بات پہلے سے محسوس کی جاتی رہی ہے کہ ہمارے ملک میں روزگار کی ساخت (Pattern) میں قابل لحاظ تبدیلی نہیں آئی ہے۔ روزگار کے منظّم طریقہ کار اور پالیسیاں جو حکومت کے ضوابط جیسے فیکٹریز ایکٹ (Factories Act) اقل ترین اجرت قانون (Minimum Wage act) وغیرہ پر مشتمل پالیسیوں پر عمل درآمد کرتی ہیں اس لئے یہ منظّم شعبہ کہلاتا ہے۔ لیکن اس شعبہ میں روزگار کے مواقع بہت کم ہیں اور ترقی بہت سست رفتار ہے۔

غیر منظّم شعبہ میں چھوٹی کمپنیاں پائی جاتی ہیں جو حکومتی ضوابط پر عمل درآمد نہیں کرتیں۔ ملازمین کو کم اجرتیں ادا کی جاتی ہیں۔ انہیں کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوتا جہاں کام زیادہ اور اجرتیں کم ہوتی ہیں اور جہاں مالک کسی بھی وقت ملازم کو نکال باہر کرسکتا ہے۔ خدمات کے شعبہ میں بے شمار خود روزگار افراد پائے جاتے ہیں جو اپنی گذر بسر کے لئے بازاروں اور گلیوں میں ترکاریاں، پھل اور دیگر چھوٹی اشیاء فروخت کرتے ہیں۔ اس طرح بہت سارے کام کرنے والے افراد غیر منظّم شعبہ پر منحصر ہوتے ہیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. GDP میں کس شعبہ کا حصہ سب سے زیادہ ہے؟
2. غیر منظّم شعبہ کی مثالیں دیجئے۔
3. زرعی مزدوروں کی بڑی تعداد پائی جاتی ہے۔

آپ کے علاقے میں کارکرد افراد کا سروے کیجئے۔ اس سروے کی بنیاد پر منظّم اور غیر منظّم شعبہ جات میں روزگار کے مواقع کا تجزیہ کیجئے۔

نام	عمر	پیشہ	منظّم/غیر منظّم

6.11۔ دیہی۔شہری آبادی

ہندوستان دیہاتوں کا ملک ہے۔ 2011 کی مردم شماری کے مطابق دیہی آبادی 833.5 ملین اور شہری آبادی 377.1 ملین ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ 68.8% آبادی دیہاتوں میں زندگی بسر کرتی ہے، 31.2% قصبوں (Towns) میں، شہری آبادی جو 2001 میں 27.8% تھی اب 31.2% پائی جاتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح دیہی آبادی میں 72.2% سے 68.8% تک کمی واقع ہوئی

ہے۔2011 کی مردم شماری کے مطابق ہندوستانی ریاستوں میں 97.5 شہری آبادی کے ساتھ دلی سرفہرست ہے۔ گوا(62%) ' میزورم(52%) ' ٹاملناڈو(48%) ' کیرالا(47%) اور مہاراشٹرا(45%) بالترتیب ہیں۔ سب سے زیادہ دیہی آبادی والی ریاستیں 90% ہماچل پردیش' بہار(89%) ' آسام(86%) ' میگھالیہ(80%) ' اتر پردیش(78%) ہیں۔

شہریانہ میں اضافہ کے قطع نظر' ضروری انفراسٹرکچر فراہم نہیں کیا گیا ہے۔ سڑکیں' پانی کی نکاسی' بجلی' پینے کا پانی اور دیگر عوامی سہولتوں کی ضرورت ہے۔ شہری انفراسٹرکچر خصوصاً روڈ ٹرانسپورٹ میں حکومتی مداخلت نے اچھے نتائج برآمد کئے ہیں تاہم بجلی' پینے کا پانی' میڈیکل انتہائی خستہ حالت میں پائے جاتے ہیں۔

شہریانہ اور شہروں کو نقل مکانی چند لوگوں کے لئے ایک نعمت ہے اس کے باوجود کہ شہری علاقوں میں دیہی علاقوں کی بہ نسبت غربت کی سطح کم ہوتی ہے۔ اونچی آمدنی اور ادنیٰ آمدنی والوں کے درمیان خلیج بڑھتی ہے۔ اور اس میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ شہروں اور قصبوں میں آبادی کا اضافہ بڑی حد تک فطری نمو کی وجہ سے ان شہروں میں آبادی میں اضافہ ایک مدت میں ہوتا ہے۔ چند شہر اور قصبہ جات اطراف و اکناف پائے جانے والے مضافات کو شامل کرتے ہوئے پھیل جاتے ہیں۔ آبادی کی نمو کا صرف پانچواں حصہ ہی دیہات سے شہروں کی طرف نقل مکانی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ شہریانہ کے ساتھ ایک مسئلہ زمینات پر غیر نامیاتی مادوں کے استعمال میں ہونے والا اضافہ ہے۔ شہروں کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے دکانات' پانی کی فراہمی اور کچرا اور فضلہ کی نکاسی کے ایک نظام کی ضرورت ہے ورنہ یہ چیزیں کئی ایک متعدی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں اس طرح یہ نہ صرف شہری ترقی کے لئے بلکہ کئی مسائل کا بھی گھر بن جاتا ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. ہندوستان کیوں زیادہ دیہی آبادی کا حامل ہے؟
2. ریاست دلی کے عوام کا بڑا فیصد شہری علاقوں میں رہنے کے اسباب کیا ہیں؟

6.1.2 خلاصہ (کلیدی نکات):

☆ شرح پیدائش اور شرح اموات کے لحاظ ہر ملک عام طور پر تین مراحل سے گزرتا ہے۔

☆ شرح اموات کی بہ نسبت اگر شرح پیدائش زیادہ ہو تو آبادی میں نمو کی شرح اونچی ہوتی ہے۔ اس صورت حال کو '' آبادی کا دھماکہ '' کہا جاتا ہے۔

☆ آبادی میں تبدیلی' شرح پیدائش' شرح اموات' نقل مکانی پر منحصر ہوتی ہے۔

☆ ہندوستان میں 1881 کے بعد ہر دس سال میں ایک مرتبہ مردم شماری ......

☆ ہمارے ملک میں عورتوں کا جنسی تناسب نہ صرف منفی ہے بلکہ اس میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

☆ ہندوستان میں شرح اموات میں کئی وجوہات کی بنا پر کمی واقع ہورہی ہے۔ قحط سالی پر روک تھام' بیماریوں پر روک تھام اور طبی سہولتوں میں بہتری وغیرہ۔

☆ زراعت کا غلبہ، تیز رفتار شہریانہ، غربت، کمسنی کی شادیاں، عورتوں کی کم خواندگی اور ناقص خاندانی منصوبہ بندی وغیرہ نے اونچی شرح پیدائش میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

☆ اگر ہم ہندوستان کی آبادی کی کثافت کو ریاستی سطح پر دیکھتے ہیں تو بہت زیادہ فرق/امتیاز دیکھتے ہیں۔

☆ ایک ملک کی معاشی اور سماجی ترقی کے لئے کارکرد آبادی بہت اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔اطفال اور ضعیف لوگ عام طور پر ان پر انحصار کرتے ہیں۔

☆ ہندوستان میں آبادی کا بڑا حصہ دیہاتوں میں بستا ہے بڑی حد تک زراعت میں مشغول رہتا ہے اور آج بھی ہمارے ملک میں مزدوروں کا بڑا حصہ غیر منظّم شعبہ کام کرتا ہے۔

6.1.3۔ نمونہ امتحانی سوالات

I. مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات ایک یا دو جملوں میں لکھئے۔

1. آبادی کی کثافت سے کیا مراد ہے؟
2. بنیادی پیشے کیا ہیں؟

II. مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات 4 یا 5 جملوں میں دیجئے۔

1. ہمارے ملک میں پیدائش، اموات اور طفلی اموات کی شرحیں کیا ہیں؟
2. ہندوستان میں آبادی کی عمر کی ترتیب کی نشاندہی کیجئے۔

III. مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تقریباً آٹھ سے دس جملوں میں لکھئے۔

1. آبادیاتی تبدیلی کے نظریہ میں مراحل پر بحث کیجئے۔
2. سابقہ دہائی میں ہندوستان میں پیدائش اور اموات کی شرحوں میں آنے والی تبدیلی کا تجزیہ کیجئے۔
3. صنفی تناسب کو تصور کی وضاحت کیجئے۔ کیوں یہ ہندوستان کے لئے اتنا ضروری کیوں ہے؟
4. آبادی کے دھماکہ پر ممکنہ اسباب کی وضاحت کیجئے۔

IV. کثیر جوابی سوالات:

1. ہم ہندوستان میں اس شعبے میں پوشیدہ ہوئی بیروزگاری دیکھتے ہیں ( )

(a) شعبہ زراعت (b) شعبہ صنعت (c) شعبہ خدمات (d) ان میں سے کوئی نہیں

2. مندرجہ ذیل میں سے کم ترین آبادی والی ریاست ہے ( )

(a) دلی (b) مہاراشٹرا (c) تلنگانہ (d) اروناچل پردیش

6.1.4۔ حوالہ جات کتب (Reference book):

معاشیات، انٹرمیڈیٹ کی درسی کتاب، تلگو اکاڈمی

7
ہندوستانی معیشت کے شعبے
Sectors in Indian Economy

7.0۔ آموزشی ماحاصل

☆ معاشی سرگرمیوں کی زمرہ بندی اور درجہ بندی کریں گے۔تین شعبوں سے متعلق سرگرمیوں کی مثالیں دیں گے۔

☆ قومی آمدنی میں تینوں شعبوں کی حصہ داری کی وضاحت کریں گے۔

☆ کامگار آبادی کے بڑے حصے کی زراعت پر انحصاریت کے اسباب کا تجزیہ کریں گے۔

☆ تینوں شعبوں میں روزگار کے مواقع بڑھانے کے لیے اقدامات تجویز کریں گے۔

☆ زراعت اور صنعت کے شعبوں کے پچھڑے پن کے اسباب کا تجزیہ کریں گے اور ان شعبوں کی ترقی کے لیے اقدامات تجویز کریں گے۔

7.1۔ تمہید

آزادی کے حصول کے بعد ہندوستان نے بتدریج کئی ساختی تبدیلیوں اور معیشت میں تبدیلیوں کا سامنا کیا۔معیشت کے تمام شعبوں میں پیداوار کے جدید اور ترقی یافتہ طریقوں کو استعمال کیا گیا۔آج ہندوستان اپنی کثیر آبادی کے باوجود دنیا کے تیز رفتار ترقی کرنے والی معیشتوں میں سے ایک ہے۔ابتدائی شعبے کا کردار بتدریج کم ہو رہا ہے اور ثانوی و ثالثی شعبوں کا کردار بتدریج بڑھتا جارہا ہے۔لیکن اب بھی آبادی کا بڑا حصہ زراعت پر انحصار کرتا ہے۔معیشت کے شعبوں کی درجہ بندی کیسے کی جاتی ہے؟ قومی پیداوار میں کس شعبے کا حصہ بڑھتا جارہا ہے؟ ان سوالوں کے جواب جاننے کے لیے ہمیں معیشت کے شعبوں کو سمجھنا ہوگا۔اس باب میں ہم معیشت کے شعبوں کی اہمیت،قومی آمدنی میں ان کی حصہ داری اور ان کی ترقی کے بارے میں تفصیل سے بحث کریں گے۔

7.2۔ ہندوستانی معیشت۔تین شعبے

7.2.1۔ ہندوستان میں منصوبہ بندی

آزادی کے بعد ہندوستانی حکومت نے مارچ 1950ء منصوبہ بندی کمیشن (Planning Commission) کا قیام عمل میں لاتے ہوئے منصوبہ بند معیشت کو قائم کرنے کا کام کیا۔حکومت ہند نے معاشی ترقی،خود اکتفائیت،خود انحصاری،مشمولاتی ترقی،مسلسل ترقی،روزگار کے مواقع کو بڑھانے،غربت کے خاتمے،آمدنی میں عدم مساوات کو کم کرنے کے مقاصد کے حصول کے لیے 12 پنچ

سالہ منصوبے نافذ کئے۔ ان میں سے بعض مقاصد کو حاصل کیا گیا اور بعض مقاصد کی تکمیل نہ ہوسکی۔ یکم جنوری 2015ء کو منصوبہ بندی کمیشن کی جگہ نیشنل انسٹی ٹیوشن فار ٹرانسفارمنگ انڈیا (NITI) آیوگ نامی ادارہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ ادارہ معیشت کے مختلف پہلوؤں پر اثر انداز ہونے میں کلیدی رول ادا کرتا ہے۔

7.2.2۔ مخلوط معیشت (Mixed Economy)

ہندوستان کو ایک مخلوط معیشت کہا جاسکتا ہے جہاں عوامی اور خانگی شعبے معاشی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں۔ 1991ء میں اہم معاشی اصلاحات کو متعارف کرانے تک عوامی شعبے کا رول کافی اہم تھا۔ اب آزادیانے (Liberliization)، خانگیانے (Privatisation) اور عالمیانے (Globalisation) کے سبب خانگی شعبے کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے۔

7.2.3۔ ہندوستانی معیشت کے تین اہم شعبے

ہندوستانی معیشت کو تین اہم شعبوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہیں۔ ابتدائی شعبہ، ثانوی شعبہ اور ثالثی شعبہ

(1) ابتدائی شعبہ (خام اشیاء کا حصول):

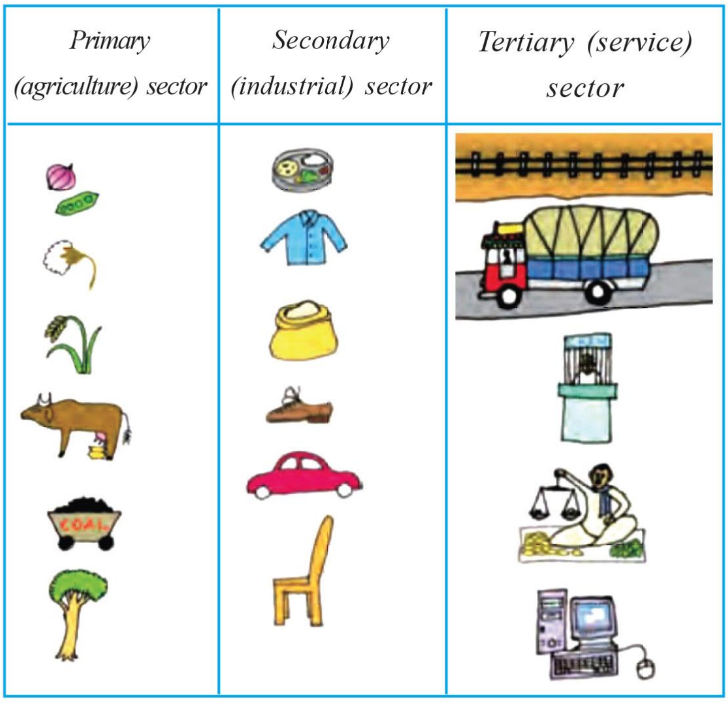

Chart-7.1: Sectors in Indian Economy

جب قدرتی وسائل کے راست استعمال سے اشیاء تیار کی جاتی ہیں تو یہ ابتدائی شعبے کی سرگرمی کہلاتی ہے۔ یہ تمام چیزوں کی پیداوار کے لیے بنیادی کام کرتی ہے۔ اسے زراعت کا شعبہ یا امدادی شعبہ بھی کہتے ہیں کیونکہ ہم اکثر قدرتی پیداوار کو زراعت، جنگلات، سمکیات، ڈیری اور کان کنی سے حاصل کرتے ہیں۔

(2) ثانوی شعبہ (مصنوعات کی تیاری کا شعبہ):

یہ شعبہ خام اشیاء اور درمیانی اشیاء کو اشیائے صارفین میں بدلنے کا کام کرتا ہے۔ لوہے کے ذریعے کاروں کی تیاری اور کپڑوں کے ذریعے ملبوسات کی تیاری اسکی مثالیں ہیں۔ یہ معیشت کا وہ شعبہ ہے جو خام اشیاء کے بجائے اشیائے صرف یا مصنوعات کی تیاری کرتا ہے۔ اسے صنعت کا شعبہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ شعبہ مختلف قسم کی صنعتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

(3) ثالثی شعبہ:

یہ شعبہ صارفین اور تاجروں کو خدمات فراہم کرتا ہے تاکہ اشیاء اور پیداوار کا حصول اور استعمال ممکن ہو سکے۔ اسے خدمات کا شعبہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہاں پر خدمات کی فراہمی کی جاتی ہے۔ حمل ونقل، اسٹوریج، مواصلات، بنکنگ، انشورنس، تجارت، ہوٹلس اور ریستوران، مالیاتی ادارے، رئیل اسٹیٹ، تجارتی خدمات، سیاحت، عوامی نظم ونسق، انفارمیشن ٹکنالوجی وغیرہ چند ایک سرگرمیاں ہیں جو خدمات کے شعبے سے متعلق ہیں۔

7.3 خام گھریلو پیداوار (Gross Domestic Product) میں شعبہ جاتی حصہ

ایک ملک کی معاشی ترقی کی پیمائش خام گھریلو پیداوار (GDP) سے کی جاتی ہے۔ خام گھریلو پیداوار (GDP) سے مراد ایک ملک میں کسی مخصوص مدت میں (عموماً ایک سال کے دوران) پیدا کی گئی کل اشیاء اور خدمات کی مالیاتی قدر ہوتی ہے۔ 1950-51ء میں ہندوستان کی GDP میں زراعت کا حصہ سب سے زیادہ یعنی 57% تھا مگر وہ بتدریج کم ہوتے ہوتے 2018-19ء میں 16.1% رہ گیا ہے۔ صنعت کے شعبے نے GDP میں اپنی حصہ داری کو بتدریج بڑھایا ہے اور وہ 1950-51 میں 15% سے 2018-19 میں 29.6% تک پہنچ گیا۔ خدمات کے شعبے کا حصہ 1950-51ء میں 25% تھا جو معاشی سروے رپورٹ کے مطابق بڑھ کر 2019-20 میں 54.3% ہو گیا ہے۔ زراعت کے شعبے کے حصے میں گراوٹ کے بڑے اسباب ناموزوں موسمی حالات اور ساختی تبدیلیاں تھیں جو گذشتہ برسوں کے دوران ہوتی رہی ہیں۔ ساختی تبدیلیوں میں انفرااسٹرکچر کی سہولتوں میں اضافہ، معلومات اور مواصلاتی ٹکنالوجی کا استعمال اور بنکنگ، مالیاتی اداروں اور دیگر خدمات کی ترقی شامل ہیں۔

7.4 آبادی کی شعبہ جاتی تقسیم

آبادی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ ملک تمام کامگار آبادی کو روزگار کے مواقع مہیا کرے۔ 2011ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کے 1.2 بلین افراد میں سے 481.9 ملین افراد ہی کل کامگار (ورکر) ہیں اور زرعی کامگاروں کی تعداد 263.1 ملین ہے۔ 1951ء میں 361.1 ملین کی کل آبادی میں 139.5 ملین کل کامگار تھے جن میں 97.2 ملین زرعی کامگار تھے۔ جدول 7.1 ہندوستان میں کامگاروں کے بارے میں بعض بنیادی حقائق کو واضح کرتا ہے۔

جدول۔ 7.1۔ ہندوستان میں 1951 اور 2011 کے دوران آبادی اور زرعی کامگار (ملین میں)

سال (Year)	کل آبادی (Total Population)	بے تحاشہ اضافے کی سالانہ اوسط شرح (Average annual exponential growth rate)	دیہی آبادی (Rural population)	کل کامگار (Total workers)	زرعی کامگار: کاشتکار (Cultivators)	زرعی کامگار: زرعی مزدور (Agricultural labourers)	زرعی کامگار: کل تعداد
1951	361.1	1.25	298.6	139.5	69.9	27.3	97.2
2011	1210.9	1.50	833.7	481.9	118.8	144.3	263.1

Source: Registrar General and Census Commissioner, India

زراعت کا شعبہ سب سے زیادہ روزگار فراہم کرنے والا شعبہ بنا رہا کیونکہ صنعت اور خدمات کے شعبے میں کافی روزگار کے مواقع تشکیل نہیں ہو پائے۔ روزگار زراعت کے شعبے سے منتقل نہیں ہوا جس کے نتیجے میں ملک کے لگ بھگ آدھے کامگار زراعت کے شعبے میں کام کر رہے ہیں اور خام گھریلو پیداوار (GDP) میں صرف 1/6 حصہ ان کی حصہ داری ہے۔ اس کے برخلاف صنعت اور خدمات کے شعبے خام گھریلو پیداوار کا 4/5 حصہ پیدا کرتے ہیں جبکہ ان میں کامگاروں کی کل تعداد کا نصف ہی مصروف کار ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کامگاروں کا بڑا حصہ زراعت میں مصروف ہے۔ اگر ان میں سے کچھ لوگ زراعت کے شعبے سے باہر بھی آجائیں تو پیداوار پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

7.5۔ زراعت کا شعبہ

تنظیم برائے غذا اور زراعت (Food and Agriculture Organisation) کے اعداد و شمار کے مطابق ہندوستان دودھ کی اشیاء کی پیداوار، جوٹ، دالوں اور مویشیوں میں بھینسوں کی پیداوار میں پہلا مقام رکھتا ہے۔ ہندوستانی معیشت میں زراعت ایک اہم رول ادا کرتی ہے۔ قوم کی غذائی طمانیت کا انحصار زراعت پر ہے۔ غذا کی فراہمی کے علاوہ زراعت کا شعبہ کئی بڑی صنعتوں کو خام مال مہیا کرتا ہے جیسے کپاس، جوٹ، شکر، تمباکو، کاغذ کی صنعت وغیرہ۔ کئی زرعی اشیاء جیسے چائے، کافی، خام تمباکو، خوردنی تیل، خام کپاس، پھل وغیرہ ہماری اہم برآمدات میں سے ہیں جن کے ذریعے ہم کثیر بیرونی زرمبادلہ حاصل کرتے ہیں۔ ہندوستان میں موجود مویشیوں کی کثیر تعداد دودھ، انڈوں، گوشت اور اون کی ضروریات کی تکمیل کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

7.5.1۔ آزادی کے بعد ہندوستانی زراعت میں تبدیلیاں

ہندوستان میں زراعت کو تین مرحلوں میں سمجھا جا سکتا ہے۔ پہلے مرحلے کو ماقبل سبز انقلاب کا مرحلہ کہا جا سکتا ہے۔ اس میں اراضی کی اصلاحات، دیہی قرض اور آبپاشی کی سہولتوں کی فراہمی پر زور دیا گیا۔ دوسرے مرحلے میں آبپاشی کئے گئے علاقوں میں ماحصل کی فراہمی جیسے کیڑے مار دواؤں، کیمیائی کھادوں، اعلیٰ پیداواری بیجوں کی فراہمی کو ترجیح دی گئی اس کے ساتھ ساتھ پانی کے انتظام پر بھی توجہ دی گئی۔ تیسرا مرحلہ 1991ء کی نئی معاشی پالیسی کا مرحلہ ہے۔ اس مرحلہ میں مراعات کی فراہمی اور زراعت میں سرکاری سرمایہ کاری کو فروغ دینے پر توجہ دی گئی۔ افسوس کہ پہلے مرحلہ میں بڑھتی ہوئی آبادی کی ضروریات کے لیے کافی حد تک غذائی اجناس کی پیداوار میں اضافہ نہیں ہوا۔ دوسرے مرحلے میں فی کس آمدنیوں میں اضافہ دیکھا گیا جب کہ تیسرے مرحلے میں زراعت میں سرکاری سرمایہ کاری میں کمی ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی حکومت ہند کی جانب سے زراعت کی ترقی کے لئے مختلف پالیسیوں اور اسکیموں کو نافذ کیا گیا جس کے نتیجے میں ہندوستان میں برسوں گزرتے زرعی پیداواریت میں اضافہ ہوا۔

7.5.2۔ سبز انقلاب اور زرعی پیداواریت

1۔ سبز انقلاب: سبز انقلاب کے دو مرحلے تھے۔ سبز انقلاب کا پہلا مرحلے میں (لگ بھگ 1960 کی دہائی کے وسط سے 1970 کی دہائی کے وسط تک) اعلیٰ معیاری بیجوں (HYV) کے استعمال، آبپاشی کی سہولتوں اور کیڑے مار ادویہ اور کھادوں کے خریدنے کے لیے مالی وسائل کی فراہمی پر توجہ دی گئی۔ لیکن یہ دولتمند ریاستوں جیسے پنجاب، آندھرا پردیش اور ٹامل ناڈو تک محدود رہی۔

بعد میں اعلیٰ معیاری بیجوں کے استعمال سے گیہوں کے پیداواری علاقوں کو بہت فائدہ پہنچا۔سبز انقلاب کے مرحلے(1970 کی دہائی کے وسط سے 1980 کی دہائی کے وسط تک)میں HYV ٹکنالوجی کو کئی ریاستوں تک وسعت دی گئی اور مختلف فصلوں کی پیداوار میں فروغ حاصل کیا گیا۔سبز انقلاب کی ٹکنالوجی نے ہندوستان کو غذائی اجناس اور فاضل پیداوار کے معاملے خود مکتفی ہونے کے قابل بنایا۔

2۔زرعی پیداواریت: زرعی پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔غذائی اجناس اور غیر غذائی اجناس۔چاول، گیہوں، خورد اجناس اور دالیں وغیرہ غذائی اجناس ہیں۔تیل کے بیج، گنا، کپاس، سویابین وغیرہ غیر غذائی اجناس کہلاتے ہیں۔زرعی پیداوار کا انحصار زمینی قطعوں کے سائز اور ٹکنالوجی کی سطح پر ہوتا ہے۔اس کے علاوہ مٹی، انفرااسٹرکچر سہولتیں جیسے سیلاب پر قابو پانے کے اقدامات، آبپاشی، سرد خانے (کولڈ اسٹوریج) کی سہولتیں بھی زرعی پیداوار پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ہندوستان میں اکثر کسان دو ایکڑ سے بھی کم رقبے والی زمینی قطعوں پر کاشت کرتے ہیں۔اس لیے اکثر کسان شدید کاشتکاری کرتے ہیں تاکہ پیداوار کے بہتر طریقوں کو استعمال کرتے ہوئے زیادہ فائدوں کو حاصل کیا جا سکے۔حالیہ عرصے میں غذائی فصلوں اور غیر غذائی فصلوں کی کاشت کے رقبے میں قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ہندوستان نے مختلف فصلوں کی فی ہکٹار اوسط پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ حاصل کیا۔

3۔ زرعی پیداواریت کو بڑھانے کے لیے درکار اقدامات

a) اصلاحات اراضی جس میں درمیانی افراد پر پابندی اور کرایہ داری کی اصلاحات وغیرہ شامل ہوں۔

b) معیاری بیجوں اور کھادوں کی تقسیم

c) مالیہ کی فراہمی کے لیے ادارہ جاتی اقدامات

d) مناسب مقدار میں بازاروں اور گوداموں کی سہولتوں کی فراہمی

e) انفرااسٹرکچر اور آبپاشی کی سہولتوں میں وسعت

f) اقل ترین امدادی قیمت (Minimum Support Price) میں اضافہ

g) زرعی مادخل کے لیے سبسیڈی کی فراہمی اور فصلوں کے بیمے کی سہولت

h) جدید ٹکنالوجی کے استعمال کے ذریعے مناسب انداز سے وسائل کا بہترین استعمال کرنے کے لیے کسانوں کو تعلیم دینا

7.5.3۔ زرعی قرض

کسانوں کو ملنے والے زرعی قرضوں کے ذرائع دو قسم کے ہوتے ہیں۔

A) غیر ادارہ جاتی قرض اور

B) ادارہ جاتی قرض

A) غیر ادارہ جاتی قرض کے ذرائع: غیر ادارہ جاتی قرض کے ذرائع میں ساہوکار، زمیندار، تاجرین، دوست اور رشتہ دار وغیرہ شامل ہیں۔قرض کے یہ ذرائع کسانوں کو کسی بھی وقت دستیاب رہتے ہیں۔لیکن ان سے قرض لینے میں کئی خامیاں ہیں جیسے اونچی شرح سود، زمینداروں کا استحصال وغیرہ۔

B) **ادارہ جاتی قرض کے ذرائع:** یہ قرض ادارہ جاتی ذرائع مثلاً امداد باہمی انجمنوں، کمرشیل بنکوں اورعلاقائی دیہی بنکوں سے فراہم کئے جاتے ہیں۔ یہ ادارے کسانوں کوسستی شرح سود پر مناسب مقدار میں قرض فراہم کرتے ہیں تا کہ وہ کاشتکاری کے عمل کے لیے درکار ماخل (Inputs) خرید سکیں۔ ماخل میں کھادیں، بیج، کیڑے مارادویہ، ٹریکٹر اور بورویل وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ قرض دینے والے اداروں کے بارے میں کسانوں کو علم نہ ہونا، قرضوں کی اجرائی کے پیچیدہ طریقہ کار، قرض کی منظوری کے بعد رقم کی اجرائی میں تاخیر وغیرہ کی وجہ سے کسان ان قرضوں کو حاصل نہیں کر پاتے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1) ہندوستانی معیشت میں زراعت کی اہمیت کو چاریا پانچ سطروں میں بیان کیجئے۔

2) آزادی کے بعد سے زراعت کی ترقی کے تین امتیازی مرحلوں کی وضاحت کیجئے۔

7.6۔ صنعت کا شعبہ

صنعتیں وہ مشینیں اور آلات واوزار تیار کرتی ہیں جن کی زراعت اور خدمات کے شعبوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ پیداوار کے عمل میں استعمال کیے جانے والے خام مال کی بنیاد پر صنعتوں کی دو قسمیں ہوتی ہی۔ ان میں پہلی قسم زراعت پر مبنی صنعتیں ہیں اور دوسری معدنیات پر مبنی صنعتیں ہیں۔ ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں زراعت کو کافی ترجیح دی جاتی ہے۔ اس لیے زراعت پر مبنی صنعتیں ہماری معیشت میں ایک اہم رول ادا کرتی ہیں۔ زراعت پر مبنی صنعتوں میں اہم کپڑے، شکر، تمباکو، نباتی تیل، قدرتی ربر، مصالحوں، دودھ کی اشیاء اور چمڑے کی صنعتیں شامل ہیں۔ معدنیات پر مبنی صنعتوں میں اہم لوہے اور فولاد، سمنٹ، کھاد، پٹروکیمیکل، ہیوی انجینیر نگ اور مشینوں کی صنعتیں شامل ہیں۔

صنعتی سرگرمیاں عموماً مصنوعات کی تیاری پر مشتمل ہوتی ہیں۔ مصنوعات کی تیاری کا ذیلی شعبہ دو بڑے ذیلی ڈویژنس پر مشتمل ہوتا ہے۔ ان میں پہلا کارخانوں کا شعبہ ہے جو تمام قسم کی مصنوعات کے اداروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور دوسرا غیر کارخانوں کا شعبہ ہے جو گھریلو اداروں اور چھوٹے پیمانے کے غیر گھریلو اداروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ نسبتاً کم سرمایہ پر بڑے پیمانے پر روزگار کے مواقع مہیا کرنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ یہ دیہی اور پچھڑے پن کے شکار علاقوں کو صنعتیانے میں مدد کرتے ہیں اور اس طرح وہ علاقائی عدم توازن کو گھٹاتے ہیں اور قومی دولت اور آمدنی کی مساویانہ تقسیم کو یقینی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ملک کی سماجی اور معاشی ترقی کا انحصار زیادہ تر ان صنعتوں پر ہوتا ہے۔

7.6.1۔ صنعتوں کی ساخت اور صنعتوں کے اقسام

ملکیت کے اعتبار سے صنعتیں عوامی شعبے کی صنعتوں اور خانگی شعبے کی صنعتوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں۔ سرمایہ کاری کے سائز کی بنیاد پر صنعتوں کو حسب ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

a) بڑی صنعتیں (Large Industries): ان صنعتوں میں سرمایہ کاری 10 کروڑ روپیوں سے زیادہ اور 100 کروڑ روپیوں سے کم ہوتی ہے۔

b) بھاری صنعتیں(Mega Industries):ان صنعتوں میں سرمایہ کاری 100 کروڑ روپیوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔

c) گھریلو صنعتیں(Cottage Industries): یہ گھروں میں چلائی جانے والی غیر منظّم صنعتیں ہیں جو چھوٹے پیانے کی صنعتوں کے تحت آتی ہیں۔

d) ذیلی صنعتیں(Ancillary Industries): یہ صنعتیں ان ماذخل (Inputs) کو تیار کرتی ہیں جو بڑی صنعتوں کے استعمال میں آتی ہیں۔ان میں سرمایہ کاری کی حد ایک کروڑ روپیے سے کم ہوتی ہے۔

e) بہت چھوٹی صنعتیں(Tiny Industries):ان صنعتوں کے پلانٹ اور مشنری میں سرمایہ کاری کی حد 25 لاکھ روپیے ہوتی ہے۔

f) Household Industries : یہ صنعتیں فنکاروں، ماہر دستکاروں اور ٹیکنیشین کے ذریعے چلائی جاتی ہیں۔ان کو چلانے کے لیے 3000 مربع فیٹ سے بھی کم جگہ، 1 KW سے بھی کم بجلی اور 5 افراد سے کم ورکروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ صنعتیں کسی قسم کی آلودگی کا سبب نہیں بنتی ہیں۔

حکومت ہند نے جون 2020ء میں اصطلاحات کی تجدید کرتے ہوئے سرمایہ کاری اور تجارت کی بنیاد پر مائیکرو، اسمال اور میڈیم انٹر پرائزز (MSME) کی تعریف اس طرح کی ہے۔

i) بہت چھوٹی اکائیاں:(Micro Enterprises) ان صنعتوں میں سرمایہ کاری ایک کروڑ روپیوں سے زائد نہ ہو اور تجارت پانچ کروڑ روپیوں سے زائد نہ ہونی چاہیے۔

ii) چھوٹی اکائیاں : (Small Enterprises)ان صنعتوں کے پلانٹ اور مشنری میں سرمایہ کاری 10 کروڑ روپیوں سے کم ہونی چاہیے اور تجارت 50 کروڑ روپیوں سے زائد نہ ہونی چاہیے۔

iii) اوسط اکائیاں(Medium Enterprises):ان صنعتوں کے پلانٹ اور مشنری میں سرمایہ کاری 50 کروڑ روپیوں سے زائد نہ ہونی چاہیے اور تجارت 250 کروڑ روپیوں سے زائد نہیں ہونی چاہیے۔

7.6.2۔ ہندوستان میں صنعتی نشوونما

آزادی کے بعد سے ہندوستان میں صنعتی نشوونما یکساں نہیں رہی۔ 1950 کی دہائی اور 1960 کی دہائی میں نشوونما تیز رفتار تھی۔ابتداء میں بنیادی اور سرمایہ کاری کی اشیاء کی صنعتوں کی ترقی پر زور دیا گیا بعد میں درمیانی اشیاء کی صنعتوں اور اشیائے صارفین کی صنعتوں پر توجہ دی گئی۔1965ء کے بعد طلب اور رسد کی رکاوٹوں کے سبب صنعتی نشوونما میں گراوٹ دیکھی گئی۔ 1970 کی دہائی میں صنعتی نشوونما کا احیاء ہونے لگا اور 1980 کی دہائی میں اس میں بہت تیزی آئی۔1980 کی صنعتی پالیسی نے صنعتی شعبہ کو جدید بنانے کی خاطر ٹکنالوجی کی درآمد اور خانگی بیرونی سرمایہ کاری کا راستہ کھولا۔اس کے بعد لائسنسنگ کے نظام، درآمدات کے معاملے میں نرمی کی وجہ سے اور سرمایہ کے بہاؤ پر قابو پانے کی وجہ سے صنعتی ٹکنالوجی کے میدان میں کافی ترقی ہوئی۔1990 کی نئی معاشی پالیسی نے صنعتی اشیاء کی طلب کو فروغ دیا جس میں گھریلو طلب اور غیر ملکی طلب بھی شامل تھے۔

7.6.3۔ صنعتی پالیسیاں

ہندوستان کی حکومت کی صنعتی پالیسیوں کے اہم مقاصد حسب ذیل ہیں۔

1. **اہم مقاصد**

(i صنعتی پیداواریت میں مسلسل نشوونما کو برقرار رکھنا

(ii بڑے پیمانے پر روزگار کے مواقع فراہم کرنا

(iii انسانی وسائل اور قدرتی وسائل کا استعمال کرنا

(iv بین الاقوامی مسابقت کا سامنا کرنا

(v عالمی معیشت میں ہندوستان کو ایک اہم رول ادا کرنے کے قابل بنانا

2۔ صنعتی پالیسی کی قراردادیں:

1948ء کی صنعتی پالیسی کی قرارداد نے عوامی شعبہ اور عوامی و خانگی شعبوں کے ذریعے بنیادی اور سرمایہ کاری کی اشیاء کی صنعتوں کے قیام، انفرااسٹرکچر سہولتوں جیسے سڑکوں، ریلوے وغیرہ کی ترقی پر توجہ دی۔ اس میں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں اور گھریلو صنعتوں پر بھی توجہ دی گئی تاکہ مقامی وسائل کا استعمال کیا جاسکے اور بڑے پیمانے پر روزگار کے مواقع فراہم کیے جاسکیں۔ 1956ء کی صنعتی پالیسی کی قرارداد نے عوامی شعبے کو وسعت دینے کی ضرورت، گھریلو اور چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کو فروغ دینے پر زور دیا تاکہ روزگار کے مواقع بڑھائے جاسکیں اور معاشی طاقت کو غیر مرکوز کیا جاسکے۔ 1991ء کی نئی صنعتی پالیسی نے سرمایہ کو لوٹاتے ہوئے (Disinvestment) عوامی شعبے کو خانگیانے کو فروغ دیا۔ نئے معاشی اصلاحات کو مزید تفصیل سے باب 8 میں سمجھایا گیا۔

7.6.4 صنعتی پسماندگی: اسباب اور تجاویز

1۔ ہندوستان میں صنعتی پسماندگی کے اہم اسباب: سرمایہ کی قلت، صنعتکاروں کی کمی، مزدوروں کی قلت، انتظامی خامیاں، خام مال کی قلت، بجلی کا بحران، حمل ونقل اور بازار کے مسائل، بیرونی زرمبادلہ کی کمی، ٹکنیکی مہارتوں کی کمی، سیاسی بحران، حکومت کی بدلتی ہوئی پالیسیاں، لائسنس کے مسائل اور تحقیق وترقی کے امور پر توجہ نہ دینا ہندوستان میں صنعتی پسماندگی کے بڑے اسباب ہیں۔

2۔ صنعتوں کی ترقی کے لیے تجاویز: صنعتی تنازعات کو حل کرنا، انفرااسٹرا کچر سہولتوں جیسے سڑکوں، ریلوے، آبی راستوں، برقی و توانائی، ریسرچ اور مواصلاتی نظام کو مہیا کرنا، جدید ٹکنالوجی کا استعمال، حکومتی مداخلت پر پابندی، سرمایہ کی تشکیل کی حوصلہ افزائی، بیرونی زرمبادلہ کو راغب کرنا، خانگی شعبہ کی حوصلہ افزائی کرنا، معقول محاصل کی پالیسی بھی صنعتی تنظیم کے لیے ضروری ہوتی ہے، چھوٹی صنعتوں کے لیے فنڈس کی اجرائی، مہارتوں کی ترقی کے لیے پروگراموں کا انعقاد کرنا، صنعتی شعبے کو اس طرح ترقی دینا کہ وہ بین الاقوامی کمپنیوں سے مسابقت کرسکیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

(1 زراعت پر مبنی صنعتوں اور معدنیات پر مبنی صنعتوں کی مثالیں دیجئے۔

(2 ہندوستان میں صنعتی پالیسیوں کے مقاصد کو بیان کیجئے۔

7.7۔ خدمات کا شعبہ اور انفرا اسٹرکچر کا شعبہ

خدمات کے شعبے کو a) تجارتی خدمات جیسے بنکنگ، انشورنس، حمل ونقل، ویر ہاؤزنگ، b) سماجی خدمات جیسے تعلیم اور صحت، اور c) شخصی خدمات جیسے سیاحت، ہوٹلس، تفریحی خدمات اور دیگر خدمات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ قومی آمدنی میں حصہ داری کے معاملہ میں خدمات کا شعبہ زراعت اور صنعت کے شعبوں سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کررہا ہے۔ وہ ہندوستان کی خام گھریلو پیداوار میں پچاس فیصد سے زائد کا حصہ دار ہے۔ 2019ء کی معاشی سروے رپورٹ کے مطابق ہندوستانی معیشت میں خدمات کا شعبہ دو تہائی بیرونی راست سرمایہ کاری (FDI) کے حصول کا ذمہ دار ہے۔ حالیہ برسوں کے دوران ہندوستان میں روزگار کے مواقع فراہم کرنے میں خدمات کے شعبے کا حصہ بڑھتا جارہا ہے جبکہ ابتدائی شعبہ کا حصہ بتدریج گھٹتا جارہا ہے۔ صحت، تعلیم، انفارمیشن ٹکنالوجی، انفارمیشن ٹکنالوجی سے متعلق خدمات ہمارے ملک میں انسانی ترقی میں کافی معاون ثابت ہورہے ہیں۔ خدمات کا شعبہ انفرا اسٹرکچر کے انتظام اور وسعت میں بھی کافی حد تک اپنا رول ادا کررہا ہے۔ انفارمیشن ٹکنالوجی اور انفارمیشن ٹکنالوجی سے متعلق خدمات نے خام گھریلو پیداوار اور برآمدات کے معاملہ میں ملک کی معیشت کی مدد کی ہے۔ برآمدات نے ہندوستان کو عالمی معیشت میں ایک اہم حصہ دار بنادیا ہے۔

انفرا اسٹرکچر ہندوستانی معیشت کی ترقی کے لیے ایک تحریک دینے والی قوت ہے۔ ملک کی مجموعی ترقی انفرا اسٹرکچر پر منحصر ہوتی ہے کیونکہ یہ معیشت کے تینوں شعبوں کی نشوونما میں اپنا حصہ ادا کرتی ہے۔ حمل ونقل، توانائی، پانی، مواصلات وغیرہ کو ''معاشی انفرا اسٹرکچر'' کہا جاتا ہے۔ تعلیم اور صحت ''سماجی انفرا اسٹرکچر'' کہلاتے ہیں۔ بازاروں تک اشیائے صارفین اور خام مال کی رسد پہنچانے میں انفرا اسٹرکچر مدد کرتا ہے۔ انفرا اسٹرکچر کی سہولت سے نہ صرف روزگار کے مواقع میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ زندگی میں آسانیاں بھی فروغ پاتی ہیں۔

7.7.1۔ حمل ونقل

بہترین انداز میں مربوط حمل ونقل کی سہولتیں مارکٹ کے نظام کو فروغ دیتی ہیں اور اندرونی و بیرونی تجارت کی حوصلہ افزائی بھی کرتی ہیں۔ یہ بیرونی زرمبادلہ کا ایک اہم ذریعہ ہیں۔ حمل ونقل کی خدمات بھی ہمارے ملک کی GDP میں اپنا حصہ ادا کرتی ہیں اور بڑے پیمانے پر روزگار کے مواقع فراہم کرنے کا ذریعہ ہیں۔ حمل ونقل کا نظام تباہیوں اور ہنگامی حالات میں نہایت اہم رول ادا کرتا ہے۔ حمل ونقل کے نظام کو سڑکوں، ریلوے، آبی راستوں اور ہوائی راستوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ سڑکوں کے ذریعے ملک بھر کی 80% مسافرین اور 60% اشیاء کی منتقلی ہوتی ہے۔ ہندوستانی ریلوے کا نظام دنیا بھر کے بڑے ریلوے نظاموں میں سے ایک ہے۔ جہاز رانی اور ہوابازی کا مقام ریل اور سڑکوں کے حمل ونقل کے نظام کے بعد ہے۔ جہاز رانی کا نظام سب سے سستا اور کم ترین آلودگی والا حمل ونقل کا نظام ہے۔ ہوابازی کے لیے ہندوستان دنیا میں تیسری بڑی گھریلو مارکٹ کا حامل ہے۔

7.7.2۔ مہمان نوازی اور سیاحت

ہندوستان میں سیاحت کا شعبہ ملک کی سماجی و معاشی ترقی کے لیے ایک اہم ترین رول ادا کر رہا ہے۔ یہ سماج کے مختلف طبقات کے لیے روزگار کے کافی زیادہ مواقع فراہم کرتا ہے۔ یہ شعبہ ملک کو بیرونی زرمبادلہ فراہم کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ ہندوستان سیاحت کی ترقی کے لیے درکار معیاری اور کم دام والی سہولتیں فراہم کر رہا ہے۔2019ء کے سال میں ملک کی GDP کا 7% حصہ سفر و سیاحت کے شعبے سے حاصل ہوا تھا۔

7.7.3۔ تعلیم اور صحت

1۔ **تعلیم**: تعلیم معلومات اور مہارتیں فراہم کرتی ہے، روزگار کے مواقع پیدا کرتی ہے، آمدنی کی سطح کو بڑھانے میں مدد کرتی ہے اور معیار زندگی کو بہتر بناتی ہے۔ یہ پیداوار کے جدید طریقوں کو اپنانے میں مدد کرتی ہے جس کی وجہ سے معاشی ترقی میں اضافہ ہوتا ہے۔گذشتہ برسوں کے دوران ہندوستان میں تمام سطحوں کی تعلیمی سہولتوں میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔اس شعبہ میں اپنائی گئی اصلاحی پالیسیوں کی بدولت مجموعی شرح خواندگی میں اضافہ ہوا ہے۔تعلیم کے شعبے کے لیے بڑھائے گئے مسلسل اخراجات کے نتیجہ میں تمام سطحوں کے تعلیمی اداروں کی تعداد بھی کافی بڑھ گئی ہے۔ اور ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطحوں میں داخلوں میں بھی اضافہ ہوا ہے۔انجینیرنگ، طب، مینیجمنٹ، زراعت اور سائنس کے میدانوں میں قابل قدر ترقی حاصل کی گئی ہے۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان ،چین کے بعد دنیا بھر میں تعلیم یافتہ اور ماہر افراد کو تیار کرنے والا دوسرا بڑا ملک بن گیا ہے۔

2۔ **صحت**: صحت کی نگہداشت میں دواخانے، طبی آلات، طبی تفتیشات، آوٹ سورسنگ، ٹیلی میڈیسن، میڈیکل ٹورازم، طبی بیمہ اور طبی سہولتیں وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں عوامی اور خانگی شعبوں نے صحت کے شعبہ کو ترقی دی ہے۔بہترین صحت ہی معیاری انسانی وسائل مہیا کرسکتی ہے۔بہتر صحت کے لیے متوازن غذا اور طبی نگہداشت ضروری ہیں۔مختلف منصوبوں اور اسکیموں کے تحت صحت کے معیارات کو بلند کرنے کے لیے حکومت ہند نے وباؤں پر قابو پانے، ابتدائی صحت عامہ کے مراکز کو فروغ دینے، خاندانی بہبود اور تغذیے کے پروگراموں کو نافذ کرتے ہوئے بچوں، حاملہ خواتین اور دودھ پلانے والی خواتین کے لیے، صفائی، صاف پینے کے پانی کے انتظام پر خصوصی توجہ دی ہے۔جس کے نتیجے میں صحت کے نشاندہندوں جیسے متوقع عرصہ حیات، شیر خواروں میں اموات کی شرح، زچگی کے دوران اموات اور کل شرح پیدائش میں بہتری نظر آ رہی ہے۔

7.7.4۔ بنکنگ اور انشورنس (بیمہ)

بنکنگ اور انشورنس کمپنیاں پیداواری مقاصد کے لیے فنڈس کو متحرک کرتی ہیں جس کی وجہ سے قومی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔

1) **بنکنگ**: ریزرو بنک آف انڈیا ہندوستان کا مرکزی بنک اور مالیاتی اتھاریٹی ہے۔ وہ ملک میں زر کے بہاؤ اور قرضوں کو کنٹرول کرتا اور باقاعدہ بناتا ہے۔حالیہ عرصے میں مسلسل مالیاتی اصلاحات جیسے قرض کی شرحوں میں لچکداری، عوامی شعبے کے بنکوں

میں حکومتی ملکیت کی بتدریج کمی اور خانگی شعبے کے بنکوں اور بین الاقوامی بنکوں پر عائد پابندیوں میں نرمی کرنے کے ذریعے بنکنگ شعبہ کو طاقتور بنایا گیا۔ ہندوستان میں بنکنگ کا نظام عوامی شعبے کے بنکوں، خانگی شعبے کے بنکوں، غیر ملکی بنکوں، علاقائی دیہی بنکوں، امداد باہمی بنکوں اور امداد باہمی قرض کی انجمنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

2۔انشورنس: ہندوستان میں بیمہ (انشورنس) کا شعبہ (i) لائف انشورنس اور (ii) جنرل انشورنس (نان لائف انشورنس) میں تقسیم کیا گیا ہے۔انشورنس کمپنیاں اپنے گاہکوں کو بڑے پیمانے کے مالی خطرات (سیلاب، حادثات، چوریاں وغیرہ) کے لیے مختلف منصوبے اور اسکیمات پیش کرتی ہیں۔انشورنس کمپنیاں نہ صرف خطرات سے تحفظ فراہم کرتی ہیں بلکہ مختلف گاہکوں کی ضروریات کی تکمیل کے لیے وسائل کی رسد (ترغیبی بونس کے ذریعے بچتوں کو فروغ دینا، منافع کی شرح کو بڑھانا) فراہم کرتی ہیں۔دی انشورنس ریگولیٹری اینڈ ڈیولپمنٹ اتھاریٹی آف انڈیا (IRDA) ہندوستان میں انشورنس کمپنیوں کے لیے رہنمایانہ خطوط تشکیل دیتی ہے۔ہندوستان میں اسکی کثیر آبادی کی بہ نسبت بہت کم لائف انشورنس کوریج موجود ہے۔ہندوستان بیمہ بازار میں بہت ہی کم ترقی ہوئی ہے۔لائف انشورنس کارپوریشن آف انڈیا (LIC) کو 1956ء میں قائم کیا گیا۔LIC عوامی شعبہ کا ادارہ ہے جو پالیسی ہولڈرس کو مالی ضمانت فراہم کرنے کے لیے قائم کیا گیا۔LIC کے انشورنس پلانس میں بعض پنشن پلانس، صحت کا بیمہ، گروپ انشورنس وغیرہ شامل ہیں۔2000ء میں خانگی انشورنس کمپنیاں بھی مارکٹ میں داخل ہوئیں۔

7.7.5۔ توانائی

توانائی ملک کی مسلسل معاشی ترقی کو طے کرنا والا کلیدی عنصر ہے۔ 20-2019 کی معاشی سروے کے مطابق ہندوستان دنیا میں توانائی کا تیسرا بڑا صارف ہے۔زراعت، صنعت، حمل ونقل اور گھریلو شعبوں کے لیے توانائی ایک لازمی جزو ہے۔توانائی کے حصول کے دو ذرائع ہیں۔ناقابل تجدید ذرائع اور قابل تجدید ذرائع۔کوئلہ، خام تیل، قدرتی گیس (حجریہ ایندھن)، نیوکلیر ایندھن توانائی کے ناقابل تجدید ذرائع ہیں۔شمسی، ہوائی، آبی، مدوجزری، جیوتھرمل، بائیوماس وغیرہ توانائی کے قابل تجدید ذرائع ہیں جن کو استعمال کے بعد دوبارہ استعمال کے قابل بنا کر بار بار استعمال کیا جاسکتا ہے۔بعض اوقات قابل تجدید توانائی کے ذرائع کو غیر روایتی ذرائع بھی کہتے ہیں۔توانائی کے روایتی ذرائع میں کوئلہ، خام تیل اور قدرتی گیس وغیرہ شامل ہیں۔

7.7.6۔ مواصلات اور انفارمیشن ٹکنالوجی

1۔ مواصلاتی خدمات: ان میں ٹیلیفون کی خدمات، ٹیلکس خدمات، ٹیلیگرامس، فیکس خدمات، انٹرنیٹ اور براڈ بینڈ خدمات، ڈاک کی خدمات، ریڈیو اور ٹیلیویژن کے نیٹ ورک شامل ہوتے ہیں۔ہندوستانی ٹیلی کام نیٹ ورک دنیا بھر میں چین کے بعد دوسرا بڑا نیٹ ورک ہے۔2019ء میں دنیا کے ٹیلی کمیونیکیشن کے بازاروں میں ہندوستان ایک بڑا مقام رکھتا ہے۔ ڈاؤن لوڈ کئے گئے ایپس کی تعداد کے اعتبار سے ہندوستان نے ریاستہائے متحدہ امریکہ پر سبقت پاکر دوسرا مقام حاصل کیا۔انٹرنیٹ صارفین کی تعداد کے اعتبار سے بھی ہندوستان دنیا کا دوسرا بڑا بازار ہے۔ہندوستان ٹیلی کمیونیکیشن مارکٹ کے اعتبار سے بھی دوسرا بڑا مقام رکھتا ہے۔

(ڈیپارٹمنٹ فار پرموشن آف انڈسٹری اینڈ انٹرنل ٹریڈ۔DPIIT)۔ حکومت ہند نے ڈیجیٹل انڈیا پروگرام کو متعارف کرایا جس کے تحت تمام شعبے جیسے صحت کی نگہداشت وغیرہ انٹرنیٹ سے منسلک کیے جائیں گے۔

2۔انفارمیشن ٹکنالوجی (IT) کا شعبہ: 2019ء کے معاشی سروے آف انڈیا کے مطابق گذشتہ دو دہائیوں سے Indian Information Technology and business prcess management (IT-BPM) ہندوستان کا سب سے بڑا برآمد کنندہ ہے۔ یہ شعبہ ہندوستانی معیشت میں روزگار، نشوونما اور اضافی قدر کے اعتبار سے اہم رول ادا کر رہا ہے۔ IT کے شعبے میں سافٹ ویر، ہارڈ ویر، اپیلیکیشن اور کئی دیگر امور شامل ہوتے ہیں۔ IT-BPM کی خدمات میں معلومات کی تخلیق، ذخیرگی، پراسسنگ اور ترسیل وغیرہ شامل ہوتے ہیں جو اداروں کے حدود سے بالاتر ہو کر سہولت فراہم کرتے ہیں نیشنل اسوسی ایشن آف سافٹ ویر اینڈ سرویس کمپنیز (NASSCOM) کے مطابق انفارمیشن ٹکنالوجی کے شعبے کو (i) IT کی خدمات، (ii) سافٹ ویر کی پیداوار اور انجینیر نگ خدمات، (iii) BPM اور (iv) ہارڈ ویر میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ DPIIT کے مطابق یہ شعبہ بیرونی راست سرمایہ کاری کے بہاؤ میں دوسرا مقام رکھتا ہے۔ انفارمیشن ٹکنالوجی کی برآمدات میں سافٹ ویر کی خدمات (IT کی خدمات) اور IT سے متعلق خدمات شامل ہیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ حمل و نقل کے بڑے اقسام کیا ہیں؟

2۔ قابل تجدید اور نا قابل تجدید توانائی کے ذرائع کی مثالیں دیجیے۔

7.8۔ خلاصہ (کلیدی نکات)

- ☆ ہندوستانی معیشت کو تین بڑے شعبوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے، زراعت، صنعت اور خدمات
- ☆ ہندوستانی عوام کی اکثریت آج بھی روزگار کے لیے زراعت پر انحصار کرتی ہے۔
- ☆ خام گھریلو پیداوار (GDP) میں زراعت کا حصہ گھٹتا جا رہا ہے جبکہ خدمات کے شعبے کا حصہ بڑھتا جا رہا ہے۔
- ☆ زرعی پیداواریت کا انحصار قطعہ اراضی اور استعمال کی گئی ٹکنالوجی کی سطح وغیرہ پر ہوتا ہے۔
- ☆ سبز انقلاب نے زراعت میں اعلیٰ شرح پیداوار کو ممکن بنایا۔
- ☆ ہندوستانی صنعت کے شعبے میں عوامی اور خانگی شعبے پائے جاتے ہیں۔
- ☆ بنیادی اشیاء اور سرمایہ کاری کی اشیاء کی پیداوار میں خود مکتفی ہوتے ہوئے صنعت کے شعبے نے متنوع نشوونما حاصل کیا۔
- ☆ خدمات کے شعبے میں حمل و نقل، مواصلات، انفارمیشن ٹکنالوجی، بنکنگ، انشورنس، رئیل اسٹیٹ، نظم و نسق اور دیگر خدمات شامل ہیں۔
- ☆ سماجی انفرااسٹرکچر میں تعلیم اور صحت شامل ہوتے ہیں۔
- ☆ جدید دور میں خدمات کے شعبے کی مدد سے عالمی معیشت میں اشیاء اور خدمات کا تبادلہ آسان ہو گیا ہے۔

7.9۔ نمونہ امتحانی سوالات

I۔ ذیل کے سوالوں کے جواب ایک یا دو جملوں میں لکھیے۔

1۔ سبز انقلاب کیا ہے؟

2۔ ملک کی ترقی میں انفرا اسٹرکچر کس طرح اپنا رول ادا کرتا ہے؟

II۔ ذیل کے سوالوں کے جواب چار یا پانچ جملوں میں لکھیے۔

1۔ زراعت کس طرح صنعتی ترقی میں معاون ہوتی ہے؟

2۔ صنعتی ترقی کے لیے تجاویز پیش کیجیے۔

III۔ ذیل کے سوالوں کے جواب آٹھ تا دس جملوں میں لکھیے۔

1۔ معیشت کے اہم شعبوں کے بارے میں بیان کیجئے۔

2۔ ہندوستان میں ثالثی شعبہ (خدمات کا شعبہ) کیوں تیزی سے ترقی کر رہا ہے؟

IV۔ کثیر جوابی سوالات

1۔ ہندوستان میں خام گھریلو پیداوار میں سب سے زیادہ حصہ ادا کرنے والا شعبہ ہے۔ (   )

A) ثالثی شعبہ B) ثانوی شعبہ C) ابتدائی شعبہ D) پیداوار کا شعبہ

2۔ لائف انشورنس کارپوریشن اس کی ملکیت ہے۔ (   )

A) خانگی شعبہ B) عوامی شعبہ C) عوامی وخانگی شعبہ D) کارپوریٹ کمپنی

3۔ حسب ذیل سرگرمیاں ابتدائی شعبہ سے متعلق نہیں ہیں۔ (   )

A) سمکیات B) جنگلات C) کان کنی D) بنکنگ

4۔ یہ صنعتی پسماندگی کا سبب نہیں ہے۔ (   )

A) سرمایہ کی قلت B) توانائی کا بحران C) مہارتوں کی کثرت D) لائسنس کے امور

7.10۔ حوالہ کی کتب

1۔ تلگو اکیڈمی کی انٹرمیڈیٹ سال دوم کی معاشیات کی کتاب، 2020

2۔ رداردت اور کے پی ایم سندرم۔ ہندوستانی معیشت، ایس چاند، نئی دہلی، جدید ایڈیشن

8 معاشی اصلاحات - عالمیانہ
Economic Reforms - Globalisation

8.0۔ آموزشی ماحاصل

☆ معاشی اصلاحات کی ضرورت اوراس کے کلیدی نکات کی وضاحت کریں گے۔

☆ آزادیانہ(Liberalisation)اورخانگیانہ(Privatization)کی وضاحت کریں گے۔

☆ عالمیانہ کی ضرورت اورفوائد کا تجزیہ کریں گے۔

☆ عالمی ادارہ برائے تجارت(World Trade Organisation) پرتبصرہ کریں گے۔

8.1۔ تمہید

آزادی کے بعد ملک میں غربت، بے روزگاری اور معاشی عدم مساوات جیسے اہم مسائل کوحل کرنے کے لیے حکومت کی جانب سے لیے گئے فیصلوں سے عوامی شعبہ کے کاروباری اداروں کی اہمیت میں اضافہ ہوا تھا۔ہندوستان کوآزدی حاصل ہونے کے بعد،حکومت نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہندوستان میں مشترکہ معیشت ہونی چاہیئے ۔ اسی کے حصہ کےطور پر،1948ء کی صنعتی پالیسی کی قرارداد سے مشترکہ معیشت کی بنیاد پڑی تھی۔اس کے علاوہ، 1956ء کی صنعتی قرارداد سے مشترکہ معیشت کے تصورکومضبوطی ملی تھی۔عوامی شعبہ کی توسیع کے حصہ کے طور پر،عوامی شعبہ کی تنظیموں کو بڑھاوا ملا تھا۔ اُس وقت خانگی شعبہ پرشدید پابندیاں عائد تھیں۔خانگی شعبہ کومختلف پالیسیوں جیسے لائسنس،پرمِٹ اورکوٹہ وغیرہ کے ذریعہ کنٹرول کیا جاتا تھا۔

اسی کے پیش نظراس یونٹ میں پہلے ہم 1991ء میں متعارف کی گئی معاشی اصلاحات کی ضرورت پرگفتگو کریں گے۔آیئے اب ہم معاشی اصلاحات کے اہم اجزاء جیسے آزادیانہ(Liberalisation)،خانگیانہ(Privatization)اور عالمیانہ(Globalisation)کا تجزیہ کرتے ہیں۔اختصار کے ساتھ عالمی ادارہ برائے تجارت(World Trade Organisation)کا مطالعہ بھی کریں گے۔

8.2۔ معاشی اصلاحات: ذریعہ،معاشی اصلاحات کا سبب بننے والے حالات اورتصور

8.2.1۔ معاشی اصلاحات کا ذریعہ

جدید ٹکنالوجی کے استعمال کے ذریعہ پیداواریت میں اضافہ اورنجی کاری کے مقاصد کے ساتھ 1985ء میں نئ معاشی پالیسی کومتعارف کیا گیا تھا۔ٹیکسوں،لائسنسوں اور بین الاقوامی تجارت کی پالیسیوں میں اصلاحات کا آغاز کیا گیا تھا تاکہ خانگی شعبہ میں سرمایہ کاری کوفروغ دیا جاسکے۔غیرملکی راست سرمایہ کاری اورملٹی نیشنل کارپوریشنوں کوراغب کرنے کی خاطر قواعداورپابندیوں کا خاتمہ،سرکاری انتظامیہ میں سادگی پیدا کرنا جیسی تبدیلیوں پرعمل آوری کی گئی تھی۔

8.2.2۔ حالات جومعاشی اصلاحات کا سبب تھے

1990-91 کا معاشی بحران اچانک نہیں آیا تھا۔ 1980 کے دہے کے حالات ااس عدم توازن کا سبب تھے۔حکومت کی آمدنی اوراخراجات اور مالیاتی خسارہ کے درمیان خلاء وسیع ہوچکی تھی۔ 1990-91 تک مالیاتی خسارہ7.8 فیصدتک پہنچ چکا تھا۔غیر ملکی تجارتی ادئیگیوں کے چالو کھاتہ کے خسارہ میں اضافہ ہو چکا تھا۔حکومت کے غیرملکی قرضے GDP کا23 فیصد ہو چکے تھے۔افراط زر 10.3 فیصدتک بڑھ چکا تھا۔خلیجی بحران کی وجہ سے بیرونی زرمبادلہ کے ذخائر میں محض ایک ہفتہ کی درآمدات کی مالیت کی حدتک گراوٹ آچکی تھی۔جس کے نتیجہ میں ملک کی معیشت بین الاقوامی سطح پر بدتر ہوگئی تھی۔

8.2.3۔ معاشی اصلاحات : تصور

اصلاحات ملک کوموجودہ سطح سے برتر سطح تک لے جانے کا عمل ہے۔معاشی اصلاحات نئ پالیسیوں کو لانے کے تمام اقدامات ہوتے ہیں اور پالیسیوں کومنظّم انداز میں لانے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ملک کی ترقی کی راہوں کا ازسرنو جائزہ لیا جائے اور ملک کے عوام کومعاشی فوائد حاصل ہوں۔

1991ء میں معاشی بحران سے باہر آنے کی غرض سے مرکزی حکومت نے معاشی اصلاحات کو متعارف کروایا تھا۔آزادیانہ، خانگیانہ اور عالمیانہ اسی کا حصہ تھے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ معاشی اصلاحات کے کیا ذرائع ہیں؟

2۔ ان حالات کی وضاحت کیجیے جومعاشی اصلاحات کا سبب تھے؟

8.3۔ آزادیانہ(Liberalisation)

گھریلواور بیرونی تجارت پرحکومت کی پابندیوں میں نرمی لائی گئی،معیشت میں حکومت کے عمل دخل کوکم کیا گیا،خانگی سرمایہ کاری پر پابندیوں کو ہٹادیا گیااورسرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی گئی تھی۔صنعتی شعبہ،مالیات اورغیرملکی مالیاتی پالیسی پرسے ضرورت کے مطابق حکومتی پابندیوں اورکنٹرول میں نرمی لائی گئی تھی۔اس قسم کی حکومتی اصلاحی نرمی کو'آزادیانہ' کہا جاتا ہے۔

8.3.1۔ صنعتی شعبہ

حکومت 1991ء میں نئ صنعتی پالیسی کی قرارداد لے آئی تھی چونکہ حکومت کے کنٹرول کی وجہ سے صنعتوں کی توسیع کی خاطر درکارسرمایہ کاری کی قلت ہوگئی تھی۔درج ذیل پہلوؤں میں تبدیلیاں آئیں تھیں۔

لائیسنس کی اجرائی کے عمل میں تبدیلیاں پیدا کی گئیں۔ 18 صنعتی گروپوں (دفاعی شعبہ،سماجی فوائد کی حکمت عملی کے ساتھ مضرکیمیکل،آلودگی پیدا کرنے والی صنعتیں) کے علاوہ تمام پر سے لائسنس کی پالیسی کومنسوخ کردیا گیا تھا۔یہ تبدیلیاں صنعتوں کے قیام اور پیداوری حجم کی وسعت میں معاون ثابت ہوئیں۔ 10 لاکھ سے زائد آبادی والے علاقوں کے علاوہ تمام علاقوں میں حکومت کی

اجازت کے بغیر ہی صنعتیں قائم کی جاسکتی ہیں۔

8.3.2۔ غیرملکی سرمایہ کاری

غیر ملکی سرمایہ کاری وہ رقم ہوتی ہے جسے ملٹی نیشنل کارپوریشنیں عوامل پیداوار (زمین، عمارتیں، مشنری اور دیگر سامان) پر خرچ کرتی ہیں۔ 1990 سے قبل معاشی پالیسی اور راست غیر ملکی سرمایہ کاری کی پابندیاں بڑے پیمانے کی سرمایہ کاری میں رکاوٹ تھیں۔

حکومت کی نئی معاشی پالیسی نے پابندیوں میں نرمی پیدا کی تھی۔ توقع کی گئی تھی کہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری بڑے پیمانے کی صنعتوں کو درکار سرمایہ، ٹکنالوجی، جدید پیداواری طریقوں اور تخلیقی انتظامی حکمت عملیوں کی فراہمی کرے گی اس کے علاوہ صنعتوں کے قرض کا بوجھ بھی کم ہوگا۔ غیر ملکی سرمایہ کاری کی ہمت افزائی کی خاطر درج ذیل اقدامات کیے گئے تھے۔

1۔ غیر ملکی سرمایہ کاری میں اضافہ کی اجازت دی گئی۔ فی الحال، بینک، انشورنس، ٹیلی کمیونی کیشن اور ہوابازی کو چھوڑ کر FDI میں کئی صنعتوں میں 100 فیصد تک کی بھی اجازت ہے۔

2۔ برآمداتی سرگرمیوں کو انجام دینے والے تجارتی انتظامیہ بین الاقوامی بازار میں 51% سرمایہ کے ساتھ بھی داخل ہوسکتے ہیں۔

3۔ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کو اہل صنعتوں کی منظوری کی رفتار تیز کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔

8.3.3۔ غیر ملکی ٹکنالوجی

ٹکنالوجی میں بہتری لانے کے لیے غیر ملکی ٹیکنالوجی کو راست اجازت دے دی گئی تھی۔

8.3.4۔ عوامی شعبہ کی پالیسی

عوامی شعبہ سے منسلک صنعتوں کی تعداد میں کمی کی گئی تھی۔ تحقیق کے لیے عوامی شعبہ کے کاروبار میں موجود شدید کمزور صنعتوں کی تفصیلات حاصل کی گئیں، عوامی شعبہ کی کمپنیاں 20 فیصد تک کا اپنا سرمایہ میوچول فنڈس کے ذریعہ جمع کرتی ہیں، مونوپولی اینڈ رسٹرکٹیڈ ٹریڈ پراکٹیس ایکٹ (اجارہ داری اور محدود تجارتی طریقوں کا ایکٹ) MRTP کے مطابق زیادہ سے زیادہ 100 کروڑ کی حد اٹھادی گئی، اب بڑی کمپنیوں کو 100 کروڑ سے بھی تجاوز کرجانے پر MRTP کمیشن سے منظوری درکار نہیں ہوگی۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ لائسنس کے طریقہ میں کیا تبدیلیاں واقع ہوئیں؟

2۔ غیر ملکی سرمایہ کاری کی ہمت افزائی کی خاطر کیا اقدامات کیے گئے ہیں؟

8.4۔ خانگیانہ(Privatisation)

سرکاری ملکیت کے تجارتی اداروں کے مالکانہ حقوق اورانتظام کوخانگی ملکیت میں دینے کا عمل خانگیانہ کہلاتا ہے۔1991ء میں متعارف کیے گئے نئے معاشی اصلاحات نے خانگیانہ کی بنیاد ڈالی تھی۔عوامی شعبہ کی کمپنیوں کی ملکیت اوراثاثوں کی خانگیانہ سے کمپنیوں کی انتظامی صلاحیتوں میں بہتری پیدا ہوئی ہے۔عوامی تجارتی اداروں کا خانگی اداروں میں تبدیلی کا عمل دوطرح سے ہوتا ہے۔ جوہیں:

1۔ حکومت کا عوامی شعبہ کی کمپنیوں سے سرمایہ کاری اورملکیت کوواپس لے لینا۔

2۔ عوامی شعبہ کے حصوں کی مکمل فروخت۔

8.4.1۔ عدم سرمایہ کاری

1991ء میں حکومت نے نئے صنعتی قرارداد کے ذریعہ عوامی شعبہ میں عدم سرمایہ کاری کا آغاز کیا تھا۔عدم سرمایہ کاری ایک ایسا اقدام ہے جس کے ذریعہ حکومت عوامی شعبہ میں اپنے اثاثوں،ملکیت،حصص کا مکمل یا کچھ حصہ خانگی شعبہ کوفروخت کردیتی ہے۔

8.4.2۔ عوامی شعبہ کی کمپنیوں کی فروخت

1991ءتک عوامی شعبہ معاشی اہمیت کا حامل شعبہ رہ چکا تھا۔نئی معاشی پالیسی کے ذریعہ خانگی شعبہ کوفروغ دیا گیا ہے۔چند عوامی شعبہ کی کمپنیوں کا خانگیانہ کا عمل کیا گیا ہے۔حکومت مزید چند کوخانگیانہ کی کوشش کررہی ہے۔

8.4.3۔ خانگیانہ کے فوائد

☆ خانگی شعبہ تیز معاشی نشونما کوترجیح دیتا ہے۔

☆ نئی صنعتوں کے قیام کے ساتھ روزگار کے مواقع پیدا کیے جاتے ہیں۔

☆ جدید صنعتوں کا قیام بالخصوص،اشیاءصارف کے میدان میں،الکٹرانک،الکٹریکل،موٹرگاڑیوں کی صنعتیں تیزی سے پھیلیں۔

☆ انفراسٹرکچرسہولیات جیسے سڑکوں کی تعمیر،توانائی کی تیاری،مواصلات وغیرہ کی فراہمی میں خانگی شعبہ کے رول میں اضافہ ہوا۔

☆ خدمات کا شعبہ- بینکنگ،انشورنس،تعلیم،حفظان صحت،تفریحی خدمات،خاندانی خدمات اور پیشہ ورانہ خدمات میں خانگی شعبہ کی وسعت ہوئی۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ عوامی تجارتی اداروں کی خانگی میں تبدیلی کے عمل کے کیا طریقے ہیں؟ وہ کونسے ہیں؟

2۔ خانگیانہ کے فوائداورنقصانات کی وضاحت کیجیے۔

8.5۔ عالمیانہ (Globalisation)

8.5.1۔ عالمیانہ کا تصور

عالمیانہ کے معنی کسی ملک کی معیشت کو بقیہ دنیا کی معیشت سے 'مربوط' کرنا ہے۔ یہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری (FDI)، قلیل مدتی سرمایہ کا بہاؤ، انسانی وسائل کا بہاؤ، اور ٹکنالوجی سے وابستہ ہے۔ مزید اس کا مطلب عالمی سطح پر ممالک کے درمیان بین سرحدی اشیاء اور خدمات کی لین دین کی مقدار میں اضافہ کے ذریعہ ممالک کے باہمی انحصار میں اضافہ، بین الاقوامی سرمایہ کا بہاؤ اور ٹکنالوجی کے وسیع پھیلاؤ کے ذریعہ معاشی نشونما بھی ہے۔ عالمیانہ دنیا کے ممالک کی معیشت کو تیزی سے مربوط کرنے کا عمل ہے۔ عالمیانہ بیسویں صدی کے اواخر میں دنیا بھر میں تیزی سے پھیلنے والی ایک عظیم تبدیلی ہے۔ اس کے سیاسی، تہذیبی اور معاشی پہلو ہیں۔

8.5.2۔ عالمیانہ کے پر انحصار کرنے والے عوامل

1۔ تجارتی رکاوٹوں کا خاتمہ، دنیا کے ممالک درمیان خدمات کے بہاؤ سے وابستہ حائل رکاوٹوں کا خاتمہ۔
2۔ سائنس اور ٹکنالوجی خیالات کے آزادانہ بہاؤ کی فضاء تیار کرنا۔
3۔ ممالک کے درمیان سرمایہ کے آزادانہ بہاؤ کی اجازت دینا۔
4۔ قانون کے دائرہ میں مزدوروں کی نقل وحرکت کی ہمت افزائی کرنا۔

8.5.3۔ عالمیانہ کی تائید کرنے والے عوامل

1۔ ملکی بازاروں کو غیر ملکی بازاروں سے مربوط کرنا۔
2۔ ترقی پذیر ممالک نئی ٹکنالوجی تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں۔
3۔ بھاری بڑے پیمانے کی صنعتوں کے لیے جدید مشنری اور ٹکنالوجی کی درآمد کی جاسکتی ہے۔
4۔ بین الاقوامی معیارات سے میل دینے کے لیے پیداواری تکنیکوں کو بہتر بنانا۔
5۔ ترقی پذیر ممالک اپنی اشیاء دیگر ممالک کو برآمد کرسکتی ہیں اور ترقی یافتہ ممالک سے اشیاء صارفین کو درآمد کرسکتی ہیں۔

8.5.4۔ عالمیانہ کے مخالف عناصر

1۔ عالمیانہ کی وجہ سے ترقی پذیر ممالک کے مقابل ترقی یافتہ ممالک کو زیادہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔
2۔ ترقی پزیر ممالک کی حکومتوں نے عوامی فلاحی پروگراموں پر اخراجات کو کم کردیا ہے۔

8.5.5۔ بیرونی تجارت- بازاروں کوآپس میں مربوط کرنا

تجارت عرصہ دراز سے مما لک کو آپس میں میں جوڑنے کے لیے رابطہ کا کام کررہی ہے۔ بیرونی تجارت پیدا کنندوں کو گھریلو بازاروں سے پَرے پہنچنے کے مواقع پیدا کرتی ہے۔اس طرح، بیرونی تجارت کے نتیجہ میں مختلف مما لک کے درمیان بازار مربوط ہوتے ہیں۔

8.5.6۔ کثیر ملکی کمپنیاں (MNCs)

ایک کثیر ملکی کمپنی (MNC) ایسی کمپنی ہوتی ہے جو ایک سے زیادہ مما لک میں پیداوار کی ملکیت یا کنٹرول رکھتی ہے۔MNCs ایسے جگہوں پر اپنی فیکٹریاں اور دفاتر قائم کرتی ہیں جہاں انھیں مزدور اور دیگر وسائل سستے میں حاصل ہوسکتے ہیں۔اس سے ان کی پیداواری لاگت کم ہوتی ہے اور MNCs بڑے منافع کماسکتی ہیں۔ان مما لک میں غیر ملکی سرمایہ کاری اور بیرونی تجارت میں اضافہ ہورہا ہے۔یہ بڑی MNCs بیرونی تجارت کے بڑے حصوں پر کنٹرول کررہی ہیں۔

8.5.7۔ عالمی تجارتی تنظیم (WTO)

عالمی تجارتی تنظیم (WTO) بیرونی تجارت میں حائل رکاوٹوں کا حل کرنے کے لیے قائم کی گئی تھی۔ بین الاقوامی تجارت کو فروغ دینے کی غرض سے مختلف مما لک کے درمیان 1947ء میں GATT پر دستخط کئے گئے تھے۔ہندوستان GATT پر دستخط کرنے والے 23 معاہداتی ممبران میں سے ایک ہے۔GATT یکم جنوری، 1948ء سے نافذ العمل ہوا تھا۔GATT کے تحت 1947 تا 1994 کے دوران کثیر جہتی تجارتی مذاکرات کے آٹھ راؤنڈوں کا انعقاد کیا گیا تھا۔یورا گوئے میں منعقدہ آٹھویں کانفرنس کا مقصد تجارت اور ٹیکسوں سے متعلق رکاوٹوں کو کم کرنا اور معاشی ترقی کو فروغ دینا تھا۔آرتھر ڈنکل کی تجویز کی بنیاد پر 1994ء میں GATT کو عالمی تجارتی تنظیم (WTO) میں تبدیل کردیا گیا تھا۔یہ یکم جنوری 1995ء میں وجود عمل میں آئی تھی اس کا مستقر سوئزر لینڈ کے جینوا میں ہے۔

8.5.8۔ ہندوستان میں عالمیانہ کا اثر

ہندوستان میں معیشت کو مستحکم کرنے کی غرض سے 1991ء میں نئے معاشی اصلاحات کو متعارف کیا گیا تھا۔اس کے بعد سے ہندوستان میں MNCs کی سرمایہ کاری میں اضافہ ہوا تھا۔MNCs مشروبات، فاسٹ فوڈ، الکٹرانکس، آٹوموبائیل، موبائل فون جیسی صنعتوں میں دلچسپی رکھتی تھیں۔ان مصنوعات کے خریدار زیادہ ہیں۔ان صنعتوں کو خام مال فراہم کرنے والی کمپنیاں بھی خوشحال ہوئیں تھیں۔

عالمیانہ نے خدمات کی فراہمی کرنے والی کمپنیوں بالخصوص، IT شعبہ کے لیے نئے مواقع پیدا کیے ہیں۔میزبانی کے علاوہ دیگر خدمات جیسے کال سنٹرس، ڈاٹا انٹری، آکاؤنٹنگ، انتظامی کام اور انجینئر نگ بھی آج کل فراہم کی جارہی ہیں۔ہندوستانی کمپنیوں میں پیداواری طریقہ کار میں بھی تبدیلیاں آئی ہیں۔ٹکنالوجی کا ستعمال، پیداواری معیارات میں بہتری، غیر ملکی کمپنیوں کے ساتھ کام کرنے کا آغاز ہوا ہے۔کئی ہندوستانی کمپنیاں آہستہ اور لازماً عالمی راہ پر گامزن ہوتے ہوئے ہندوستانی MNCs کے ظہور کی قیادت

کررہی ہیں۔کمپنیاں جیسے، ٹاٹا موٹرس (آٹوموبائکس)،انفوسیس (IT)،رین بیکسی (ادویات)،ایشین پینٹ (رنگ) اور سُندَرم فاسٹِنر (نٹ وبولٹس) چندمثالیں ہیں جو عالمی سطح پر پھیل رہی ہیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ عالمیانہ کے غیر موافق عوامل کیا ہیں؟

2۔ عالمی تجارتی تنظیم (WTO) سے آپ کیا مراد لیتے ہیں؟

8.6۔ خلاصہ (کلیدی نکات)

☆ 1947ء میں ہندوستان کی آزادی کے بعد، 1948 اور 1956 کی صنعتی پالیسی کی قراردادوں نے ہندوستانی معیشت کو مشترکہ معاشی نظام کی جانب مائل کیا تھا۔

☆ نئے معاشی اصلاحات کے ابتدائی اقدامات 1980 کے دہے میں کیے گئے تھے اور مرکزی حکومت نے اس کی تائید کی تھی۔

☆ غلط فیصلوں کے سبب 1990ء میں معاشی بحران آیا تھا۔

☆ 1990-91 تک مالیاتی خسارہ، چالو کھاتہ کا خسارہ، افراط زر میں اضافہ کے نتیجہ میں معاشی بحران پیدا ہوا تھا۔

☆ خانگیانہ - آزادیانہ - عالمیانہ 1991ء سے مقبول عام ہوئے تھے۔

☆ حکومت کی دخل اندازی کو کم کرتے ہوئے معیشت کو آزاد بنانے، خانگی سرمایہ کاری پر سے پابندیاں ہٹانے اور راحت دینے کے ذریعہ آزادیانہ واقع ہوا۔

☆ خانگیانہ دو طرح سے واقع ہوا -

الف) عوامی شعبہ کی ملکیت اور انتظامیہ سے حکومت کی دست برداری کے ذریعہ

ب) عوامی کمپنیوں کی راست فروخت کے ذریعہ۔

☆ عالمیانہ کے نتیجہ میں ترقی پذیر ممالک کے مقابل ترقی یافتہ ممالک زیادہ خوشحال ہوئے۔

8.7۔ تمثیلی سوالات برائے امتحانات

I۔مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 1 یا 2 جملوں میں لکھیے۔

1۔ آزادیانہ سے کیا مراد ہے؟

2۔ خانگیانہ کی اہم شکلیں کیا ہیں؟

3۔ کثیر قومی کمپنی (MNC) کسے کہتے ہیں؟

II۔مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 4 یا 5 جملوں میں لکھیے۔

1۔ ہندوستان میں نئے معاشی اصلاحات کا باعث بننے والے عوامل کیا تھے؟

2۔ خانگیانہ کے فوائد بیان کیجیے۔

3۔ عالمیانہ پر اثر انداز ہونے والے عوامل کونسے ہیں؟

III۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 8 یا 10 جملوں میں لکھیے۔

1۔ ہندوستان میں عالمیانہ کے لیے سازگار عوامل اور حائل رکاوٹوں پر تبصرہ کیجیے۔

2۔ 1991ء کے نئے معاشی اصلاحات کا تجزیہ کیجیے۔

IV۔ کثیر جوابی سوالات

1۔ درج ذیل میں سے یہ عالمی انتظامیہ کی انجمن ہے۔ (   )

A) SBI   B) LTD

C) MRTP   D) MNC

2۔ 1991ء کے نئے معاشی اصلاحات کا اہم پہلو ہے۔ (   )

A) آزادیانہ   B) خانگیانہ

C) عالمیانہ   D) یہ تمام

3۔ کثیر قومی کمپنی (MNC) کی ایک مثال ہے۔ (   )

A) بی۔ایس۔این۔ایل   B) بھارتی سیمنٹ

C) انڈین ریلوے   D) کوکا کولا

8.8۔ حوالہ کتاب

1) ہندوستان کی معیشت۔انٹرمیڈیٹ سال دوم، تلگو اکیڈمی، حیدرآباد۔

2) ہندوستان کی معیشت۔ڈگری، تلگو اکیڈمی، حیدرآباد

9 عوامی آمدنی،عوامی اخراجات اور بجٹ
Public Revenue, Public Expenditure and Budget

9.0۔ آموزشی ماحاصل

☆ عوامی مالیات کی وضاحت کریں گے۔

☆ عوامی آمدنی کے ذرائعوں کی درجہ بندی کریں گے۔

☆ اشیااورخدمات ٹیکس(GST)کے استعمالات کی وضاحت کریں گے۔

☆ عوامی اخراجات کی اہمیت بیان کریں گے۔

☆ بجٹ کی قسموں کی درجہ بندی کریں گے۔

☆ ہندوستان میں مالیاتی خسارہ میں اضافہ کے اسباب کا تجزیہ کریں گے۔

9.1۔ تمہید

ہم اپنی روزمرہ زندگی میں بغیر رقم کے کوئی بھی سرگرمی انجام نہیں دے سکتے ہیں۔اسی طرح،ہم بغیر خرچ کیے کہ کوئی بھی معاشی سرگرمی کا آغاز نہیں کر سکتے ہیں۔ہم اپنے خاندانی ضروریات،مختلف اشیاء اور خدمات کی خریدی،تعلیم،ضروری سامان کی خریدی،اورزمین اورعمارتوں کی خریدی وغیرہ کے لیے رقم خرچ کرتے ہیں۔ اپنے نظم ونسق کے حصہ کے طور پر جدید حکومتیں مختلف عوامی فلاحی پروگراموں کو روبہ عمل لاتی ہیں جیسے کہ راشن کی دکانوں کے ذریعہ چاول کی تقسیم،اسکولوں اور دواخانوں کا انتظام، سڑکوں،بجلی،عوامی نظم ونسق،وظائف،اورامن وامان کی فراہمی وغیرہ۔اس کے نتیجہ میں بتدریج عوامی اخراجات کے حجم میں اضافہ ہورہا ہے۔

لہٰذا،حکومت اپنے مسلسل بڑھتے ہوئے اخراجات کو پورا کرنے کی خاطر مختلف ذرائع آمدنی تلاش کرتی ہے۔حکومت مختلف ٹیکسوں کو لگاتے ہوئے آمدنی کو متحرک کرتی ہے۔اس آمدنی کو اسے مناسب منصوبہ بندی کے ذریعہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔حکومت مختلف اغراض ومقاصد کے ساتھ کئی عوامی افادیت کے پروگراموں کا آغاز کرسکتی ہے جس کی خاطر اسے بجٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔

بجٹ،آمدنی اوراخراجات پر مشتمل منصوبہ بندی کے سوا کچھ نہیں ہے۔اس میں آمدنی(credit)اوراخراجات(debit) کے اجزاءشامل ہوتے ہیں۔آیئے،اس سبق میں ہم عوامی آمدنی،عوامی اخراجات اور بجٹ سے متعلق سیکھیں گے۔

9.2۔ عوامی مالیہ: تصور، اہمیت اور اہم خصوصیات

9.2.1۔ عوامی مالیہ کا تصور

عوامی مالیہ کے تصور کا تجزیہ اس کے دائرہ وسعت کی بنیاد پر کیا جا سکتا ہے۔ روایتی نقطہ نظر کے مطابق یہ حکومت کی آمدنی اور اخراجات کے تجزیہ سے تعلق رکھتا ہے۔ قدیم معاشی ماہرین عوامی مالیہ کے اجزاء کو تین ذیلی حصوں آمدنی، اخراجات اور قرض میں تقسیم کرتے ہیں۔

9.2.2۔ عوامی مالیہ کی اہمیت

1۔ عوامی ضروریات کی تکمیل کی خاطر وسائل کو تقسیم کرنا حکومت کا اہم فعل ہے۔ معاشرے کی بنیادی ضروریات میں سماجی لازمی ضروریات جیسے ملک کی خودمختاری یا ملک کا تحفظ، امن وامان اور سماجی انصاف وغیرہ شامل ہیں۔ حکومت کو ان خدمات کی فراہمی کی خاطر رقم درکار ہوتی ہے۔ عوامی مالیہ ان چیزوں سے ہی نمٹتا ہے۔

2۔ عوامی بہبود، غریب اور امیر کے مابین عدم مساوات کا خاتمہ، غریب عوام کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے فلاحی اسکیمات کا نفاذ، بے روزگاری میں کمی، سماجی انصاف کی فراہمی، معاشی نمو کا حصول وغیرہ جدید حکومتوں کے افعال ہیں۔

3۔ عوامی افادیت کی چیزیں جیسے سڑکیں، فوجی خدمات، سڑکوں پر روشنی وغیرہ کو فراہم کرنے کی خاطر عوامی مالیہ درکار ہوتا ہے۔ خانگی تجارتی کمپنیاں ایسی خدمات فراہم نہیں کریں گی۔

4۔ امیر لوگوں پر ٹیکس لاگو کرتے ہوئے غریب اور امیر کے درمیان آمدنی کی عدم مساوات کو ختم کرنے کی خاطر عوامی مالیہ ضروری ہوتا ہے۔

5۔ سماجی بہبود اور سماجی تحفظ جیسے عوامی فلاحی پروگراموں کو روبہ عمل لانے کے لیے عوامی مالیہ ضروری ہوتا ہے۔

9.2.3۔ عوامی مالیہ کی اہم خصوصیات

عوامی مالیہ بنیادی طور پر عوامی آمدنی، عوامی اخراجات اور عوامی قرض پر مشتمل ہوتا ہے۔ حکومت اپنی آمدنی میں اضافہ کرنے کی خاطر مختلف قسم کی پالیسیاں تشکیل دیتی ہے۔ اس میں ٹیکسوں کے ذریعہ آمدنی اور آمدنی کے دیگر ذرائع شامل ہیں۔ راست اور بالوسطہ ٹیکسوں کو لاگو کرتے ہوئے حکومت ٹیکس آمدنی حاصل کرتی ہے۔ حکومت کے دیگر آمدنی کے ذرائعوں میں فیس اور جرمانے شامل ہیں۔ حکومت اپنی آمدنی کو غریب عوام کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف سماجی فلاحی پروگراموں پر خرچ کرتی ہے۔ اگر حکومت کی جانب سے جمع کردہ آمدنی ناکافی ہو تو، یہ داخلی سطح پر افراد، تجارتی اداروں اور بین الاقوامی سطح پر دوسرے ملکوں کی حکومتوں سے رقم ادھار لے سکتی ہے اور اس قسم کی سرگرمی عوامی قرض کہلاتی ہے۔ اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ عوامی آمدنی، عوامی اخراجات اور عوامی قرض، عوامی مالیہ کے تین اہم اجزاء مانے جاتے ہیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ عوامی مالیہ کی کیا اہمیت ہے؟

2۔ عوامی مالیہ کے تین اہم اجزاء کی نشاندہی کیجیے۔

9.3۔ عوامی آمدنی

حکومت اشیاء اور خدمات کی قیمتوں کا تعین نفع اور نقصان کے لحاظ سے نہیں کرتی ہے، جیسا کہ خانگی تجارتی ادارے کرتے ہیں۔ حکومت کو چند اشیاء اور خدمات غریب، معاشی اور سماجی طور پر پسماندہ طبقات سے وابستہ لوگوں کو مفت میں فراہم کرنا پڑتا ہے۔ یہ مختلف قسم کے ٹیکسوں کو لاگو کرتے ہوئے عوامی آمدنی کو بڑھاتی ہے۔ لہٰذا، حکومت کو چاہئیے کہ عوام سے آمدنی کو اکٹھا کرنے کا فیصلہ لیتے وقت اکٹھا کرنے کی مقدار اور طریقہ کار پر مناسب غور کرے۔

9.3.1۔ عوامی آمدنی کے ذرائع

آج کل حکومت مختلف ذرائعوں سے آمدنی کو بڑھانے کے قابل ہو چکی ہے۔ جن میں سے درج ذیل عوامی آمدنی کے اہم ذرائع ہیں:

1۔ مختلف قسم کے ٹیکس

2۔ جرمانے

3۔ لازمی قرضہ جات

4۔ سرکاری اثاثوں سے آمدنی

5۔ عوامی شعبہ کی اکائیوں سے منافع

6۔ سرکاری خدمات کے عوض فیس کی وصولی

9.3.2۔ ٹیکس

عوامی آمدنی کے سب زیادہ اہم ذرائع ٹیکس ہیں۔ حکومت کی آمدنی کا بڑا حصہ محض ٹیکسوں کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ ٹیکس حکومت کی لیے نہ صرف عوامی آمدنی کے اہم ذریعہ کا کام کرتے ہیں بلکہ چند معاشی سرگرمیوں پر کنٹرول کرنے کے لیے بھی ایک مفید آلہ کے طور پر کام کرتے ہیں۔

وسیع پیمانے پر ٹیکسوں کی دو قسموں میں درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔ وہ ہیں: راست ٹیکس اور بالواسطہ ٹیکس۔

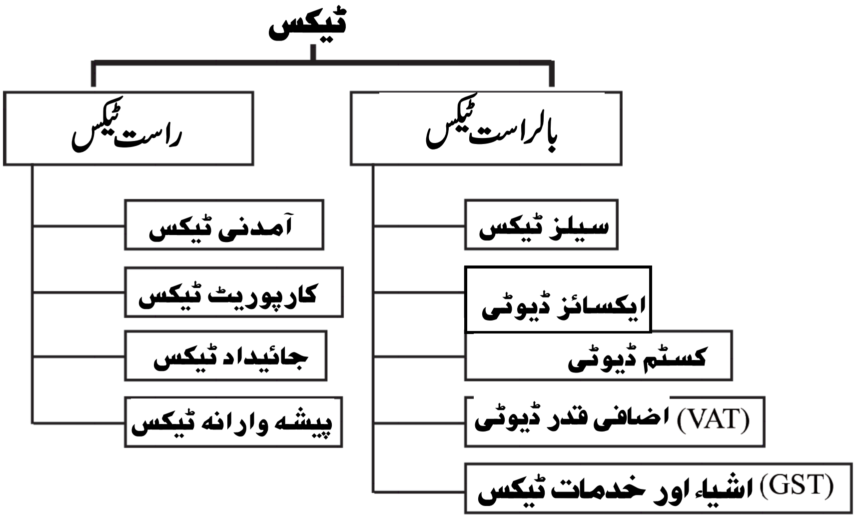

9.3.3۔ راست ٹیکس

راست ٹیکس ایک ایسا ٹیکس ہوتا ہے جسے اسی شخص کو ادا کرنا ہوتا ہے جس پر یہ عائد ہوتا ہے۔ یہ دوسروں کو منتقل نہیں ہوسکتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر، ٹیکس اداد ہندہ کو ہی ٹیکس کے مکمل بوجھ کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر 1) آمدنی ٹیکس اور 2) کارپوریٹ ٹیکس۔

1۔ آمدنی ٹیکس

ایسا ٹیکس جو لوگوں کی انفرادی آمدنی پر عائد کیا جاتا ہے، آمدنی ٹیکس کہلاتا ہے۔ فردکی آمدنی؛ تنخواہ سے آمدنی، بینک میں جمع شدہ رقم پر سود، عمارتوں کا کرایہ وغیرہ پر مشتمل ہوسکتی ہے۔ ہمارے ملک میں حکومت کی جانب سے طئے شدہ کم از کم سطح سے زائد کمائی جانے والے فرد کی آمدنی پر ہی آمدنی ٹیکس عائد کیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں ایک ترقی پذیر طریقہ ٹیکس عمل میں ہے۔ ترقی پذیر ٹیکس سے مراد، آمدنی میں اضافہ کے ساتھ ٹیکس کے فیصد کی شرح میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، فرض کروکہ، شخص A کی سالانہ آمدنی 5 لاکھ روپے ہے اس پر 5 فیصد ٹیکس عائد ہونے کا مطلب ہے اس شخص کو 25,000 روپے بطور ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ اسی طرح، فرض کروکہ شخص B کی سالانہ آمدنی 10 لاکھ روپے ہے اور 15 فیصد ٹیکس عائد ہونے کا مطلب ہے اس شخص کو 1.5 لاکھ روپے بطور ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ اگر شخص C کی سالانہ آمدنی 50 لاکھ ہے اور 30 فیصد ٹیکس عائد ہونے کا مطلب ہے اس شخص کو 15 لاکھ روپے بطور ٹیکس ادا کرنا ہوگا۔ اس طرح، اس فرضی مثال کے ذریعہ ہم نے دیکھا کہ، جیسے جیسے لوگوں کی قابل ٹیکس آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے ٹیکس کی شرح میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ٹیکس عائد کرنے کا یہ طریقہ کار ''ترقی پذیر طریقہ ٹیکس'' کہلاتا ہے۔

ہندوستان میں آمدنی ٹیکس کا تختہ اور شرح ٹیکس برائے مالی سال 21 - 2020 کو جدول 9.1 میں دکھایا گیا ہے۔

جدول - 9.1: آمدنی ٹیکس کا تختہ اور شرح ٹیکس (مالی سال 21 - 2020)

سالانہ آمدنی (روپیوں میں)	ٹیکس
2,50,000 تک	کوئی ٹیکس نہیں
2,50,001 تا 5,00,000	5%
5,00,001 تا 7,50,000	10%
7,50,001 تا 10,00,000	15%
10,00,001 تا 12,50,000	20%
12,50,001 تا 15,00,000	25%
15,00,000 سے زیادہ	30%

2۔ کارپوریٹ ٹیکس

تجارتی ادارے اور کمپنیاں اپنی اشیاء اور خدمات کی فروخت کے ذریعہ آمدنی کماتے ہیں۔ اشیاء اور خدمات کی قیمت فروخت سے حاصل رقم میں سے پیداواری اخراجات کو منہا کردینے کے بعد جو رقم بچ جاتی ہے وہ ان کا منافع ہوتا ہے۔ اس منافع پر جو ٹیکس عائد کیا جاتا ہے، 'کارپوریٹ ٹیکس' کہلاتا ہے۔

9.3.4۔ بالواسطہ ٹیکس

اگر کسی ایک شخص پر عائد کردہ ٹیکس کلی یا جزوی طور پر کوئی اور شخص کی جانب سے ادا کیا جاتا ہے، تو ایسا ٹیکس بالواسطہ ٹیکس کہلاتا ہے۔ اس طرح، بالواسطہ ٹیکس دوسرے لوگوں کی طرف منتقل کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً: ایک ٹیکس کسی پیدا کنندہ پر کسی شئے کی پیداوار کرنے پر عائد ہوتا ہے، لیکن اس شئے کا خریدار اس ٹیکس کو ادا کرتا ہے۔ اس طرح یہ ٹیکس بالواسطہ ٹیکس کہلاتا ہے۔ سیلز ٹیکس، ایکسائز ڈیوٹی، کسٹم ڈیوٹی (درآمدات و برآمدات پر ٹیکس)، اضافی قدر ٹیکس (VAT) اور اشیاء اور خدمات ٹیکس (GST) بالواسطہ ٹیکسوں کی مثالیں ہیں۔ بالواسطہ ٹیکسوں کے تحت سیلز ٹیکس کافی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ ٹیکس اشیاء کی فروخت پر عائد ہوتا ہے۔ اسی طرح، خدمات ٹیکس ٹیلی کام، بینک، انشورنس کمپنیوں وغیرہ کی خدمات پر عائد ہوتا ہے۔ تیار شدہ اشیاء پر عائد کیا جانے والا ٹیکس ایکسائز ڈیوٹی کہلاتا ہے اور اشیاء کی درآمدات و برآمدات پر عائد کیا جانے والا ٹیکس کسٹم ڈیوٹی کہلاتا ہے۔

1۔ اضافی قدر ٹیکس (VAT)

آیئے فرض کرتے ہیں کہ رامو ایک TV شوروم کو جاتا ہے اور اپنی پسند کی ایک TV کی خریداری کرتا ہے۔ لیکن TV کی خریداری کے بعد جب وہ بل حاصل کرتا ہے، تو وہ مشاہدہ کرتا ہے کہ اس سے TV کی اصل قیمت کے ساتھ VAT کی شکل میں اضافی رقم وصول کی گئی ہے۔ آیئے VAT کیا ہے؟ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

VAT کا مطلب اضافی قدر ٹیکس ہے۔ VAT مصنوعات کی پیداواری عمل کے ہر مرحلے پر محسوب کیا جاتا ہے یعنی، خام مال اور مزدوری سے لے کر تیار مال کی فروخت تک۔ VAT پیداواری عمل کے ہر مرحلے پر بتدریج اضافہ کے ساتھ محسوب کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، فرض کیجیے کہ ایک TV کا پیدا کنندہ ایک ریٹیلر (ڈسٹری بیوٹر) کو 3000 روپیوں میں TV فروخت کرتا ہے۔ لیکن TV کی بل میں 12.5 فیصدا یکسائز ڈیوٹی عائد کی جاتی ہے، اس طرح، بل میں TV کی جملہ قیمت 3,375 روپیے دکھائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ 14.5 فیصد VAT یعنی 490 روپیے مزید عائد کیے جاتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں خریدار کو آخر کار اس TV کی خریداری پر 3,865 روپیے ادا کرنے پڑتے ہیں۔ اس مثال کو دیکھنے کے بعد، ہم اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ ٹیکس پر مزید ٹیکس عائد کیا جاتا ہے، اور آخر کار صارف کو ٹیکس کی اضافی رقم کا بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس خامی کو دور کرنے کی خاطر ہندوستان میں VAT اور دیگر بالواسطہ ٹیکسوں کے متبادل کے طور پر GST کو متعارف کیا گیا ہے۔

2۔ اشیاء اور خدمات ٹیکس (GST)

ہندوستان میں اشیاء اور خدمات ٹیکس (GST) کو 2017 میں متعارف کیا گیا تھا۔ GST کو متعارف کرنے سے قبل کئی بالوسطہ ٹیکس موجود تھے۔ مثال کے طور پر، فرض کرو کہ آندھرا پردیش کی ایک کپڑے کی کمپنی تلنگانہ سے رنگوں کی خریداری کرتی ہے۔ اس صورتحال میں، یہ کمپنی سنٹرل ایکسائز ڈیوٹی کے علاوہ ریاست تلنگانہ کا سیلز ٹیکس ادا کرتی ہے۔ اس کے بعد، یہ کمپنی مختلف ریاستوں کو کپڑا برآمد کرے گی اور جب اس کمپنی کی اشیاء فروخت کی جائیں گی، تو دوسری ریاستیں اپنے متعلقہ VAT کو عائد کریں گی۔ اگر اسی طرح کا عمل جاری رہتا ہے، تو قیمتوں میں اضافہ اعلیٰ ترین سطح کو پہنچ جائے گا۔ اس طریقہ سے، مختلف سطحوں پر مختلف ٹیکسوں کو عائد کرنا بازار میں افراتفری اور الجھن کو فروغ دینے کا باعث ہوگا۔

اس طرح، سابقہ بالواسطہ ٹیکسوں کے قانون (Indirect Taxes Act) کے ڈھانچہ میں مصنوعات پر عائد مختلف ٹیکسوں کے اثرات کی کوئی وضاحت موجود نہیں تھی۔

اس طرح کی الجھن پر قابو پانے کی خاطر حکومت نے GST، ملک میں پہلے سے موجود سابقہ کئی بالواسطہ ٹیکسوں کے قوانین کے متبادل ایک واحد ٹیکس کو متعارف کیا۔ اس طرح حکومت VAT میں موجود الجھن کی وضاحت کر سکتی ہے اور جس کی بنا پر GST ''ایک ملک، ایک بازار اور ایک ٹیکس'' کے طور پر مشہور ہوا۔

GST کے تحت تین ٹیکس قابل اطلاق ہیں۔ وہ ہیں:

1۔ **مرکزی اشیاء اور خدمات ٹیکس (CGST)** : تمام مرکزی سطح کے ٹیکس CGST کے دائرہ وسعت کے تحت آتے ہیں۔

2۔ **ریاستی اشیاء اور خدمات ٹیکس (SGST)** : تمام ریاستی سطح کے ٹیکس SGST کے دائرہ وسعت کے تحت آتے ہیں۔

3۔ **مشترکہ اشیاء اور خدمات ٹیکس (IGST)** : اس کا اطلاق ریاستوں کے درمیان یا بین۔ ریاستی سطح پر کیے جانے والے لین دین پر ہوتا ہے۔

آیئے اب ہم ایک مثال کی مدد سے سمجھیں گے کہ کس طرح GST عائد کیا جاتا ہے۔ فرض کرو کہ ایک TV کا پیدا کنندہ TV کی تیاری کے لیے 2000 روپیوں، بشمول GST 18% یعنی 360 روپے، میں خام مال خریدتا ہے۔ مزید فرض کرو کہ TV کے پیدا کنندہ TV کی تیاری میں اور 500 روپے رقم خرچ کرتا ہے۔ اس طرح، اب TV کی قیمت 2,500 روپے ہو جاتی ہے۔

ریٹیلر (چلر فروش) یا TV شوروم کا مالک اس TV کو 2,500 روپیوں میں خریدتا ہے اور جس کے لیے اسے 450 روپے GST@18% ادا کرنا ہوگا۔ لیکن، چونکہ TV کے پیدا کنندہ نے خام مال کی خریداری کے دوران پہلے ہی 360 روپے GST کے طور پر ادا کر دیئے ہیں، اسی لیے شوروم کا مالک 450 روپیوں کے بجائے صرف 90 روپے ہی ادا کرے گا (Rs.450 - Rs.360 = Rs.90)۔

اب، شوروم کا مالک TV کی قیمت میں 500 روپے اپنا منافع شامل کرتے ہوئے TV کی قیمت 3000 روپے طئے کرتا ہے۔ اس میں GST@18% یعنی 540 روپے عائد کرنے پر TV کی قیمت 3,540 ہو جائے گی۔ لہٰذا، صارف کو شوروم کے مالک سے TV کی خریداری کرنے کے لیے 3,540 روپے ادا کرنے ہوں گے۔ VAT پالیسی کے تحت TV کی قیمت 3,865 روپے ہوگی، لیکن GST کے تحت یہ صرف 3,540 روپے ہوتی ہے اس طرح صارف کو 325 روپیوں کا فائدہ ہوگا۔

GST مختلف مصنوعات پر مختلف سطح شرحوں (Slab Rates) کے ساتھ عائد ہوتا ہے۔ نومبر 2020ء تک موجود معلومات کے مطابق GST کی چار سلیب شرحیں نافذ العمل ہیں۔ وہ 5%, 12%, 18% اور 28% ہیں۔

اشیاءاورخدمات ٹیکس(GST) کے فوائد

☆ ملک بھر میں واحد بازار کی موجودگی۔

☆ ملک بھر میں واحد ٹیکس کی موجودگی۔ یہ ٹیکسوں کے سلسلہ وار اثر کو ختم کرتا ہے یعنی ٹیکس پر ٹیکس، اوراس کے نتیجہ میں ٹیکس کی ادائیگی آسان ہوجائے گی۔

☆ تجارتی لاگت کم ہوجائے گی اور شفافیت میں اضافہ ہوجائے گا۔

☆ جیسے کہ اس سسٹم میں مختلف شعبوں کے ربط کی ضرورت نہیں ہے، بدعنوانی کی حد بہت کم ہوگی۔

☆ سابق میں ٹیکسوں کا تعین ریاستیں کرتی تھیں لیکن اب صرف GST کونسل ہی ٹیکسوں کا تعین کرتی ہے۔

☆ جیسے کہ GST کا اطلاق درآمدات اور برآمدات پر نہیں ہوتا ہے، اسی لیے برآمدات کے فروغ کے دائرہ وسعت میں اضافہ ہوگا۔

☆ اس کے ذریعہ فروخت کنندوں کی جانب سے ٹیکس ادا کیے بغیر ایک ریاست سے دوسری ریاست کے درمیان اشیاء کی غیر قانونی منتقلی پر کنٹرول ہوگا۔

☆ یہ ریاست کی سرحد پر داخلہ ٹیکس کو برخواست کرتا ہے۔

9.3.5۔ ٹیکسوں کو عائد کرنے کے لیے بہتر ٹیکسوں کا نظام

معاشرے میں غریب لوگوں کے مقابلے امیر لوگوں کا کا فیصد کم ہے۔اس طرح کی صورتحال میں یہ سوال پیدا ہوتا کہ حکومت کے ٹیکسوں کا ڈھانچہ کیسا ہونا چاہیئے؟ ٹیکس کچھ اس طرح سے عائد ہونے چاہئیں کہ زیادہ آمدنی کی سطح والے لوگوں کو بلند سطح کا ٹیکس اور کم آمدنی کی سطح والے لوگوں کے لیے ادنیٰ سطح کا ٹیکس ہونا چاہیئے۔غربت کا شکار عوام کو مکمل طور پر ٹیکسوں کے جال سے مستثنیٰ ہونے چاہئے۔ یہ راست ٹیکسوں کو عائد کرنے کی صورت میں ممکن ہے۔لیکن بالواسطہ ٹیکسوں کو عائد کرنے میں اس طرح کے امتیاز کو ظاہر کرنے کی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔ان ٹیکسوں کو عائد کرنے کے معاملے میں تمام لوگ یکساں تصور کیے جاتے ہیں۔مثال کے طور پر، بلا لحاظ آمدنی کی سطح کہ تمام لوگ ضروری چیزیں جیسے اناج، دالیں، سبزیاں اور خوردنی تیل وغیرہ خریدتے ہیں۔لیکن کم آمدنی کی سطح والے لوگ ضروری چیزوں پر ان کی آمدنی کا بڑا حصہ خرچ کردیتے ہیں۔ لہٰذا، عیش وعشرت کی چیزوں پر اعلیٰ سطح کا ٹیکس عائد ہونا چاہیئے اور تمام ضروری اشیاء کو احکامات ٹیکس سے مستثنیٰ رکھنا چاہیئے۔

آج کل جوں جوں پٹرول اور ڈیزل کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، تمام ضروری چیزوں جیسے پھلوں، ترکاریوں اور غذائی اجزاء کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہورہا ہے۔حمل ونقل کی لاگت میں اضافہ ایسی صورتحال کی اہم وجہ ہے۔ضروری چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ کا غریب لوگوں پر زیادہ اثر نظر آرہا ہے۔لہٰذا، ٹیکسوں کو عائد کرتے وقت حکومت کو اس پہلو پر غور کرنا چاہیئے۔

9.3.6۔ ٹیکس وصولی اور ٹیکس چوری

مرکزی حکومت کی جانب سے عائد کیے جانے والے ٹیکس چار قسموں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں:

☆ مرکزی حکومت کی جانب سے عائداور وصول کیے جانے والے ٹیکس جو مرکزی حکومت کے ہی تصرف میں آتے ہیں۔
مثلاً: کارپوریٹ ٹیکس اور کسٹم ڈیوٹی

☆ مرکزی حکومت کی جانب سے ٹیکس عائداور وصول کیے جاتے ہیں لیکن آمدنی کو مرکز اور ریاستوں کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے۔
مثلاً: آمدنی ٹیکس اور مرکزی ایکسائز ڈیوٹی

☆ مرکزی حکومت کی جانب سے ٹیکس عائداور وصول کیے جاتے ہیں لیکن خالص آمدنی کو ریاستوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔
مثلاً: ملکیت ٹیکس

☆ مرکزی حکومت کی جانب سے ٹیکس عائد کیے جاتے ہیں، لیکن ریاستوں کی جانب سے وصول کیے جاتے ہیں اور ریاستوں کے ہی تصرف میں آتے ہیں۔مثلاً: اسٹامپ ڈیوٹی، الکوحل پر ٹیکس، زیبائش وسنگھار کے سامان پر ٹیکس

پچھلے چند سالوں کے دوران ہندوستان میں آمدنی ٹیکس کی وصولی میں بہتری آئی ہے۔یہ اس وجہ سے ہوا چونکہ ٹیکس چوری کرنے والوں پر حکومت کی جوابی کاروائیوں کی موثر عمل آوری ہوئی ہے۔

اس کے باوجود اب بھی بہت سارے لوگ ہیں جو اپنی حقیقی آمدنی کو نہیں ظاہر کرتے ہیں یا اپنی حقیقی آمدنی کے مقابل کم آمدنی کو دکھاتے ہیں اور اس طرح رقم کی خفیہ ذخیرہ اندوزی کی سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔اس طرح کی سرگرمی کالا دھن کہلاتی ہے۔مثال کے طور پر، اکثر پیدا کنندے حقیقی پیداوار سے کم پیداوار ظاہر کرتے ہوئے ٹیکس چوری کرتے ہیں۔اکثر تاجر بھی فروخت شدہ اشیاء کی رسیدوں میں حقیقی فروخت سے کم رقم دکھانے کی غرض سے نقلی فروخت کی رسیدیں پیش کرتے ہوئے ٹیکس چوری کرتے ہیں۔ اسی طرح، زمین یا پلاٹ کے رجسٹریشن کے دوران خریدار حقیقی قیمت یا پلاٹ/زمین کے مالک کو ادا کی جانے والی تسلیم شدہ قیمت کے بجائے موجودہ بازاری قیمت پر نے ناموں پر رجسٹریشن کرواتے ہیں اور اس طرح دونوں فریق حکومت کو ادا کی جانے والی اسٹامپ ڈیوٹی/رجسٹریشن فیس میں چوری کرتے ہیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ کس طرح حکومت عوام کو افادیت کی چیزیں مہیا کرنے اور دیگر فلاحی پروگراموں پر عمل آوری کرنے کی خاطر آمدنی حاصل کرتی ہے؟

2۔ کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ ہر شخص کو بلالحاظ ان کی آمدنی کی سطح کہ حکومت کو ٹیکس ادا کرنا چاہیئے؟

9.4۔ عوامی اخراجات: تصور، درجہ بندی اور نمو

ہم اپنی روزمرہ زندگی میں بغیر رقم کے کوئی بھی سرگرمی انجام نہیں دے سکتے ہیں۔اسی طرح، ہم بغیر رقم خرچ کیے کہ کوئی بھی معاشی سرگرمی کا آغاز نہیں کر سکتے ہیں۔ہم اپنے خاندانی ضروریات کی خاطر، مختلف اشیاء اور خدمات کی خریداری کی خاطر، تعلیم کی خاطر، ضروری سامان کی خریداری کی خاطر، اور زمین اور عمارتوں کی خریداری وغیرہ کی خاطر رقم خرچ کرتے ہیں۔اسی طریقہ سے، حکومت بھی غریب اور پسماندہ طبقات کے لوگوں کی ضروریات کا بندوبست کرنے کی خاطر عوامی فلاحی اسکیمات پر رقم خرچ کرتی ہے۔حکومت کی جانب سے اس قسم کے اخراجات برداشت کرنے کو عوامی اخراجات کہا جاتا ہے۔شکل-11.2: علائی دروازہ

9.4.1۔ عوامی اخراجات کا تصور

سماجی ضروریات کی تکمیل اور عوام کے سماجی معاشی بہبود کو فروغ دینے کی خاطر حکومت کی جانب سے عوامی اخراجات کو برداشت کی ضرورت لاحق ہے۔ عام طور پر، حکومت عوامی ترقیاتی سرگرمیوں جیسے تعلیم، صحت، سماجی تحفظ، آبپاشی، پینے کے پانی کی سربراہی، سڑکوں کا انتظام، گندے پانی کی نکاسی کا انتظام اور بجلی کی فراہمی وغیرہ پر رقم خرچ کرتی ہے۔ اس طرح، اصطلاح عوامی اخراجات سے مراد مرکزی، ریاستی اور مقامی حکومتوں کی جانب سے لوگوں کی اجتماعی ضروریات کی تکمیل یا معاشرے کے لوگوں کی فلاح کی خاطر کیے جانے والے اخرجات ہیں۔

9.4.2۔ عوامی اخراجات کی درجہ بندی

حکومت کی معاشی سرگرمیوں کی بنیاد پر عوامی اخراجات کی درج ذیل طریقہ سے درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔

الف) منصوبہ بند اخراجات : اس سے مراد منصوبہ میں بیان کردہ ترقیاتی اسکیمات کو مختص کردہ سرکاری اخراجات ہیں۔

ب) غیر منصوبہ بند اخراجات : غیر منصوبہ بند اخراجات میں حکومت کے وہ تمام اخراجات شامل ہیں جو کہ منصوبہ میں شامل نہیں کیے گئے ہوں۔ ان میں عوامی نظم و نسق، ملک کا داخلی اور خارجی تحفظ، سود کی ادائیگی، وظائف وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی مالیاتی اخراجات اور سرمایہ کاری اخراجات کے طور پر درجہ بندی کی جاتی ہے۔ مالیاتی اخراجات سے مراد جن کے ذریعہ کوئی طبعی اثاثہ تشکیل نہیں دیا جاتا ہے۔ مثلاً: عوامی نظم و نسق پر اخراجات، ملک کا داخلی اور خارجی تحفظ، اور وظائف وغیرہ۔ ایسے اخراجات جن سے معیشت میں طبعی اثاثوں کی تشکیل کی جاتی ہے، سرمایہ کاری اخراجات کہلاتے ہیں۔ مثلاً: زمین اور عمارتیں، مشینیں اور مشینی آلات و کل پرزے، عوامی شعبہ کی اکائیوں میں سرمایہ کاری وغیرہ۔

9.4.3۔ عوامی اخراجات میں اضافہ کیوں ہوتا ہے؟

1۔ عوامی اخراجات میں اضافہ لوگوں کو تعلیم، صحت، رہائش، پینے کا پانی، آبپاشی، نہروں، دیہی سڑکوں، اور بجلی وغیرہ کی شکل میں لوگوں کو عوامی افادیت کی چیزیں فراہم کرنے سے ہوتا ہے۔

2۔ ملک کی حفاظت، امن و امان کی برقراری، تمام لوگوں کو سماجی انصاف فراہم کرنے کے لیے عوامی اخراجات کی ضرورت ہوتی ہے۔

3۔ آمدنی کی عدم مساوات کا خاتمہ کرنے اور عوامی شعبہ کی اکائیوں کے ذریعہ اشیاء کی پیداوار کر کے کم سطح آمدنی گروپ کے لوگوں کو رعایتی قیمتوں پر اشیاء کی فراہمی کرنے کی خاطر عوامی اخراجات کی لازمی ضرورت ہوتی ہے۔

4۔ تیز ترقی کو حاصل کرنے کی خاطر، ترقی پذیر ممالک میں زراعت اور صنعت کے شعبوں کو فروغ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لیے عوامی اخراجات کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ آبپاشی پراجکٹوں کی تعمیر کی جاسکے اور صنعت کے شعبہ میں اصلاحات کو متعارف کیا جاسکے۔

5۔ علاقائی عدم توازن کے خاتمہ کی خاطر، حکومت کو کم تر ترقیاتی علاقوں میں صنعتوں کو قائم کرنا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر، مہاتما گاندھی قومی دیہی روزگار کی طمانیت کی اسکیم کا قانون کے مطابق حکومت کو ملازمت کے متلاشی افراد کو کم از کم 100 دن روزگار فراہم کرنا ہوتا ہے۔

6۔ مختلف سطحوں پر عوامی نمائندوں کے اداروں کے انتخابات کا انعقاد کرنے سے بھی عوامی اخراجات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جیسے کہ مرکزی سطح پر لوک سبھا اور اجیہ سبھا؛ ریاستی سطح پر قانون ساز اسمبلی اور قانون ساز کونسل؛ ضلعی سطح پر ضلع پریشد، بلدیات اور گرام پنچایتیں۔

7۔ وقت کے ساتھ ساتھ، آبادی میں اضافہ شہریانہ میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں شہری آبادی کی ضروریات کے مطابق تعلیم، صحت، حمل ونقل، سڑکیں، امن وامان، پینے کا پانی، صفائی، کتب خانے، کھیل کے میدان وغیرہ فراہم کرنے کی خاطر عوامی اخراجات میں اضافہ ہوتا ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے

1۔ آپ کے خیال میں، کیوں دن بہ دن عوامی اخراجات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے؟

2۔ عوامی اخراجات کی درجہ بندی کیجیے۔

9.5۔ بجٹ : تصور، مقصد، قسمیں، مالیاتی خسارہ کے اسباب

9.5.1 : بجٹ کا تصور

بجٹ آنے والے سال کے لیے حکومت کی متوقع وصولیات اور اخراجات کا سالانہ مالیاتی میزانیہ ہوتا ہے۔ عام طور پر، یہ ایک مالیاتی سال تک محدود ہوتا ہے۔ ہندوستان میں یکم اپریل سے شروع ہو کر، 31 مارچ تک کی مدت کو مالیاتی سال مانا جاتا ہے۔

9.5.2 : بجٹ کا مقصد

طئے شدہ ہدف یا مقصد کے حصول کی خاطر منصوبہ بندی ضروری ہے۔ حکومت بھی اپنی منصوبہ بندی میں مختلف اہداف اور مقاصد طئے کرتی ہے۔ ان اہداف اور مقاصد کے حصول کی خاطر اسے بجٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بجٹ کے میزانیہ میں ایک جانب آمدنی کے تمام عناصر اور دوسری جانب اخراجات کے تمام عناصر موجود ہوتے ہیں۔ سابقہ پروگراموں کی کارکردگی کی بنیاد پر مستقبل کے پروگراموں کی تشکیل کے لیے بجٹ کی تیاری ضروری ہے۔

خاندانی بجٹ

لوگ آمدنی حاصل کرنے کے لیے مختلف قسم کے کام کرتے ہیں۔ مثلاً : زراعت، عمارتوں کی تعمیر، ترکاریوں کی فروخت، ملازمت اور دکانوں میں کام کرنا وغیرہ۔ وہ اس آمدنی کو اپنے خاندانی ضروریات کی خاطر خرچ کرتے ہیں۔ عام طور پر، کسی خاندان کی اپنی ضروریات کے مطابق اپنی آمدنی اور اخراجات سے متعلق کچھ منصوبہ بندی ہوتی ہے۔ یہ تحریری شکل میں ہو سکتی ہے یا نہیں بھی ہو سکتی ہے۔ اس طرح کے منصوبہ کی تشکیل خاندانی بجٹ کہلاتی ہے۔ آیئے ہم ایک مثال کی مدد سے اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جدول۔9.2 : ایک انفرادی خاندان کا بجٹ(روپیوں میں)

آمدنی(روپیوں)		اخراجات (روپیوں میں)	
ایک ماہ میں حاصل آمدنی	15,000	غذا	4,000
		مکان کا کرایہ	2,500
		ادویات	2,000
		اسکول کی فیس	3,000
		بجلی وغیرہ کی بل	2,500
		بس،آٹو کے چارجس	1,000
جملہ آمدنی	**15 ,000**	**جملہ اخراجات**	**15,000**

جدول۔9.2 میں دائیں جانب عبدالرحیم کے خاندان کی آمدنی کی تفصیلات دکھائی گئی ہیں اور اس کے اخراجات کی تفصیلات کو بائیں جانب دکھایا گیا ہے۔ایک ماہ میں اس کی جانب سے کمائی گئی آمدنی -/15,000 روپے ہیں۔اسی طرح،اس کی جانب سے غذا،مکان کا کرایہ،ادویات، اسکول فیس،بجلی کا بل اور بس وآٹو کے کرایہ پر خرچ کیے گئے اخراجات بھی -/15,000 روپے ہیں۔اسی طریقہ سے،اوپر کے جدول کی شکل میں کسی خاندان کی جانب سے اگر آمدنی اور اخراجات کی تفصیلات تشکیل دیئے جاتے ہیں،تو یہ خاندانی بجٹ کہلاتا ہے۔

9.5.3۔ بجٹ کی قسمیں

ایک مالی سال کے لیے تیار کیا جانے والا بجٹ 'عام بجٹ' کہلاتا ہے۔اس کے مقابل،اگر کوئی ہنگامی حالات جیسے جنگ، سیلاب وغیرہ کے اضافی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے یا مرکزی یا ریاستی سطح پر حکمران پارٹیوں کے بار بار بدلنے کی وجہ سے ایک سال سے کم مدت کے لیے تیار کیا جانے والا بجٹ 'وسط مدتی بجٹ' کہلاتا ہے۔عبوری حکومت کی حکمرانی کی صورتحال میں پیش کیا جانے ولا بجٹ 'ووٹ۔آن۔اکاؤنٹ بجٹ' کہلاتا ہے۔حکومت کی جانب سے تشکیل کی جانے والے بجٹوں کی تین قسموں میں درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔وہ اس طرح ہیں:

1۔ **متوازن بجٹ**:جب ایک سال کی مدت میں حکومت کی جملہ آمدنی اور جملہ اخراجات مساوی ہوں تو ایسا بجٹ متوازن بجٹ کہلاتا ہے۔

2۔ **خسارہ بجٹ** : جب حکومت کے جملہ اخراجات اس کی جملہ آمدنی سے زیادہ ہوتے ہیں،تو ایسا بجٹ خسارہ بجٹ کہلاتا ہے۔جدید دور میں،خسارہ مالیہ حکومتوں کا عام رجحان بن چکا ہے۔

3۔ **فاضل بجٹ** : اگر حکومت کے جملہ اخراجات اس کی جملہ آمدنی سے کم ہوتے ہیں،تو ایسا بجٹ فاضل بجٹ کہلاتا ہے۔

9.5.4۔ ہندوستان میں خسارہ مالیہ کے اسباب

آج کل خسارہ مالیہ کی پالیسی ایک عام رجحان بن چکی ہے۔جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے،حکومت کے جملہ

اخراجات کا جملہ آمدنی سے بڑھ جانا خسارہ مالیہ کو ظاہر کرتا ہے۔حکومت ہند پہلے پنچ سالہ منصوبہ سے ہی خسارہ مالیہ پرعمل پیرا ہے۔حکومت سرکاری ملازمین کی تنخواہوں، گرانی بھتہ،جنگوں کے لیے مال کی پیداوار،نظم نسق عامہ وغیرہ کے اخراجات میں اضافہ کی وجہ سے خسارہ مالیہ پرعمل پیرا ہے۔ جب حکومت کے پاس موجود آمدنی اس کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ہوگی،تو حکومت خسارہ مالیہ کا سہارہ لے گی۔آمدنی اوراخراجات کے درمیان خلاء کو پر کرنے کی لیے،حکومت نئے زرکی چھپائی کی پالیسی پرعمل پیرا ہوسکتی ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ اپنے خاندانی بجٹ کوتشکیل دیجیے۔

2۔ آپ کے خاندانی اخراجات کا آمدنی سے زیادہ ہوجانے کی وجہ سے اخراجات میں نتیجتاً اضافہ کے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

9.6۔ خلاصہ (کلیدی نکات)

☆ حکومت لوگوں کو اشیاءاور خدمات کی فراہمی نفع ونقصان کے مقصد سے نہیں کرتی ہے بلکہ سماجی بہبود کے مقصد سے کرتی ہے۔

☆ عوامی مالیہ کے تین اہم اجزاءعوامی آمدنی،عوامی اخراجات اورعوامی قرض کی شکل میں ہوتے ہیں۔

☆ آمدنی ٹیکس فردکی آمدنی،حکومت کی جانب سے متعینہ کم ازکم سطح آمدنی سے بڑھ جانے پرعائد کیا جاتا ہے۔

☆ حکومت کی آمدنی کے بڑے ذرائع راست اور بالوسطہ ٹیکس ہیں۔

☆ ہندوستان میں GST 2017ء میں متعارف کیا گیا یہ چارسلیب شرحوں پر مشتمل ہے یعنی 5%, 12%, 18%اور 28%۔

☆ حکومت عوامی خرچ کے ذریعہ تعلیم،صحت،سماجی تحفظ،آبپاشی،پینے کا پانی،سڑکیں،گندے پانی کی نکاسی اوربجلی وغیرہ کی فراہمی کرتی ہے۔

☆ بجٹ آنے والے سال کے لیے حکومت کی متوقع وصولیات اوراخراجات کا سالانہ مالیاتی میزانیہ ہوتا ہے۔

☆ حکومت کی جانب سے تشکیل کی جانے والے بجٹوں کی تین قسموں میں درجہ بندی کی جاسکتی ہے۔وہ اس طرح ہیں: متوازن بجٹ، فاضل بجٹ اورخسارہ بجٹ۔

9.7۔ تمثیلی سوالات برائے امتحانات

I۔مندرجہ ذیل ہرسوال کا جواب 1 یا 2 جملوں میں لکھیے۔

1۔ ٹیکسوں کی کتنے قسموں میں درجہ بندی کی جاتی ہے؟ وہ کونسے ہیں؟

2۔ بجٹ سے کیا مراد ہے؟

II۔مندرجہ ذیل ہرسوال کا جواب 4 یا 5 جملوں میں لکھیے۔

1۔ حکومت کی آمدنی کے ذرائعوں کی نشاندہی کیجیے۔

2۔ عوامی اخراجات کی درجہ بندی کیجیے۔

3۔ ایک مثال کی مدد سے وضاحت کیجیے کہ بجٹ کس طرح تشکیل دیا جاتا ہے؟

III۔مندرجہ ذیل ہرسوال کا جواب 8 یا 10 جملوں میں لکھیے۔

1۔ عوامی مالیہ کی اہمیت کی وضاحت کیجیے۔

2۔ آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اشیاء اور خدمات ٹیکس (GST) فائدہ مند ہے؟

3۔ عوامی اخراجات میں اضافہ ہونے کے وجوہات کی نشاندہی کیجیے۔

IV۔ کثیر جوابی سوالات

1۔ اس پالیسی کے تحت، جیسے جیسے ٹیکس کی بنیاد میں اضافہ ہوتا ہے شرح ٹیکس بھی بڑھتی ہے۔ (   )

A) ترقی پذیر ٹیکس B) تنزلی ٹیکس

C) متناسب ٹیکس D) ان میں سے کوئی نہیں

2۔ کمپنی کے منافع پر عائد ہونے والا ٹیکس ہے۔ (   )

A) آمدنی ٹیکس B) کارپوریٹ ٹیکس

C) دولت ٹیکس D) ملکیت ٹیکس

9.8۔ حوالہ کتاب

- Public Finance and International Trade. B.A. Third Year, Telugu Academy.
- Money, Banking and Public Finance. B.A. (Economics), Dr.B.R. Ambedkar OpenUniversity.
- Public Economics. Dr.B.R. Ambedkar Open University.

قدیم ہندوستان کی تاریخ
History of Ancient India
10

10.0۔ آموزشی ماحاصل

☆ قدیم ہندوستانی تہذیبوں کی خصوصیات بیان کریں گے۔

☆ وادیٔ سندھ کی تہذیب سے متعلق آثار کی فہرست مرتب کریں گے۔

☆ ابتدائی ویدک دور اور بعد کی ویدک دور کے سماجی ومعاشی حالات کا تقابل کریں گے۔

☆ موریا سلطنت کی وسعت کو بیان کریں گے۔

☆ موجودہ دور کے عوامی نظم ونسق کا ستواہنا دور کے نظم ونسق سے تقابل کریں گے۔

☆ گپت دور کے سائنس اور ٹکنالوجی کے بارے میں ایک ورقیہ تیار کریں گے۔

☆ ہندوستان کے نقشے میں مہاجاناپداؤں، موریا سلطنت اور ستواہنا سلطنت کی نشاندہی کریں گے۔

10.1۔ تمہید

تاریخ صرف گذرے ہوئے واقعات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک بنیاد ہے جس پر ہم اپنے مستقبل کی تعمیر کر سکتے ہیں۔ ایک نسل کی اصل کا پتہ ہمیں اس کی تاریخ سے ہی چل سکتا ہے۔ اس باب کا اہم مقصد اصلی ہندوستانی تہذیبوں جیسے وادیٔ سندھ کی تہذیب، ویدک تہذیب اور بعض دیگر اہم سلطنتوں، ان کے نظم ونسق کے تفصیلات، اس دور کے لوگوں کے طرز زندگی، معاشی، سماجی اور مذہبی حالات اور اصلاحات کے بارے میں وضاحت کرنا ہے۔

10.2۔ وادیٔ سندھ کی تہذیب

ہندوستان کی قدیم تہذیب ہڑپہ تہذیب یا وادیٔ سندھ کی تہذیب کے نام سے جانی جاتی ہے۔ یہ تہذیب 4000 قبل مسیح سے 1750 قبل مسیح کے دوران موجود تھی۔ 1921ء میں کی ہوئی کھدائیوں کے نتیجے میں مغربی پنجاب (موجودہ پاکستان) میں دریائے راوی کے کنارے اس تہذیب کو دریافت کیا گیا۔ یہ تہذیب شمال میں جموں سے جنوب میں مہاراشٹرا تک اور مغرب میں بلوچستان سے مشرق میں میرٹھ تک پھیلی ہوئی تھی۔

10.2.1۔ ہڑپہ کا تمدن۔شہریانا

سوچیے

موجودہ دور میں شہروں میں مسلسل وسعت کے اسباب کے بارے میں غور کیجئے۔

شکل ۔10.1 :ہڑپہ شہر

موہنجوداڑو(موہنجوداڑو کے معنی مُردوں کا شہر)، ہڑپہ، چانوداڑو،لوتھل،کالی بنگن وغیرہ ہندوستان کے پہلے شہریانے کے نتیجے میں وجود میں آئے شہر تھے۔ یہ بات یادرکھی جانی چاہیے کہ شہراسی وقت وجود میں آتے ہیں جب زراعت ترقی کرتی ہے اورفاضل زرعی پیداوارموجودہوتی ہے۔'موہنجوداڑو'شہردریائے سندھ کے کناروں پرتعمیر ہوا۔ہڑپہ شہرپنجاب میں دریائے راوی کے کناروں پرآبادھوا۔ کالی بنگن جس کی دریافت بعد کی کھدائیوں میں ہوئی راجستھان میں واقع ہے۔اس کے علاوہ بعد کی کھدوائیوں میں کئی چھوٹے بڑے قصبات دریافت کئے گئے۔ یہ تمام شہر 950۔میل طویل مماثل تعمیر ساخت میں شمال سے جنوب میں تعمیر کئے گئے تھے۔تمام تعمیرات کو دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ تعمیر کئے گئے ہیں۔اہم گلیاں شمالاً جنوباً ہیں اوران کو جوڑنے والی چھوٹی گلیاں شرقاً غرباًبنائی گئی ہیں۔انہیں ہواکے چلنے اورصفائی کے پیش نظراس طرح بنایا گیا۔گلیوں میں ایک مشترک کنویں کےعلاوہ اکثرمکانات میں ان کے اپنے ذاتی کنویں اورحمام موجود تھے۔

10.2.2۔ گندے پانی کی نکاسی کا نظام

ان شہروں میں منصوبہ بند انداز میں گندے پانی کی نکاسی کے لیے نالیوں کی تعمیر کی گئی تھی۔ یہ نالیاں رہائشی علاقوں سےگلیوں میں واقع بڑے نالے میں جاملتی تھیں۔گلیوں میں مین ہول موجود ہوتے تھے جہاں رہائشی مکانات کی نالیاں ملتی تھیں۔گندے پانی کی نکاسی کا یہ منفرد نظام کسی اورقدیم تہذیب میں نہیں پایا گیا۔

10.2.3۔ شہری تعمیرات

ان تعمیرات میں سب سے قابل ذکرموہنجوداڑو میں پایا گیاعظیم حمام ہے۔اسکی لمبائی شمال سے جنوب تک 55 میٹر ہے اور مشرق سے مغرب تک چوڑائی 33 میٹر ہے۔اسکی شمالی اورجنوبی سمتوں میں سیڑھیاں بھی موجود تھیں۔ایسا لگتا ہے کہ عظیم حمام میں گرم پانی پہنچانے کا نظام بھی موجودتھا۔ہڑپہ میں پایا گیا گودام ایک بڑی اورکشادہ عمارت تھی،اس کے علاوہ ان دوشہروں میں دستیاب اہم

تعمیرات میں میں قلعے اور ملازموں کے کوارٹر اہم تھے۔

شکل۔10.2: ماتا دیوی کا مجسمہ

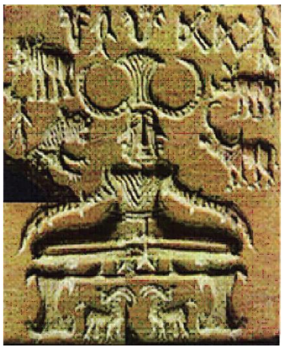

شکل۔10.3 پشوپتی کی تصویر

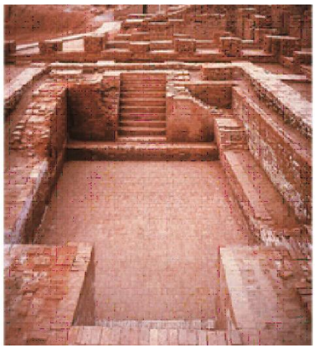

شکل۔10.4 عظیم حمام

عورتوں کے مجسمے یہاں کثیر تعداد میں دستیاب ہوئے ہیں۔ یہ تمام ماتا دیوی کے مجسمے ہیں جو فطرت اور توانائی کا ذریعہ سمجھے جاتے ہیں۔

ایک تصویر میں ایک مرد دیوتا کو دکھایا گیا ہے جو سینگ دار پگڑی پہنے ہوئے ہے جو کنول کے انداز میں نیم وا آنکھوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ یہ تصویر تین چہروں والے پشوپتی، مہایوگی اور شیوا کو ظاہر کرتی ہے۔ بعض مہریں جن میں برج ثور، ہاتھی، ارنے بھینسا، سانپ، پیپل کے درخت، آگ اور پانی کی مہریں شامل تھیں۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ لوگ قدرتی مظاہر کی پرستش کرتے تھے۔ ہمیں اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آج ہم جو ماحولیاتی تحفظ کے لیے اقدامات کر رہے ہیں وہ وادی سندھ کے لوگ چار ہزار سال قبل قدرتی مظاہر کی شکل میں کر رہے تھے۔

سوچیے

آپ کے علاقے میں کن دیوتاؤں کی پرستش ہوتی ہے؟

اپنی آموزش کی جانچ کیجیے۔

1۔ وادیٔ سندھ کے لوگوں کی تعمیراتی مہارتوں کے بارے میں لکھیے۔

2۔ وادیٔ سندھ کے لوگوں کے مذہبی حالات کو بیان کیجیے۔

10.3۔ ویدک تہذیب۔ ادب

ویدک دور جو 1500 قبل مسیح سے 600 قبل مسیح تک پھیلا ہوا تھا ہندوستانی تمدن اور سماج کے ارتقاء کے لیے کافی اہم رہا۔

ویدک ادب نہ صرف ہندوستان کا پہلا ادب ہے بلکہ ویدک دور کو سمجھنے کا بنیادی ذریعہ بھی ہے۔ ویدوں میں سب سے پہلا رگ وید ہے جو باقی تینوں سے قدیم ترین ہے۔ سام وید، یجروید اور ادھرونا وید بعد کے دور سے تعلق رکھتے ہیں۔

10.3.1۔ رگ وید کے دور کی تہذیب

رگ وید میں کہا گیا کہ ابتدائی آرین سپتا سندھو یعنی [ستودری (ستلج)، پروشنی (راوی)، وی پاسا (بیاس)، وی ٹاسٹا (جہلم)، اسکی نی (چناب)، سندھ، سرسوتی] کے علاقے میں رہتے تھے۔

رگ وید میں ہے کہ دریائے سرسوتی کوُنڈی تھا' (تمام دریاؤں میں اہم ترین) خیال کیا جاتا تھا۔رگ وید دور کے لوگ دریائے ستلج اور یمنا کے درمیان کے علاقے میں جمہوریاؤں میں رہا کرتے تھے۔سپتا سندھو کا علاقہ ''برہماورتم'' کے نام سے جانا جاتا تھا۔آریا لوگ سنسکرت زبان استعمال کرتے تھے۔رگ وید دور کے آریاؤں کا اہم پیشہ جانور پالنا تھا لیکن وہ بنیادی زراعت سے واقف تھے۔ گائے کو ان کے تمدن میں کافی اہم مقام حاصل تھا۔

10.3.2۔ سماجی و معاشی نظام

رگ ویدک دور کے اواخر میں چار ورنا (ذاتیں) برہمن، کشتری، ویش اور شودر وجود میں آئے۔ یہ تقسیم پیشوں کی بنیاد پر تھی۔ رگ ویدک آریا لگ بھگ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ان کی معیشت جانور پالنے اور بنیادی زراعت کا مجموعہ تھی۔گھوڑے کو بھی کافی اہمیت حاصل تھی۔اسے رتھوں اور جنگوں میں استعمال کئے جانور کی حیثیت سے اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔وہ بھیڑوں اور بکریوں کو پالتے تھے اور ان سے حاصل کردہ اون سے ملبوسات تیار کرتے تھے۔مویشی خانگی جائداد تصور کئے جاتے تھے جبکہ زمین کو قبیلوں کی مشترکہ جائداد تصور کیا جاتا تھا۔پیشہ ور بڑھئی گاڑیاں اور رتھ بناتے تھے۔دیگر پیشہ ور لوگ جیسے بنک، دباغ، کمہار، لوہار وغیرہ سماج کے لوگوں کی ضروریات کی تکمیل کرتے تھے۔

10.3.3۔ بعد کی ویدک تہذیب

1000 قبل مسیح سے 500 قبل مسیح کے اس دور میں ہم آریاؤں کے طرز زندگی میں ہر پہلو میں نمایاں فرق کا مشاہدہ کرسکتے ہیں۔ان تبدیلیوں کو جاننے کے لیے ویدک ادب، حالیہ عرصے میں دریافت کئے گئے آثار قدیمہ کے آلات اور ہتھیار ذریعہ ہیں۔

10.3.4۔ سماجی اور معاشی نظام

ابتدائی ویدک دور میں جو سماج سادہ تھا، وہ ایسے لگتا ہے کہ اپنے آخری دور میں کسی قدر پیچیدہ ہوگیا۔پیدائش اور رنگ کی بنیاد پر موروثی سماج وجود میں آیا۔اس دور میں برہمن پوجا پاٹ کے فرائض کے لیے، کشتری سیاست کے لیے، ویش زراعت اور مویشی پالن کے لیے جبکہ شودر سماج کے دیگر کاموں کے لیے مختص ہوگیے۔

اس دور میں مستقل زراعت اور مویشی پالن پر انحصار کیا جانے لگا۔زراعت میں مویشیوں کا استعمال اس دور میں عام ہوگیا تھا۔'شتاپتا برہمن' میں زرعی سرگرمیوں اور اس دور کے زرکے بارے میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے حالانکہ کھدائیوں میں سکے دستیاب نہیں ہوئے۔

اپنی آموزش کی جانچ کیجیے۔

1۔ ابتدائی ویدک تہذیب کی سماجی و معاشی زندگی کے بارے میں بیان کیجئے۔

2۔ بعد کی ویدک تہذیب کی سماجی و معاشی نظاموں کے بارے میں بیان کیجئے۔

10.4۔ مہاجاناپداس (Mahajanapadas)

مہاجاناپداؤں میں جو نظام حکومت اور حکومتی نظریے نظر آتے ہیں تقریباً جدید ریاستوں کی خصوصیات کی عکاسی کرتے ہیں۔ جین ادب میں جن مہاجاناپداؤں کا ذکر کیا گیا ہے وہ انگارا، مگدھا، ورجی، ملاّ (مرکزی گنگا کے علاقے میں)، کاشی، کوسالا، واتسا، پنچالا، ماتسیا، سوراسینا مغرب میں کمبوجا اور گندھارا شمال مغرب میں، اوانتی، چیدی مرکزی ہندوستان میں اور اشما کا جنوب میں گوداوری کے علاقے میں پائے جاتے تھے۔ان میں ورجی اور ملاّ جمہوریہ تھیں۔

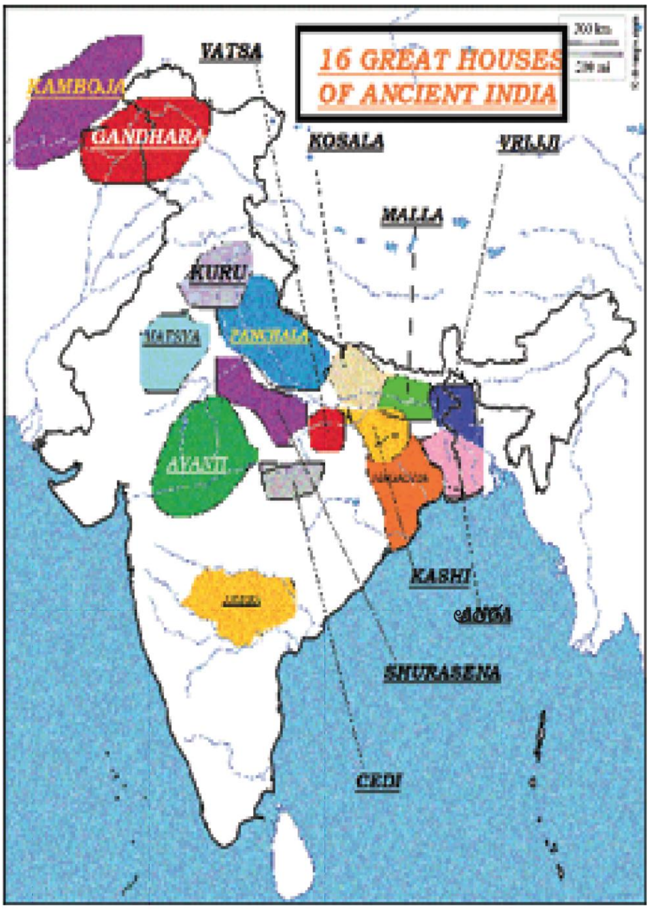

نقشہ۔10.1: مہاجاناپداس

10.4.1۔ جین مت

مہاویر کا جنم 540 قبل مسیح میں کشتری سلطنت میں ہوا۔مہاویر نے رسمی طور پر جین مت کی ابتداء کی۔ اپنی تعلیمات کی اشاعت سے قبل مہاویر نے ابتدائی تیرتھنکروں جیسے رشی باناتھا وغیرہ کی تعلیمات کو ترتیب دے کر جین مذہب کو منظّم کیا۔انہوں نے 30 سال کی عمر تک شاہانہ زندگی بسر کی۔ اس کے بعد سچائی کی تلاش میں اپنے خاندان کو ترک کردیا۔ 12 سال کی سخت ریاضت کے بعد انہیں عرفان حاصل ہوا اور وہ جین (غموں کا فاتح) کہلائے۔ انہوں نے پانچ اصولوں کی تعلیم دی۔ 1۔عدم تشدد 2۔سچائی 3۔چوری نہ کرنا 4۔دوسروں کی جائداد کو نہ ہتھیانا 5۔شادی نہ کرنا

10.4.2۔ بدھ مت

بدھ مت کے بانی گوتم بدھ تھے۔وہ 563 قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔عرفان کے حصول سے پہلے ان کا نام سدھارتھا اور وہ کپل وستو کے کشتری تھے۔انہوں نے 29 سال کی عمر تک شاہانہ زندگی گزاری۔اس کے بعد انہوں نے اپنے خاندان کو چھوڑ دیا اور سچائی کی تلاش میں نکل گئے تاکہ دنیا کے غموں کو سمجھ سکیں اور عرفان حاصل کرسکیں۔ گوتم بدھ نے چار سچائیوں کی ''آریا ستیا'' کی حیثیت سے اشاعت کی۔ 1۔دنیا غموں سے بھری ہے 2۔غموں کا سبب خواہشات ہیں 3۔غموں سے نجات (خواہشات پر قابو) 4۔غموں سے آزادی کا راستہ (اشٹانگا مارگا)۔

10.5۔ موریا سلطنت

موریا سلطنت ہندوستان کی تاریخ کے ایک نئے باب کا آغاز ثابت ہوئی۔ موریا دور میں پورا ہندوستان متحد تھا اور شمال میں ہمالیہ سے جنوب میں دریائے تنگ بھدرا تک وسیع تھا۔ موریاؤں کی تاریخ کی تائید کرنے کے لیے کافی غیر مذہبی اور مذہبی شواہد موجود ہیں۔ غیر مذہبی شواہد میں کوٹلیہ کا ارتھ شاستر، میگاس تھنیز کی انڈیکا اور وشاراکا دتہ کی مدرا راکشا، جو تمام موریا دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ آثار قدیمہ کی کھدائیوں سے جن میں اشوک کے کتبے شامل ہیں، ناگارجونا کونڈا میں دسارستھا، پاٹلی پترا شہر کی باقیات، سکوں، برتنوں سے اس دور کی معیشت، نظم و نسق، مذہب اور فن تعمیر کا پتہ چلتا ہے۔

10.5.1۔ اہم بادشاہ۔ مختصر تاریخ

چندر گپت موریا: وہ موریا سلطنت کا بانی تھا۔ وہ ''ہندوستان کا پہلا تاریخی شہنشاہ'' کہلاتا ہے۔ چندر گپت موریا نے 324 قبل مسیح میں نندا سلطنت (مگدھ) کے بادشاہ دھنا نندا کو شکست دے کر موریا سلطنت کی بنیاد رکھی۔ چانکیہ جس نے ارتھ شاستر لکھی، اس کا وزیر تھا اور سیاست میں معاون تھا۔

بندوسارا: چندر گپت موریا کا بیٹا بندوسارا، موریا سلطنت کا دوسرا بادشاہ تھا۔ اس نے نہ صرف اپنے باپ کی چھوڑی ہوئی سلطنت کی حفاظت کی بلکہ اس کو مزید وسعت دی۔ اس نے ''امترا گھات'' کا لقب اختیار کیا۔

اشوک: بندوسارا کا جانشین اشوک، دنیا کی تاریخ کے عظیم بادشاہوں میں سے ایک تھا۔ جب اشوک شہزادہ تھا تو وہ ٹکسلا اور اوانتی ریاستوں کا نائب تھا۔ وہ 268 قبل مسیح میں تخت نشین ہوا۔ اشوک کے دور کے سنگی کتبے اور ستون اس کے بلند مقاصد، نظریات اور اس کے دور کے اہم واقعات کو جاننے کے لیے بہت مددگار ہیں۔ ہندوستان کی تاریخ میں اشوک پہلا بادشاہ تھا جس نے اس طرح کتبے کندہ کروائے۔ ان کتبوں میں اشوک کے القاب 'دیوانام پریا' (دیوتاؤں کا پسندیدہ) اور 'پریادرشی' (خوبصورت) لکھے ملتے ہیں۔

10.5.2۔ کلنگ کی جنگ۔ اشوک کا دھمّا یا دھرما کا فلسفہ

کلنگ کی جنگ نہ صرف اشوک کی زندگی میں بلکہ ہندوستان کی تاریخ میں بھی کافی اہمیت کی حامل تھی۔ کلنگ کی سلطنت جو موجودہ دور میں اڑیسہ کے نام سے جانی جاتی ہے، اشوک کے دور میں عظیم فوجی و معاشی اہمیت رکھتی تھی۔ اشوک نے اپنے تیرھویں کتبے میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اشوک نے رنج کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس جنگ میں لاکھوں لوگ مارے گئے، ڈیڑھ لاکھ لوگ بے گھر ہوئے اور دو لاکھ افراد زخمی ہوئے۔ اشوک کا دل اس جنگ سے انتہائی افسردہ ہوا۔ اس نے بدھ مت کو قبول کیا اور اعلان کیا کہ وہ اب کبھی جنگ نہیں کرے گا اور امن کے لیے خود کو وقف کردے گا اور اس نے اپنے ہتھیار رکھ دیے۔ لیکن دنیا کی تاریخ میں کوئی بادشاہ نہیں ملتا جو جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد یہ اعلان کرتا ہو کہ وہ آئندہ جنگ نہیں کرے گا۔

اشوک نے اپنی عوام کی فلاح و بہبود کے لیے خود کو وقف کردیا۔ انسان کو اسکے کمال تک پہنچانا اس کا مشن بن گیا۔ جس کو اس

نے درست سمجھا۔اس کے لیے اس نے عوام کو چند منفرد عملی طریقے بتائے۔اس نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ اپنے والدین، بزرگوں اور اساتذہ کا احترام کریں، سچائی، رحمدلی، خیرات، اخلاص، صبر وغیرہ پر عمل کریں اور ظلم وستم، غصہ، انا پرستی اور لالچ کو ترک کردیں۔اس نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ ہم نہ صرف انسانوں کے ساتھ بلکہ جانوروں کے ساتھ بھی رحمدلی کا برتاؤ کریں۔اس نے جانوروں کے لیے بھی ہسپتال بنوائے، مسافروں کے لیے سڑکوں کے کنارے کنویں کھدائے اور سڑکوں کی دونوں جانب درخت لگوائے۔

10.5.3 ۔ موریاؤں کا نظم ونسق

موریاؤں کے دور میں بادشاہ کو کافی اختیارات حاصل تھے۔ وزیروں اور اعلیٰ عاملانہ افسروں کا تقرر کرنا، ان پر کنٹرول کرنا، حکومت کے قاعدے اور قوانین بنانا، عدالتوں کا انتظام کرنا وغیرہ بادشاہوں کے اہم اختیارات تھے۔ بادشاہ کو لامحدود اختیارات حاصل ہونے کے باوجود وہ ظالم نہیں ہوتا تھا۔اس دور میں بادشاہ عوام کے لیے باپ کی مانند سمجھا جاتا تھا۔اشوک اپنے چوتھے ستون میں کہتا ہے ''جیسے والدین اپنے بچوں کی ذمہ داری مناسب دیکھ بھال کرنے والوں کو دیتے ہیں اسی طرح میں اپنے عوام کی بھلائی کی ذمہ داری ''راجوکا'' جیسے عہدیداروں کو دیتا ہوں'' کوٹلیہ اپنی کتاب ارتھ شاستر میں کہتا ہے''عوام کی آسائش ہی بادشاہ کی آسائش ہے اور بادشاہ کی بہتری خود اسکی آسائش میں نہیں بلکہ عوام کی آسائش میں ہے''

10.5.4۔ معیشت

موریا دور میں معیشت زیادہ تر زراعت پر منحصر تھی۔لوگوں کی اکثریت گاؤوں میں زندگی بسر کرتی تھی۔ زراعت کے لیے آبپاشی کے ذرائع حکومت کی جانب سے مہیا کیے جاتے تھے۔صنعتیں بھی لوگوں کو روزگار فراہم کرتی تھیں۔ مثلاً کپڑے بننا، بڑھی کا کام، ہتھیار سازی، گھریلو ساز وسامان، زرعی آلات کی تیاری، عمارتوں کی تعمیر، برتن سازی سے لوگوں کو روزگار حاصل ہوتا تھا۔ شئے کی تیاری کی تاریخ بھی اس پر درج کی جاتی تھی۔جس کے ذریعے لوگ نئی اور پرانی چیزوں میں فرق کر سکتے تھے۔

10.6۔ کشان بادشاہ

موریاؤں کے زوال کے بعد شمالی اور شمال مغربی ہندوستان پر ہند۔یونانی، پارتھین، کشان خاندانوں کا غلبہ تھا۔ان میں سے سب سے زیادہ طاقتور کشان تھے۔

10.6.1۔ کنشک

کشان راجاؤں میں سب سے اہم راجہ کنشک تھا۔اس کے دور کے کتبے بتاتے ہیں کہ وہ نئے کیلنڈر دور کے پہلے سال کے ہیں۔ٹکسال میں ڈھالے گئے سونے کے سکے مختلف مذاہب کے دیوتاؤں کی عکاسی کرتے ہیں۔ کنشک نے درجہ بہ درجہ کامیابیاں حاصل کیں۔ مختلف علاقوں سے دستیاب ہوئے اس کے سکوں سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ اس نے بڑے وسیع علاقے پر حکومت کی تھی۔

10.6.2۔ حکومت کا نظام

کشانوں کا ایقان 'الوہی حق کے نظریے' پر تھا۔ البتہ عوامی بہبود ان کا مقصد تھا۔ سلطنت کو 'آہارا'، 'جانا پدا' اور 'وشایا' میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس دور حکومت میں بادشاہ کی فوجی و شہری انتظام میں مدد کرنے کے لیے ڈنڈانایا کا نامی ایک علاقائی قائد ہوتا تھا۔ 'راجاماتیا' نامی افسر بادشاہ کا مشیر اعلیٰ ہوتا تھا۔ گاؤں کے انتظام کو گرامیکا اور بھدراپالا نامی افسر دیکھتے تھے۔

10.6.3۔ معیشت

کشانوں کے دور حکومت میں زراعت لوگوں کا اہم پیشہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگ مختلف پیشوں کو بھی اپناتے تھے۔ جن میں لوہار، کمہار، سنار، شیشہ کے برتن بنانے والے، ہاتھی دانت کا کام کرنے والے وغیرہ تھے۔ کشانوں کے دور میں ملکی اور غیر ملکی تجارت نے ترقی کی۔ جس نے وجہ سے کاروبار میں سکوں کا چلن بڑھا۔ روم کے ساتھ تجارت بہت زیادہ عروج پر تھی۔ روم سے کثیر مقدار میں سونا ہندوستان آتا تھا۔ کشانوں نے ایک سونے کا سکہ جو 'دینار' کہلاتا تھا اور ایک چاندی کا سکہ جو 'کرشاپانا' کہلاتا تھا، جاری کیا۔

10.6.4۔ گندھارا فن سنگتراشی

کشانوں کا دور گندھارا فن سنگتراشی کے لیے بہت مشہور تھا۔ اس فن کی راجہ کنشک کے دور میں خصوصی حوصلہ افزائی کی گئی۔ گندھارا آرٹ کو ہند یونانی فن سنگتراشی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کام ہندوستانی سنگتراشوں اور یونانی و رومی سنگتراشوں کے ذریعے انجام پاتا تھا۔ اسکی خصوصیات پر غور کریں گے تو آپ اس میں گھنگریالے بال، مضبوط جسم، Three faced posture نیم وا آنکھیں اور مسکراتا چہرہ دیکھیں گے۔ گندھارا سنگتراشی بدھ مت سے قریبی تعلق رکھتی ہے۔ گندھارا سنگتراشی میں گوتم بدھ کی زندگی کے اہم واقعات کی عکاسی کی گئی ہے۔ اس نے گندھارا سنگتراشی، متھرا سنگتراشی اور امراوتی سنگتراشی کے فن کو متاثر کیا ہے۔

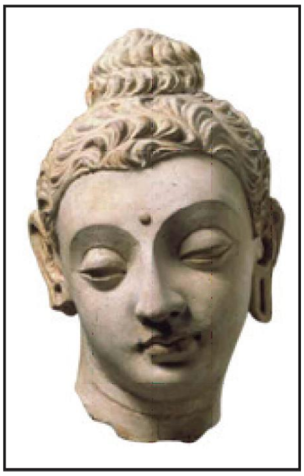

شکل۔10.5: گندھارا آرٹ میں گوتم بدھ

اپنی آموزش کی جانچ کیجیے۔

1۔ کلنگ کی جنگ کے بعد اشوک میں آئی تبدیلی اور اسکے نتائج کو بیان کیجیے۔

2۔ موریا حکومت اور اسکے معاشی حالات کو بیان کیجیے۔

3۔ گندھارا فن سنگتراشی کی انفرادیت کی وضاحت کیجیے۔

10.7۔ شتاواہانا

جنوبی ہندوستان میں پہلی آزاد سلطنت کے قیام کا سہرا شتاواہاناؤں کے سر جاتا ہے۔ اشوک کی موت کے بعد انہوں نے موریاؤں کی کمزوری کو محسوس کیا اور آزاد ہو گئے۔ جس وقت شمالی ہندوستان پر بیرونی شاکاؤں، کشان اور ہند یونانیوں کے حملے ہو رہے تھے، دکن کا علاقہ متحد تھا اور وہاں استحکام حاصل تھا۔

10.7.1۔ سیاسی تاریخ

شتاواہاناؤں نے 230 قبل مسیح سے 220 عیسوی تک لگ بھگ 450 سال حکومت کی۔

10.7.2۔ اہم بادشاہوں کی مختصر تاریخ

سری مکھا: سری مکھا شاتاواہانا سلطنت کا بانی تھا۔اس نے اشوک کی موت کے بعد اپنی آزادی کا اعلان کیا۔

شتکرانی دوم: شتکرانی دوم نے 56 سال طویل مدت تک حکومت کی ۔اس نے شاکاؤں کو شکست دی اور مدھیہ پردیش پر قبضہ کیا۔

ہالاشتکرانی: ہالاشتاواہاناؤں کا ایک اور حکمران تھا۔اس نے کئی شاعروں اور عالموں کی سرپرستی کی ۔اس نے خود ایک کتاب لکھی جس کا نام ٗ گاتھا سپتاستی ٗ تھا۔

گوتمی پترا شتکرانی: یہ نہ صرف شتاواہانا سلطنت کا عظیم حکمران تھا بلکہ جنوبی ہند کے تمام حکمرانوں میں عظیم تھا۔اس کی ماں بالاسری کی تحریر کردہ ٗ ناسک فرمان ٗ میں اسکی فتوحات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔اسکی سلطنت شمال میں راجستھان سے جنوب میں وئ جیانتی تک وسیع تھی۔ناسک کے فرمان میں اسے ’’تری سمدرا تویا پیٹا واہانا‘‘،’’کشتریا درپا مانا مردانا‘‘، ’’آگامانی لیا‘‘، اور ’’ایکا برہمانا‘‘ کے القاب سے یاد کیا گیا۔

10.7.3۔ انتظامی نظام

دکن کو متحد کرنے کے علاوہ شتاواہاناؤں نے اس خطے کی غیر ملکی طاقتوں سے بھی حفاظت کی۔شتاواہاناؤں کا طرز حکومت موریاؤں کی طرح تھا۔انہوں نے موروثی بادشاہت کے نظام کو اپنایا۔یہ حکمران ’’راجن‘‘ کے لقب سے جانے جاتے تھے اور الوہی حق کے نظریے پر یقین نہیں رکھتے تھے۔انہوں نے بادشاہت چلانے کے بجائے دھرم شاستر کے مطابق حکمرانی کی۔شہزادوں کو حکمرانی کا تجربہ حاصل کرنے کے لیے تقرر کیا جاتا تھا۔بادشاہ کی ایک کابینہ ہوتی تھی جو انتظام سلطنت میں اسکی مدد کرتی تھی۔

شتاواہاناؤں نے اپنی سلطنت کو جاناپداؤں ، آہاراؤں ، وشیاؤں اور گاؤں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔شہزادے جاناپداؤں کے حکمران ہوتے تھے۔وزیروں کو آہارا کے حکمران مقرر کیا جاتا تھا۔گرامنی نام کا افسر گاؤں کا حکمران ہوتا تھا جو انتظام کی آخری اکائی تھا۔گاؤں کی کونسل انتظام میں اسکی مدد کرتی تھی۔

10.7.4۔ سماج

شتاواہانا سماج میں ذات پات کا نظام پوری طرح قائم نہیں ہوا تھا۔برہمن مذہبی علوم حاصل کرتے تھے اور مذہبی رسوم انجام دیتے تھے۔کشتری حکومت کرنے کے لیے ضروری علوم حاصل کرتے اور حکمران بننے کی تربیت حاصل کرتے تھے۔ ویش کاروبار اور تجارت کرتے تھے۔شودر زراعت اور دیگر پیشے اختیار کرتے تھے۔پیشوں کے اعتبار سے کوئی بھی شخص کسی بھی پیشے کو اختیار کرسکتا تھا۔سماج میں مشترکہ خاندان کا رواج تھا۔ یہاں پدری خاندان کا نظام رائج تھا۔خواتین کو سماج میں احترام حاصل تھا۔اس دور میں خواتین

خود خیرات دیا کرتی تھیں۔ اعلیٰ درجے کی تعلیم یافتہ خواتین اجلاسات اور فوروموں میں شرکت کیا کرتی تھیں۔ شتاواہانا حکمران اپنے نام کے آگے اپنی ماں کا نام جوڑنے کو ترجیح دیتے تھے۔ یہ سماج میں خواتین کو حاصل اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کے یہاں بیواؤں کی دوبارہ شادی کا رواج نہیں تھا۔

10.7.5۔ معیشت

شتاواہانا دور میں جنوبی ہند معاشی اعتبار سے کافی ترقی یافتہ تھا۔ زراعت، صنعت، ملکی اور غیر ملکی تجارت عروج پر تھے۔ اس دور میں لوگوں کا اہم پیشہ زراعت تھا۔ چاول، گنا، گیہوں، تیل کے بیج وغیرہ اہم فصلیں تھیں۔ زراعت کے ساتھ مویشی پالن بھی ایک معاون پیشہ تھا۔ اس دور کے پیشوں میں کولیکا (بنکر)، کُلیکا (کمہار)، تیلاپسیکا (تیل نکالنے والے)، کمرّ (لوہار)، سورناکا (سنار)، وادھیکا (بڑھئی) وغیرہ اہم تھے۔ مختلف طبقوں کی جانب سے پیشہ وارانہ انجمنیں قائم کی جاتی تھیں جو 'شرینی' کہلاتی تھیں۔ شرینی کا صدر 'شریستی' کہلاتا تھا۔ شرینی، آج کل کے بنکوں کی طرح مالی معاملات بھی انجام دیتی تھیں۔ اس دور کی یونانی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ جنوبی ہندوستان نے تجارت کے میدان میں عظیم کامیابیاں حاصل کی تھیں۔ پائیتھان، ٹاگارا، جنار، ناسک، باناواسی، وجیاپوری اور دھنیہ کٹک اس دور کے بڑے تجارتی مراکز تھے۔ یہ شہر سڑکوں اور دریاؤں سے آپس میں جڑے ہوئے تھے۔ بیل گاڑیاں حمل و نقل کا اہم ذریعہ تھیں۔

اپنی آموزش کی جانچ کیجئے۔

1۔ شتاواہانا دور کے سماج کے بارے میں بیان کیجئے۔

2۔ شتاواہاناؤں کی معیشت کی وضاحت کیجئے۔

10.8۔ گپت سلطنت

مورخین گپتوں کے دور کو ہندوستان کی تاریخ کا سنہری دور قرار دیتے ہیں۔ کشانوں کے زوال کے بعد شمالی ہند کئی سلطنتوں میں منقسم ہو چکا تھا۔ گپتوں نے ان چھوٹی سلطنتوں کو شکست دی اور ایک عظیم سلطنت قائم کی۔ جس کی وجہ سے تقریباً دو سال تک شمالی ہند میں سیاسی استحکام اور اتحاد قائم رہا۔

10.8.1۔ اہم بادشاہ۔ مختصر تاریخ

سری گپتا (219 عیسوی سے 280 عیسوی تک): سری گپتا گپت سلطنت کا بانی تھا۔ اس نے ایک چھوٹی سلطنت پر حکومت کی اور مہاراجا کا لقب اختیار کیا۔ لیکن اس نے اپنی سلطنت کو وسیع نہیں کیا۔

چندر گپت اول (320 عیسوی سے 335 عیسوی تک): ابتدائی گپت راجاؤں میں اہم بادشاہ تھا۔ اس نے ''مہاراجا ادھی راجا'' کا لقب اختیار کیا۔ اس نے گپت سلطنت کے لیے ایک مضبوط بنیاد رکھی۔ لچھوی شہزادی سے چندر گپت اول کے بیاہ نے

گپت سلطنت کو مضبوط کیا۔

سمدر گپت (340 عیسوی سے 380 عیسوی تک): ہری سینا کا الہٰ آباد کے ستائشی کتبے کے ساتھ ساتھ دیگر کتبے اور سکے سمدر گپت کی تاریخ کو جاننے کے اہم ذرائع ہیں۔ سمدر گپت ایک عظیم فاتح جنگجو، ایک سلطنت کا معمار، کامیاب حکمران تھا۔ اس نے جنوب کی تقریباً تمام سلطنتوں کو شمال میں مغربی اتر پردیش میں چمبل ندی تک اور مشرق میں بنگال تک فتح کیا۔ لیکن جن راجاؤں نے اس کے اقتدار کو تسلیم کرلیا اس نے ان کی سلطنتیں تاوان جنگ ادا کرنے کی شرط پر لوٹا دیا۔

چندر گپت دوم (380 عیسوی سے 415 عیسوی تک): چندر گپت دوم بھی ایک عظیم جنگجو اور قابل حکمران تھا۔ اپنے پیشرو سے ملی سلطنت کو اس نے جنگوں اور سفارتی تعلقات کے ذریعے مزید وسعت دی۔ اس نے شاکا راجا 'ردراسمہا سوم' کو شکست دی اور اپنی سلطنت کو گجرات تک وسیع کیا۔

10.8.2۔ انتظامی نظام

بادشاہ مطلق العنان ہوتے تھے۔ بادشاہت موروثی تھی۔ بادشاہ کے بعد اس کا بڑا بیٹا تخت نشین ہوتا تھا۔ اگر بڑا بیٹا قابل نہ ہو تو وہ اپنے دیگر قابل بیٹوں میں کسی ایک کو ولی عہد مقرر کرتا تھا۔

وزیروں کا تقرر بادشاہ کے مشیر کے طور پر ہوتا تھا۔ وہ مختلف محکموں کی کارکردگی کی نگرانی کرتے تھے۔ ہر وزیر کے لیے لازمی تھا کہ وہ فوج کی قیادت کرنے کا اہل ہو۔ مرکز میں وزیر مہامنتری، مہابالا دھیکراتا، مہاڈنڈانایاکا، مہاپراتی ہارا، سندھی وگراہیکا ہوتے تھے اور ضلع کی سطح کے افسر 'کمارا ماتیا' کہلاتے تھے۔ وہ سب حکمرانی کو بہتر بنانے میں بادشاہ کی مدد کرتے تھے۔ انتظام کی غیر مرکوزیت گپت بادشاہوں کی حکمرانی کی خصوصیت تھی۔

گپت بادشاہوں نے اپنی سلطنت کو صوبوں میں تقسیم کیا جو 'بھکتی' یا 'دیشا' کہلاتے تھے۔ بھکتی کا حکمران 'اُپا کاریکا' گوپتری' کہلاتا تھا۔ اگر اس عہدے پر شہزادے مقرر کئے جاتے تو وہ 'مہاراج پترا' / 'دیوا بھٹارا کا' کہلاتے تھے۔ صوبے وشایا میں اور وشایا منڈلوں، بھوگوں اور گاؤں میں تقسیم کئے جاتے تھے۔ انتظامی نظام کی آخری اکائی گاؤں ہوتا تھا۔ وشایا کا سربراہ 'وشایا پتی' کہلاتا تھا۔ گاؤں کی سطح کے افسر گرامیکا یا بھوجا کا کہلاتے تھے۔

10.8.3۔ تعلیم۔ادب

گپتوں کے دور میں سائنس، ادب اور فنون نے بہت ترقی کی۔ اس دور کے بہترین تعلیمی نظام کی بدولت یہ ممکن ہو پایا۔ پاٹلی پترا، ولّا بھی، اجین، پدماوتی اور اپورم، واتسا گولما موکاشی، متھرا، ناسک، کانچی وغیرہ عظیم تعلیمی مراکز کے طور پر ابھرے۔ اس دور میں قائم کیے گئے نالندہ یونیورسٹی، ولّا بھی یونیورسٹی، ٹکسلا یونیورسٹی وغیرہ دنیا بھر میں مشہور ہوئے۔ یہ جامعات خود مختار تھیں۔ حکمران اور

شکل۔10.6: نالندہ یونیورسٹی

امراء ان جامعات کو سخاوت کے ساتھ زمین، رقم اور دیگر اشیاء عطیہ دیا کرتے تھے۔ ان جامعات میں داخلہ طالب علم کی سابقہ لیاقت کی بنیاد پر ہوتا تھا۔ یہاں مفت طعام و قیام کا بندوبست تھا۔ وہ لوگ جو مذہبی تعلیم (ویدوں، پرانوں، اپنشدوں اور تہذیبی فنون وغیرہ) یا غیر مذہبی تعلیم (طب، سنگتراشی، برتن سازی، زیور سازی، لوہے کا کام، فن تعمیر، بنکری، سلوائی اور دستکاری وغیر) طالب علم کی لیاقت اور دلچسپی کی بنیاد پر دیتے تھے۔۔۔۔۔۔۔؟

اس دور میں کئی سمرتی، نظمیں، کتابیں تحریر کی گئیں۔ ان میں سے اہم ترین سُو بندھو کی 'سوپنا واسوادتہ'، بھٹی کی 'راوانا ودھا'، بھاروی کی 'کیراتا رجونیم'، وشا کھادتہ کی 'مدرارا کشم'، شدرا کا کی 'مرتی چا کاٹیکم'، ڈنڈی کی 'داسا کمارا چرترا' وغیرہ ہیں۔

10.8.4۔ سائنس اور ٹکنالوجی

گپت دور میں سائنس اور ٹکنالوجی نے کافی ترقی کی۔ ہندوستانیوں نے یونانیوں سے قبل علم فلکیات اور ریاضی میں ترقی حاصل کی تھی۔ آریہ بھٹا ایک عظیم ریاضی داں تھا۔ اس نے اپنی کتاب آریہ بھاٹیم میں الجبرا، جیومٹری کے مشکل سوالات کے جواب پیش کئے ہیں۔ اس کی مشہور تصنیف ''سوریا سدھانتم'' میں اس نے جدید سائنسدانوں کی طرح سورج گہن اور چاند گہن کے ممکنہ اسباب کو سائنسی اعتبار سے ثابت کیا۔ اعشاریہ کے نظام پر بحث کی گئی اور 'صفر' کے لیے الجبرا کی اہمیت کی وضاحت کی گئی۔

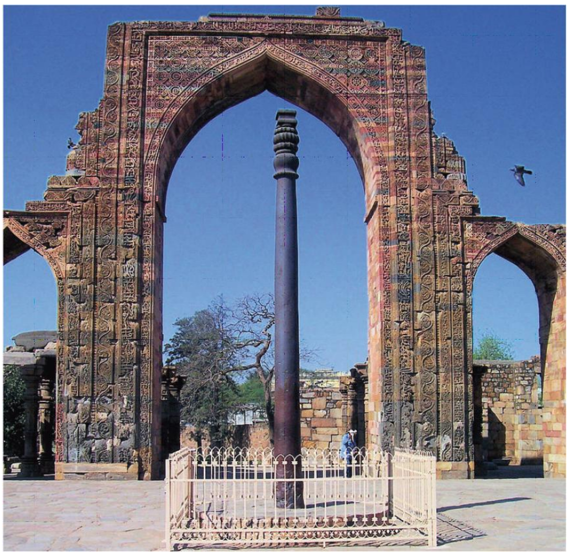

شکل۔10.7: قطب مینار کے پاس زنگ سے محفوظ لوہے کا ستون

ورہامہیرا ایک عظیم ماہر فلکیات تھا۔ اس نے 'برہت سمہتا، پنچا سدھانتی کا' لکھی۔ برہما گپتا نے برہما سدھانتا کو پیش کیا۔ اس میں اس نے سیاروں اور ستاروں کے بارے میں دلچسپ تفصیلات پیش کئے ہیں۔ اور نیوٹن کے قانون حرکت (زمین کی کشش ثقل) کو نیوٹن سے صدیوں پہلے ہی بیان کیا گیا تھا۔ اس دور میں آیورویدنے بھی کافی ترقی کی۔ 'نوا نیتا کم' اس دور کی آیورویدکی عظیم کتاب ہے۔ طب حیوانات نے بھی خوب ترقی کی تھی۔ واگا بھٹا جو آیوروید میں شہرت رکھتا تھا نے طب پر ایک بہترین کتاب 'اشٹا نگا سنگراہم' لکھی۔ سوشرُتا نے علم جراحت (سرجری) پر ایک

عظیم کتاب تحریر کی جس کا نام سوشرُتا سمہتا ہے۔علم طب میں شہرت رکھنے والا دھنونتری اسی دور کا تھا۔قطب مینار کے پاس موجود بے داغ لوہے کا ستون اس دور کی دھات کاری کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

10.9۔ ہرش وردھن

پشیا بھوتی خاندان کا ایک فرد ہرش وردھن ان عظیم بادشاہوں میں سے تھا جنھوں نے گپتوں کے بعد شمالی ہند پر حکمرانی کی۔ اس نے شمالی ہند میں سیاسی اتحاد اور امن قائم کیا۔ ہرش کی تاریخ کے اہم ذرائع میں بھانو کی 'ہرش چرترا' ہیون تسانگ کی 'سی یوکی'، پلاکشن دوم کا آئی ہول کتبہ، اس دور کے کتبے اور سکے شامل ہیں۔

جس وقت ہرش 606 عیسوی میں تخت نشین ہوا سلطنت انتہائی دشوار حالات سے گزر رہی تھی۔ ہرش نے ان تمام کا بڑی کامیابی کے ساتھ سامنا کیا اور استحکام پیدا کیا۔

10.9.1۔ ہرش کی مہمات

ہیون تسانگ کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے بعد ہرش نے ایک بڑی فوج تیار کی اور اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کے لیے مسلسل چھ سال تک جنگوں میں مصروف رہا۔ مالوہ کے راجہ دیوا گپتا کو شکست دی گئی اور اور اسکے چھوٹے بھائی مادھوا گپتا کو تخت حوالے کیا اور اسے اپنا باجگذار بنایا۔ ولّا بھی کے راجہ دھروا سینا دوم کو بھی شکست دی گئی۔ 637 عیسوی میں ہرش نے مشرق میں مہم جوئی کرتے ہوئے ششانکا کو شکست دی جو وانگا، مگدھ اور گنجام (اڑیسہ) کے علاقوں پر حکمرانی کر رہا تھا۔

10.9.2۔ دھرما پریشد

ہرش ہر پانچ سال میں ایک مرتبہ 'مہا موکشا پریشد' کا انعقاد کرتا تھا۔اس اجلاس میں ہرش ساری آمدنی کو غرباء میں تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ ہیون تسانگ کا دعویٰ ہے کہ اس نے چھٹے مہا موکشا پریشد میں شرکت کی تھی۔ ہرش نے اپنی سلطنت میں جانوروں کے قتل پر امتناع عائد کر دیا تھا۔اس نے کئی استوپا اور خانقاہیں تعمیر کروائیں۔ایک بڑی خانقاہ اس نے قنوج میں تعمیر کروائی۔ ہیون تسانگ کہتا ہے کہ اس نے اس خانقاہ میں سونے کی بنی بدھ کی ایک مورتی کو نصب کیا تھا۔

اپنی آموزش کی جانچ کیجیے۔

1۔ گپتوں کے انتظامی نظام کا جائزہ لیجیے۔

2۔ گپتوں کے دور کے تعلیمی نظام کے بارے میں بیان کیجیے۔

3۔ گپت دور کے سائنسی اور ٹکنالوجی کی ترقی کو بیان کیجیے۔

4۔ مہا موکشا پریشد کے انعقاد کا اہم مقصد کیا تھا؟

10.10۔ خلاصہ (کلیدی نکات)

☆ ہندوستان کی حقیق تہذیب وادی سندھ کی تہذیب تھی۔

☆ وادیٔ سندھ کی تہذیب کے لوگ بہتر منصوبہ بند تعمیرات کے حامل تھے۔

☆ وید چار ہیں۔ رگ وید، یجر وید، سام وید، ادھر وانا وید۔

☆ موریا ہندوستان کے پہلے شہنشاہ تھے۔

☆ اشوک ہندوستان کا پہلا شہنشاہ تھا جس نے کتبے نصب کروائے۔

☆ گندھارا فن سنگتراشی کو کنشک نے خوب ترقی دی۔

☆ جنوبی ہند میں عظیم سلطنت قائم کرنے والے پہلے شتاواہانا تھے۔

☆ گوتمی پترا ستکرانی شتاواہانا راجاؤں میں عظیم راجہ تھا۔

☆ مورخین گپت دور کو سنہرا دور قرار دیتے ہیں۔

☆ گپت دور میں ہندوستان نے تعلیم، سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں ترقی کی۔

10.11۔ نمونہ امتحانی سوالات

I۔ ذیل کے سوالوں کے جواب ایک تا دو جملوں میں لکھیے۔

1۔ ہندوستان میں ابتدائی شہریانے کے کیا نتائج تھے؟

2۔ آریا لوگ پہلے کہاں رہتے تھے؟

3۔ اشوک کے القاب کیا تھے؟

4۔ گندھارا فن سنگتراشی کی خصوصیات کیا تھیں؟

5۔ ہرش کی تاریخ کے ذرائع کیا ہیں؟

II۔ ذیل کے سوالوں کے جواب چار تا پانچ جملوں میں لکھیے۔

1۔ ویدک ادب کے بارے میں تحریر کیجیے۔

2۔ موریاؤں کی تاریخ کے ذرائع کیا ہیں؟

3۔ شتاواہاناؤں کے انتظامی نظام کے بارے میں لکھیے۔

4۔ جین مت اور بدھ مت مذاہب کے بارے میں سمجھائیے۔

5۔ گپت دور میں سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی کا جائزہ لیجیے۔

III۔ ذیل کے سوالوں کے جواب آٹھ تا دس جملوں میں لکھیے۔

1۔ وادیٔ سندھ کے لوگوں کی تعمیراتی مہارتوں کو بیان کیجیے۔

2۔ ابتدائی ویدک دور کی معیشت اور بعد کے ویدک دور کی معیشت کا تقابل کیجیے۔

3۔ کلنگ کی جنگ کے بعد اشوک میں کیا تبدیلی واقع ہوئی؟ اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟

4۔ شتاواہانا دور کے سماجی و معاشی حالات کو بیان کیجئے۔

5۔ کیا گپت دور کو ایک عظیم شاندار دور کہا جا سکتا ہے؟ ثابت کیجئے۔

IV۔ کثیر جوابی سوالات

1۔ وادئ سندھ کی تہذیب دریائے راوی کے کناروں پر یہاں ترقی پائی۔ (   )

A) ہڑپا B) کالی بنگن C) موہنجوداڑو D) لوتھل

2۔ کس دریا کو ابتدائی آریاؤں نے 'ندی تاما' کہہ کر تعریف کی۔ (   )

A) دریائے گنگا B) دریائے سندھ C) دریائے یمنا D) دریائے سرسوتی

3۔ پہلا وید ہے۔ (   )

A) سام وید B) یجروید C) رگ وید D) ادھروید

4۔ ہندوستان کا پہلا تاریخی شہنشاہ تھا۔ (   )

A) گوتمی پترا شکرنی B) اشوک C) چندر گپت موریا D) کنشک

5۔ وہ حکمران جو اپنے ناموں کے آگے اپنی ماؤں کے نام جوڑتے تھے۔ (   )

A) گپت B) شتاواہانا C) موریا D) کشان

6۔ واگ بھٹا اس علم کا ماہر تھا۔ (   )

A) علم طب B) ریاضی C) آیوروید D) فلکیات

7۔ مہا موکشا پریشد کا انعقاد کرتا تھا۔ (   )

A) ہیون تسانگ B) ہرش C) کنشک D) اشوک

8۔ الہ آباد کا ستائشی کتبہ اس کے بارے میں بیان کرتا ہے۔ (   )

A) چندر گپت موریا B) ہالا C) سمدر گپت D) ہرش

10.12۔ حوالہ کتب

1۔ ڈاکٹر یشوداد یوی کی ہندوستانی تاریخ و تمدن، (ٹی اے پبلی کیشنز)

2۔ ڈاکٹر بی آر امبیڈکر یونیورسٹی کی شائع کردہ ہندوستان کی تاریخ ابتدا سے 1526ء تک

3۔ کے اے نیل کنٹھ شاستری کی تاریخ ہندوستان

4۔ اے ایل کنٹری: دی ونڈر دٹ واز انڈیا

5۔ آر سی مجمدار کی ویدک دور

عہدِ وسطیٰ کے ہندوستان کی تاریخ

11 History of Medieval India

11.0۔ آموزشی ماحاصل

☆ ابتدائی عہدِ وسطیٰ میں ابھرنے والی مختلف نئی سلطنتوں میں انتظامی، سیاسی، سماجی اور تہذیبی تبدیلیوں کی وضاحت کریں گے۔

☆ اسلام کے عروج اور اشاعت، ہندوستان پر عربوں کے حملوں اور محمود غزنی اور محمد غوری کے حملوں کی وضاحت کریں گے۔

☆ دہلی سلطنت پر حکمرانی کرنے والے مختلف سلاطین کی متعارف کردہ مختلف اصلاحات کا تجزیہ کریں گے۔

☆ سلاطین دہلی کے دور میں اور بھکتی وصوفی تحریکوں کے دوران ہونے والی سماجی، معاشی، مذہبی اور تہذیبی تبدیلیوں کی وضاحت کریں گے۔

☆ مغل حکمرانوں کی سماجی، معاشی اور مذہبی پالیسیوں کو بیان کریں گے اور فن تعمیر، سنگتراشی اور ادب کے میدان میں ہونے والی ترقی کو بیان کریں گے۔

☆ جنوبی ہندوستان میں مرہٹوں اور بہمنی سلطنت کے بارے میں بیان کریں گے۔

11.1۔ تمہید

ہرش وردھن کی وفات کے بعد ہم ہندوستان کی تاریخ میں سیاست، سماج اور تہذیب میں کئی انقلابی تبدیلیوں کا مشاہدہ کرسکتے ہیں۔ سیاسی اعتبار سے مختلف خطوں میں کئی نئے خاندان اقتدار میں آئے اور انہوں نے نئی سلطنتیں قائم کیں۔ علاقائی سلطنتیں اپنی سلطنت کو وسعت دینے کی خاطر مسلسل کوششوں میں رہتی تھیں تاکہ انہیں شہنشاہ کا درجہ حاصل ہو جسکی وجہ سے وہ ہمیشہ آپس میں شدید تنازعات اور لڑائیوں کا شکار رہتے تھے۔ ایک طرف یہ سیاسی تنازعات تھے اور دوسری طرف مذہب، زبان، ادب، فن تعمیر اور دیگر امور میں ہمیں اختراعی ترقیاں ہو رہی تھیں۔ اسی دوران عرب کے خطے میں اسلام کو عروج حاصل ہوا اور ہندوستان میں اس کی آمد ہوئی۔ سلاطین دہلی کے دور میں ہندوستان میں مختلف میدانوں میں کئی اختراعی اصلاحات اور انقلابی تبدیلیاں ہوئیں۔

11.2۔ نئی سلطنتوں کا ابھرنا

11.2.1۔ شمالی ہند میں راجپوت

ہرش وردھن کی وفات کے بعد راجپوتوں کا عظیم کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے اس دور کی ہندوستانی تہذیب کی غیر ملکیوں اور مسلم حملوں سے بچانے اور اسکا تحفظ کرنے کی کوشش کی۔ شمالی ہندوستان میں قائم ہونے والی پہلی راجپوت سلطنت پرتی ہاراؤں کی تھی۔ ناگا بھٹا اول اس سلطنت کا بانی تھا۔ اس کے جانشین واتسا راجو نے بنگال کے حکمران دھرم پالا کو شکست دی۔ پرتی ہارا سلطنت کے زوال کے بعد گاہڈوالوں کی حکمرانی شروع ہوئی جن کا مرکز قنوج تھا۔ 956ء میں چوہانوں نے سنہا راج چوہان کی قیادت میں سمبھر آزاد سلطنت قائم کی۔ چوہانوں میں پرتھوی راج چوہان ایک عظیم حکمران تھا۔ وہ شمالی ہند میں مسلم حملوں کو روکنے میں آگے رہا۔

راجپوتوں میں اتحاد و اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے غیر ملکی مسلم حملوں سے ہندوستان کی حفاظت نہ ہوسکی اور ہندوستان میں مسلم ریاست کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔ کیا یہ خیال درست ہے؟

11.2.2 جنوبی ہندوستان میں راشٹرکوٹ اور چولا سلطنت، مشرقی ہندوستان میں پالا سلطنت

راشٹرکوٹ خاندان بادامی کے چالوکیاؤں کے باجگذار تھے اور ان کے بعد انہوں نے آزاد سلطنت قائم کر لی۔ اس سلطنت کا بانی دنتی درگا تھا۔ اس نے 738ء کی جنگ میں عربوں کو شکست دی اور انہیں دوبارہ گجرات پر حملہ کرنے سے روکا۔ اس کے بعد تخت نشین ہونے والا کرشنا اول نہ صرف ایک عظیم جنگجو تھا بلکہ تہذیب و تمدن کا سرپرست بھی تھا۔ ایلورا میں کیلاش ناتھ مندر اسی نے تعمیر کروائی۔ اسکی موت کے بعد گوندا تخت نشین ہوا جسے دھروا نے بے دخل کیا اور خود بادشاہ بنا۔ بے مثال طاقت کے ساتھ دھروا شمالی ہند پر حملہ آور ہوا اور اس نے گرجارا پرتی ہارا کے راجا واتسا راجو اور بنگال کے راجہ دھرم پالا کو اپنا باجگذار بنایا۔ اس نے جنوب میں پلواؤں کو شکست دے کر اپنا غلبہ قائم کیا۔ دھروا کے بعد گوندو سوم نے شمالی ہندوستان پر حملے جاری رکھے اور ناگا بھٹا دوم کو بے دخل کر کے اپنا مکمل تسلط قائم کیا۔ اس کا جانشین اموگھ ورشا کا دور بغاوتوں، لڑائیوں اور جنگوں کا دور تھا مگر اس کے باوجود راشٹرکوٹ سلطنت کو کوئی نقصان نہ ہوا۔

وجیالیا چولا نے 850ء میں چولا سلطنت کو قائم کیا۔ اس نے پلواؤں اور پانڈیاؤں کے درمیان تنازعات کو ایک موقع کے طور پر استعمال کیا اور اپنی آزاد سلطنت قائم کی۔ وہ ان چند ایک پہلے بادشاہوں میں سے ہے جس نے چولا سلطنت کی عظمت بحال کی۔ 985ء سے 1040ء کے دوران چولا حکمرانی ٹاملناڈو، کیرلا، سنہالا اور مالدویپ تک پھیل گئی۔ اس کا انتظام سلطنت ترقی کا نمونہ تھا جس میں بہترین انتظام، طاقتور فوج، بحریہ، مستحکم مالی حالت، اور پرکشش مندروں کی تعمیرات شامل

تھیں۔تنجاوُر کی نہایت خوبصورت برہادیشورا مندر اس نے تعمیر کروائی۔اسکا جانشین راجیندر چولا (1012ء سے 1044ء) ایک نہایت قابل حکمران تھا۔اس نے گنگائی کونڈا چولا پورم نامی شہر بسایا۔چولاؤں کی حکومت اسکی خوداختیار مقامی حکومت کی وجہہ سے بہت مشہور ہوئی۔

شمالی ہند میں پالا سلطنت کی حکمرانی بنگال، بہار، اڑیسہ، نیپال اور آسام تک پھیلی ہوئی تھی جو عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں کافی ممتاز تھی۔ 780ء سے 815ء تک دھرم پالا کی حکمرانی میں پالا سلطنت ایک طرف گرجارا پرتی ہاراؤں سے برسرپیکار تھی تو دوسری طرف راشٹرکوٹوں سے تنازعات میں تھی۔ وکرماشیلا یونیورسٹی جسے اس نے بنگال میں قائم کیا کئی غیر ملکی طالب علموں کو راغب کرنے کا باعث بنی اور نالندہ یونیورسٹی سے مسابقت کے قابل تھی۔وہ تہذیب و تمدن کے بڑے سرپرست تھے۔اس نے تالاب اور نہریں بنوائیں اور زراعت کی ترقی کے لیے بہت کوششیں کی۔

11.2.3۔ سیاسی، سماجی اور تہذیبی ترقی

ابتدائی عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں کئی سیاسی، سماجی اور تہذیبی تبدیلیاں ہوئیں۔اس دور کی بادشاہت جاگیردارانہ نظام پر منحصر تھی۔یہ زمیندار اپنے متعلقہ علاقوں سے محاصل وصول کرتے تھے۔اس کے بدلے انہیں فوج کے کچھ حصہ کا بندوبست کرنا پڑتا اور وہ جنگوں کے دوران اس فوج کو بادشاہ کو روانہ کرتے تھے۔یہ زمیندار یا باجگذار اپنے اپنے علاقوں میں طاقتور ہوتے گئے اور آزادی کا اعلان یا بغاوت کرنے لگے جسکی وجہہ سے سیاسی عدم استحکام پیدا ہوا۔

اس دور میں سماج ذات پات کے نظام پر مبنی تھا۔چتر ورنا نظام (چار ذاتوں کے نظام) میں برہمن، کشتری، ویش اور شودروں میں برہمنوں کو اعلیٰ مرتبہ و مقام حاصل تھا۔پروہت (پوجا پاٹ کا کام کرنے) کے علاوہ وہ سلطنت میں کئی اعلیٰ انتظامی عہدوں پر فائز ہوتے تھے اور کافی اختیارات کے مالک تھے۔کشتری طبقہ حکمرانی اور فوجیوں کے فرائض انجام دیتا تھا۔ویش زراعت کے ساتھ تجارت بھی کرتے تھے۔شودر دیگر پیشوں کو اپنائے ہوئے تھے۔اس دور میں کئی نئی ذاتیں اور ذیلی ذاتیں وجود میں آ گئیں تھیں۔خواتین تعلیم، فنون لطیفہ وغیرہ میں مردوں کے برابر رتبہ رکھتی تھیں۔اونتی سندری، اندولیکھا، موریکا، وجیکا سبھدرا، پدماشری وغیرہ اس دور کی چند مشہور شعراء تھیں۔بعض خواتین فنون حرب اور نظم و نسق کی بھی ماہر تھیں۔

اس دور میں ہم کئی مذہبی تبدیلیوں کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں۔ بیرونی حملوں اور مقامی بادشاہوں کی سرپرستی کم ہونے کی وجہ سے بدھ مت زوال پذیر ہوا۔ اسی دوران ہندو مذہب کے غلبہ میں کافی اضافہ ہوا۔جین مت بعض علاقوں میں مقبول تھا۔تعلیم، لسانیات اور فن تعمیر کے میدانوں میں نمایاں ترقی ہوئی۔نالندہ، وکرماشیلا، ولّا بھی اس دور کے بڑے تعلیمی مرکز تھے۔

راجپوتوں نے کئی قلعے، منادر اور عمارتیں بنوائیں۔ راجستھان میں رنتھمبور اور گوالیار کے قلعے راجپوتوں کی فنکاری کا ثبوت ہیں۔ گوالیار کا مان سنگھ محل، امبر میں موجود عمارتیں اور اودے پور کی جھیلیں فن تعمیر کی مہارتوں کے شاہکار ہیں۔ان کے علاوہ راشٹرکوٹوں کی تعمیر کردہ ایلورہ مندر، چولاؤں کی برہادیشورا مندر بھی فن تعمیر کی ترقی کا منہ بولتا نمونہ ہیں۔ راجستھان کی آبو منادر، مدھیہ پردیش میں کھجوراہو مندر، اڑیسہ میں پوری اور کونارک کے منادر، اونتی پور میں مرتھنڈ سوریا مندر، شیوا اور وشنوا منادر سب اسی دور کی یادگار ہیں۔ حالانکہ مسلم حملوں میں کئی منادر تباہ ہوگئے لیکن باقی منادر اس دور کی فن تعمیر کی ترقی کی علامتوں کے طور پر موجود ہیں۔

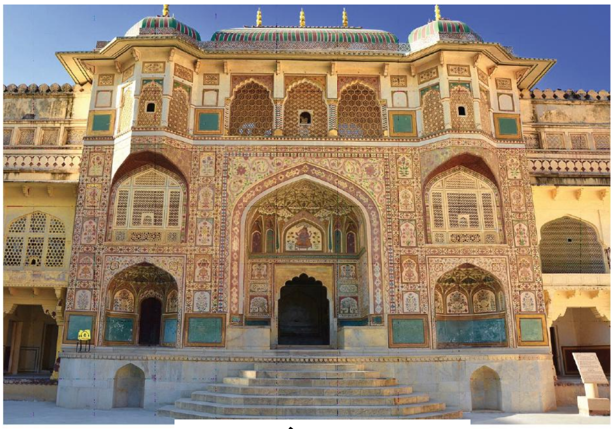

شکل 1: امبر محل

11.3۔ ہندوستان پر عربوں کا حملہ

عربوں نے جو اسلام کے پیرو تھے، برصغیر ہند کی طرف توجہ کی۔ وہ برصغیر ہند کی کثیر دولت کی وجہ سے راغب ہوئے۔ اس وقت سندھ میں راجہ داہر کی حکمرانی تھی۔ 712ء میں محمد بن قاسم نے ایک طاقتور فوج کے ساتھ سندھ پر حملہ کیا۔ البتہ سندھ پر حملہ ہندوستان پر کوئی زیادہ اثرات مرتب نہیں کرسکا۔ اسکی وجہ سے ہندوستان میں اسلامی ریاست قائم ہوئی کیونکہ اسکی وجہ سے ہندوستان کی فوجی قوت میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اس کی وجہ سے ہندوستانی تہذیب اسلامی دنیا میں متعارف ہوئی۔ ہندوستانی فلسفہ، ریاضی، فلکیات اور طب کو پھیلانے میں خاص کر یوروپی برآعظم میں پھیلانے میں عربوں نے نمایاں رول ادا کیا۔

سوچیے۔

کیا ہندوستان پر عربوں کے حملے کے کچھ نتائج برآمد ہوئے؟

11.4۔ محمود غزنی کے حملے

ترکوں نے جو غزنی کے حکمران تھے ہندوستان پر دسویں صدی عیسوی میں دوسرا حملہ کیا۔ محمود غزنی نے ہندوستان پر 17 مرتبہ حملے کیے۔ اس نے پہلا حملہ 1000ء میں کیا جس میں شمال مغربی ہندوستان کے کئی شہر تباہ ہوئے۔ اس کے بعد اس نے پنجاب کے ہندوستانی راجاؤں کو ہرایا اور تھانیشور اور قنوج پر فتح حاصل کی۔ اس نے متھرا پر حملہ کیا اور ہندو مزار اور وہاں کی مندروں کو تباہ کیا۔ محمود غزنی کے تباہ کن حملوں میں سے ایک سومناتھ کی مندر پر حملہ تھا۔ 1024ء میں محمود غزنی نے بھیما کے حکمران کو شکست دی اور مندر کو تباہ کیا اور کثیر دولت قبضے میں کی۔ حالانکہ محمود غزنی نے ہندوستان پر کئی مرتبہ حملے کیے لیکن وہ یہاں اسلامی سلطنت قائم کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسکا مقصد صرف ہندوستان کی دولت کا حصول اور مندروں کی تباہی تھا۔

11.5۔ محمد غوری کے حملے

محمد غوری کی جنگوں میں اہم جنگیں ترائن کی پہلی اور دوسری جنگیں تھیں ۔ 1191ء میں ترائن کی پہلی جنگ میں محمد غوری کو دہلی پر حکومت کر رہے چوہان سلطنت کے راجہ پرتھوی راج چوہان کے ہاتھوں شکست ہوئی اور اسے پیچھے ہٹنا پڑا۔اس کا بدلہ لینے کے لیے محمد غوری نے ایک لاکھ سپاہیوں پر مشتمل فوج ترتیب دی اور دوبارہ حملے کے لیے آگے بڑھا۔ 1192ء میں اس نے پرتھوی راج چوہان کو ترائن کی دوسری جنگ میں شکست دی اور دہلی پر قبضہ کیا۔ یہ ہندوستان میں مسلم ریاست کے قیام کے لیے بنیادی سبب بنا۔محمد غوری نے قطب الدین ایبک کو دہلی میں اپنا نمائندہ مقرر کیا۔جس نے ہندوستان میں ایک آزاد مسلم سلطنت کی بنیاد رکھی۔

11.6۔ دہلی سلطنت ۔ریاست کا قیام اور توسیع

1206ء میں قطب الدین ایبک نے دہلی میں آزاد مسلم سلطنت کی بنیاد رکھی۔وہ دہلی کے سلطان یا سلاطین دہلی کہلاتے تھے کیونکہ انہوں نے دہلی کو اپنا پائے تخت بنا کر حکومت کی اور ان کا لقب سلطان تھا۔ان سلاطین کے دور حکومت میں پانچ خاندانوں نے دہلی پر حکومت کی۔وہ (1) خاندان غلاماں (1206ء سے 1290ء تک)، (2) خلجی خاندان (1290ء سے 1320ء تک)، (3) تغلق خاندان (1320ء سے 1414ء تک)، (4) سید خاندان (1414ء سے 1451ء تک) اور (5) لودھی خاندان (1451ء سے 1526ء تک) تھے۔

قطب الدین ایبک نے جس خاندان کی حکومت قائم کی وہ خاندان غلاماں کہلاتا ہے۔ایبک کے بعد سلطان التمش خاندان غلاماں کا ممتاز سلطان تھا۔اس نے 1211ء سے 1236ء تک حکومت کی۔اس نے دہلی سلطنت میں ملتان، اُچ اور سندھ کی ریاستوں کو شامل کیا۔اسکے بعد بتدریج راجپوت سلطنتوں پر فتح حاصل کی۔اس نے اجین کی مشہور مہا کالی مندر کو تباہ کیا۔اس نے سب سے پہلے لاہور کے بجائے دہلی کو ہندوستان کا پائے تخت بنایا۔اس کے جانشینوں کے لائق نہ ہونے کی وجہ سے ''رضیہ سلطانہ'' دہلی کے تخت پر فائز ہوئی۔رضیہ سلطانہ دہلی پر حکومت کرنے والی پہلی خاتون تھی۔ کئی گورنر اور امراء نے جو ایک خاتون کی حکمرانی کو برداشت نہیں کر رہے تھے اسکے خلاف ایک محاذ ''چہل گانی'' بنایا اور بغاوت کی۔

غیاث الدین بلبن (1266ء سے 1286ء) خاندان غلاماں کا سب سے طاقتور حکمران تھا۔بہ حیثیت سلطان اس نے جس مسئلہ کا سامنا کیا وہ شمال مغربی ہندوستان پر منگولوں کے حملے تھے۔اس نے منگولوں کے حملوں کو اپنی طاقتور فوج کے ذریعے روکا۔ اس کے جانشین کیقباد کی کمزوری کی وجہ سے خلجی خاندان کے جلال الدین خلجی نے 1290ء میں تخت پر قبضہ کیا۔اس طرح خاندان غلاماں کا دور حکومت ختم ہوا۔

جلال الدین خلجی خلجی حکومت کا بانی تھا۔اس کا داماد علاؤالدین خلجی (1296ء سے 1316ء) سلاطین دہلی میں سب سے زیادہ مشہور تھا۔اس نے اپنی قابل فوج کے ذریعے گجرات، رنتھمبور، میواڑ، مالوہ وغیرہ کی سلطنتوں کو فتح کیا۔ملک کافور نے اس فوج کی قیادت کی اور جنوبی ہندوستان کے کئی علاقوں پر فتح حاصل کی۔1311ء میں اس نے مدورائی پر حملہ کیا اور اسکی کثیر دولت پر قبضہ کیا۔اس

نے سری نگرم اور رامیشورم کی مندروں کو تباہ و تاراج کیا اور رامیشورم میں ایک مسجد بنوائی۔ انتظام سلطنت کے دوران اس نے فوج میں کئی اصلاحات کیں۔ اس کے متعارف کردہ محاصل کے نظام اور مارکٹ کے نظام کی اصلاحات بہت مشہور ہوئیں۔

علاؤالدین خلجی کے جانشین بہت کمزور ثابت ہوئے اس لیے غیاث الدین تغلق نے 1320ء میں دہلی کے تخت کو حاصل کیا۔ اس کے بعد محمد بن تغلق حکمران بنا۔ وہ ایک اعلیٰ پائے کا اسکالر تھا۔ لیکن اس کے کئی اقدامات کی وجہ سے اسے شدید تنقیدوں کا سامنا کرنا پڑا۔ گنگا اور یمنا انتر ویدی کے علاقوں میں محاصل اراضی میں اضافہ، خصوصاً قحط کے زمانے میں، پائے تخت کو دہلی سے دیواگری منتقل کرنا اور عوام کو بھی منتقلی کا حکم دینا، اور تانبے کے سکوں کو سونے اور چاندی کے سکوں میں تبدیل کرنا وغیرہ کی وجہ سے اسے لوگوں کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ سلطنت کے کئی حصوں میں بغاوتیں ہونے لگیں۔ ان میں سے اہم ترین بغاوت 1336ء میں ہری ہرا رائے اور بکا رائے کی جانب سے ہوئی اور انہوں نے ایک آزاد سلطنت وجئے نگر سلطنت کے نام سے قائم کی۔ محمد بن تغلق کے بعد فیروز شاہ تغلق 1351ء میں تخت نشین ہوا۔ وہ بہت زیادہ اسلام پسند تھا جس کی وجہ سے اس نے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کی حوصلہ افزائی کی۔ 1360ء میں اس نے نگرکوٹ پر حملہ کیا اور جوالہ مکھی مندر کو تباہ کیا اس نے اڑیسہ کی جگناتھ مندر کو تباہ کر کے زمین کے برابر کر دیا۔ ہندوؤں پر جزیہ ٹیکس عائد کیا جاتا اور سختی سے وصول کیا جاتا تھا۔ اس کے جانشینوں میں محمود آخری حکمران تھا۔ 1413ء میں اس کے انتقال کے ساتھ ہی تغلق خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد سید خاندان اور لودھی خاندان کے بادشاہوں نے دہلی پر حکمرانی کی۔ 1526ء میں ہوئی پانی پت کی پہلی جنگ دہلی کے سلاطین میں آخری بادشاہ ابراہیم لودھی اور مغل بادشاہ بابر کے درمیان ہوئی۔ اس میں بابر کو فتح حاصل ہوئی جس سے مغل حکمرانی کا آغاز ہوا۔

11.6.1۔ انتظام سلطنت۔ محاصل، فوج اور دیگر سرگرمیاں

سلاطین دہلی کی حکمرانی جو تقریباً تین سو سال تک جاری رہی اسلامی قوانین پر منحصر تھی۔ دہلی کے سلطان خود کو خلیفہ کا نمائندہ قرار دیتے تھے۔ لیکن قطب الدین ایبک اور علاؤالدین خلجی نے خلیفہ کے احکام کی پیروی کرنے سے انکار کیا۔ سلاطین دہلی کا انتظام مکمل طور مرکوزیت کا حامل تھا۔ سلطان مطلق العنان حکمران ہوتا تھا۔ سلطان کو اپنا جانشین مقرر کرنے کا حق نہیں تھا۔ اقتدار سب سے طاقتور فرد کو حاصل ہوتا تھا۔ وزیر، دیوان رسالت، دیوان عرض اور دیوان انشا نامی وزیر انتظام میں بادشاہ کی مدد کرتے تھے۔ سلطنت کو ریاستوں میں تقسیم کیا گیا تھا جو ''ایقتہ'' کہلاتے تھے۔ ہر ریاست کے لیے ایک گورنر (بادشاہ کا نمائندہ) مقرر کیا جاتا تھا۔ یہ عموماً شاہی خاندان کے افراد یا رشتہ دار ہوتے تھے۔ سلطنت کی توسیع اور تحفظ کے لیے ایک طاقتور فوج کا نظام تھا۔ سلطان علاؤالدین فوجیوں کو تنخواہیں دینے والا پہلا بادشاہ تھا۔ اس نے مارکٹ میں اصلاحات کو متعارف کروایا تا کہ فوجیوں کو بنیادی ضرورت کی اشیاء سستے داموں پر مہیا ہو سکیں۔ اس دور میں سلطنت کے لیے آمدنی کا اہم ترین ذریعہ اراضی کا محصول (زمین پر ٹیکس) تھا۔ پچاس فی صد پیداوار کو ٹیکس طور پر عائد کیا جاتا تھا۔

سوچیے۔

علاؤالدین نے مارکٹ پر قابو پانے کے اقدامات ریاست کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے کیا تھا یا اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے ارادے سے کیا تھا؟

محمد بن تغلق نے قحط کے حالات کا اندازہ نہیں کیا اور گنگا یمنا انتر ویدی کے علاقے میں محاصل میں اضافہ کے سبب کسانوں کو شدید طور پر متاثر ہونا پڑا۔ان دشواریوں پر قابو پانے کے لیے محکمہ زراعت جو دیوان کوہی کہلاتا تھا تشکیل دیا گیا اور راحت کاری کے اقدامات جیسے محاصل میں کمی، نئی زرعی زمینات کو ترقی دینا اور فصلوں پر قرض جاری کرنا وغیرہ کئے گیے۔ان اصلاحات کی وجہ سے ریاست کا خزانہ خالی ہو گیا اور حکومت کو سونے اور چاندی کے سکوں کے بجائے تانبے کے سکے جاری کرنے پڑے۔لیکن سکوں کے بنانے پر حکومت کا مکمل کنٹرول نہیں تھا اس لیے سلطنت کے ہر گھر میں سکے ڈھالے جانے لگے۔تب اس نے تانبوں کے سکوں کو واپس لے کر لوگوں کو چاندی کے سکے ادا کئے۔ فیروز شاہ تغلق نے اپنے دور حکومت میں جاگیرداری نظام اور فوجیوں کو تنخواہیں ادا کرنے کے بدلے زمین عطا کرنے کے طریقے کو متعارف کروایا۔اس نے غلامی کے نظام کو دوبارہ جاری کیا۔عوامی فلاح و بہبود کے اقدامات کے طور پر اس نے دریاؤں سے چار نہریں کھدوائیں اور نالیوں کی سہولتیں فراہم کیں۔اس نے سرائے اور ہسپتال تعمیر کروائے۔

سوچیے۔

محمد بن تغلق کے اصلاحات کیوں ناکام ہوگئے؟

11.6.2۔ سماجی اور مذہبی حالات

ہندوستان میں مسلم ریاست کے قیام کی وجہ سے بعض مستقل تبدیلیاں وجود میں آئیں۔14ویں اور 15ویں صدی عیسوی میں ہندو اور مسلم لوگوں نے طویل عرصے تک ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گذاری جس کی وجہ سے ایک مخلوط ہندو مسلم ومعاشرہ وجود میں آیا۔انہوں نے ایک دوسرے کے رسم ورواج کا اثر قبول کیا۔حالانکہ اسوقت مسلم آبادی عربوں، ترکوں، افغانوں، ایرانیوں اور منگولوں پر مشتمل تھی جو ہندوستان کو نقل مقام کر کے آ بسے، اس کے علاوہ ایک بڑی تعداد ان ہندوؤں کی بھی جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔اس دور میں اپنے جانوں کی حفاظت، روزگار کا حصول، جزیے سے چھوٹ اور مسلمانوں کے غلام بننے سے بچنے کا خیال سے بھی ہندو اسلام قبول کرتے تھے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذہب کی تبدیلی کے باوجود سماجی امتیاز جاری تھا۔مسلمانوں میں بھی دو گروہ سنی اور شیعہ کے نام سے موجود تھے۔مسلمانوں کے مسلسل حملوں کے دور میں خواتین بہت زیادہ ستائی گئیں۔زندگیوں کی حفاظت اور وقار کے تحفظ کے نام پر کئی سماجی برائیاں فروغ پائیں۔راجپوت خواتین جب یہ دیکھتی تھیں کہ وہ مسلم حکمرانوں کے قبضے میں جانے والی ہیں اور ان کی ناموس خطرے میں ہے تو وہ اپنے آپ کو ہلاک کر لیتی تھیں۔ یہ رسم' جوہر کی رسم' کہلاتی تھی۔ ہندوؤں میں ''ستی کی رسم'' بھی شدت سے رائج تھی۔کثیرالازدوجی نظام (ایک سے زائد شادی کا نظام) مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں معاشروں میں رائج تھا۔مسلمانوں کی آمد سے مذہب میں انقلابی تبدیلیاں آئیں۔مسلمانوں نے اپنے مذہبی روایات اور تمدن کو خصوصی طور پر بحال کیا اور ہندوستان میں اسکی اشاعت کی کوشش کی۔

سلاطین دہلی نے اپنی سلطنت کی توسیع کے لیے مذہب کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا۔کچھ بادشاہوں نے جیسے فیروز شاہ تغلق نے مندروں کو تباہ کیا۔اس دور میں دو مذہبوں کے درمیان تنازعات پیدا ہونے لگے اور روادارانہ سماجی زندگی کے تانے بانے کمزور ہونے لگے۔مسلمانوں کا تعلق حکمران طبقے سے تھا جس کی وجہ سے ہندوؤں کو کافی نقصان ہوا۔اس کے باوجود ہندو اور مسلم لوگ ایک ساتھ برسوں زندگی بسر کرتے رہے اور بتدریج انہوں نے ایک دوسرے کے مذہبی عقائد کا احترام کرنا شروع کیا۔وقت گزرتے، دسہرہ، ہولی، شب برات اور محرم جیسے تہوار دونوں مذاہب کے لوگ مل جل کر منانے لگے۔

11.7۔ مذہبی اور صوفی تحریکات

ہندوستان میں اسلام کی آمد نے ہندو مذہب پر کافی گہرا اثر ڈالا۔ اسلام میں ایک خدا کی عبادت کے تصور نے ہندوؤں کو غور کرنے پر مجبور کیا۔ اسی دوران لوگوں میں جبری مذہبی تبدیلی کو دیکھتے ہوئے بعض مذہبی جہدکاروں نے ہندو مذہب کے تحفظ کی ضرورت کو محسوس کیا اورانہوں نے قدامت پسند ہندو مذہب کی خامیوں کو درست کرتے ہوئے اسکا تحفظ کرنے کی کوشش کی۔ ان میں اہم لوگ شنکر آچاریہ، رامانو جا چاریہ، مادھوا چاریہ، ولبھا چاریہ، رامانند، کبیر، چیتنیا، میرا بائی، سنت نانديو، گیان دیو، سمرتھا رام داس، سنت ایکناتھ، تو کارام، گرونانک اور دیگر تھے۔ انہوں نے تعلیم دی کہ خدا صرف ایک ہے اور مختلف مذاہب اس تک پہنچنے کے مختلف راستے ہیں۔ اور خدا تک پہنچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اسکی عبادت کی جائے، اور اگر کوئی بھی فرد اخلاص کے ساتھ عبادت کرتا ہے تو وہ نجات حاصل کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ذات پات اور مذاہب کو اہمیت نہ دیتے ہوئے کہا کہ خدا کی نظر میں سب لوگ برابر ہیں۔

اسی طرح اسلام میں ایک فلسفیانہ صوفی تحریک شروع ہوئی۔ لفظ صوفی ''صفا'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی پاکی وصفائی اور شائستگی کے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کوئی بھی فرد خدا کا قرب حاصل کرسکتا ہے اگر وہ ذات پات، مذہب سے بلند ہوکر پرسکون ذہن کے ساتھ خدا سے لو لگائے اور اسکی محبت میں ڈوب جائے اور ایک شریفانہ زندگی گزارے۔ صوفی تحریک کے کئی سلسلے ہوئے۔ جن میں چشتی سلسلہ، سہروردی سلسلہ، قادری سلسلہ، نقشبندی سلسلہ اہم ہیں۔ ہندوستان میں خواجہ معین الدین چشتیؒ ، حمید الدینؒ ، شیخ سلیم چشتیؒ ، بابا فرید الدینؒ ، بہاؤالدین زکریاؒ ، عبدالقادرؒ وغیرہ چند اہم صوفی بزرگ گزرے ہیں۔ صوفی بزرگوں نے ہندو مسلم رواداری کا درس دیا۔

11.8۔ تہذیبی تبدیلیاں

سلطنت دہلی کے قیام سے ہندوستانی تہذیب وتمدن، ادب اورفن تعمیر پر گہرا اثر پڑا۔ مسلم عمارتیں جیسے مساجد، گنبدیں، شاہی محلات، مینار یں وغیرہ ہندوستان میں متعارف ہوئے۔ قطب الدین ایبک کی تعمیر کردہ مسجد قوت الاسلام اور علاؤ الدین خلجی کا تعمیر کردہ جماعت خانہ بہت مشہور مساجد تھیں۔ قطب مینار، علائی دروازہ، بلبن کا مقبرہ وغیرہ اس دور کی یادگار عمارتیں ہیں۔

شکل۔11.2: علائی دروازہ

اس دور میں فارسی اور ترکی میں کئی کتابیں تحریر کی گئیں۔ فخر الدین اور حسن نظامی قطب الدین ایبک کے دربار کے علماء تھے۔ انہوں نے بالترتیب 'تاریخ مبارک شاہی اور تاج المعاصر نامی کتابیں لکھیں۔ منہاج سراج جس نے 'طبقات ناصری' تحریر کی التمش کے دربار کا اہم مصنف تھا۔ امیر خسرو اس دور کے اہم شعراء میں سے تھے۔ ان کی تحریروں میں تاریخ عالمی، تغلق نامہ، خزائن الفتح، اہم تھیں۔

بنگالی مصنف کی تحریر کردہ 'گیتا گوندم'، کلہانہ کی 'راج ترنگنی' اس دور میں تحریر کردہ سنسکرت کی عظیم کتابیں ہیں۔ چندر بردائی کی پرتھوی راج راسواور سارانگادھرا کی ہمیرا راسواس دور کی دیگراہم کتابیں ہیں۔

11.9۔ مغل سلطنت کا قیام ۔ توسیع

مغل بادشاہ بابر نے 21/اپریل 1526ء کو دہلی کے سلطان ابراہیم لودھی کو پانی پت کی پہلی جنگ میں شکست دے کر ہندوستان میں مغل سلطنت کی بنیاد رکھی۔ 1527ء میں بابر نے میواڑ کے راجہ رانا سانگا کو کنواہہ کی جنگ میں ہرایا اور 1528ء میں گھاگرا کی جنگ میں محمد لودھی کو شکست دی اور اپنی سلطنت کو بہار تک وسعت دی۔ بابر کے بعد اس کا جانشین ہمایوں دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ 1539ء میں چوسہ کی جنگ میں اور 1540ء میں قنوج کی جنگ میں افغان سردار شیر شاہ سوری کے ہاتھوں شکست کھا کر ہمایوں کو ایران فرار ہونا پڑا۔ بعد میں 1555ء میں اس نے ماچھی وارا کی جنگ میں افغانوں کو شکست دی اور پنجاب اور دہلی پر دوبارہ قابض ہوا اور دہلی پر مغل حکمرانی کو بحال کیا۔

11.9.1۔ اکبر، جہانگیر اور شاہ جہاں کا دور حکومت

Fig. 11.3: Akbar

1556ء میں ہمایوں کے انتقال کے بعد اس کا جانشین جلال الدین اکبر بادشاہ بنا۔ ہندوستان میں مغل اقتدار کو قائم کرنے کا سہرا اکبر کے سر جاتا ہے۔ ایک بہترین اور موثر نظم ونسق اور اصلاحات کے ذریعے اس نے مغل اقتدار کو مستحکم کیا۔ اکبر نے تیرہ سال کی عمر میں اقتدار سنبھالا تھا۔ اس دور میں ہیما چندرا، وکرما دتیہ کے نام سے دہلی پر حکومت کر رہا تھا ۔ ہیما چندرا پہلا اور آخری ہندو راجہ تھا جو عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں دہلی کے تخت پر بہت کم عرصے کے لیے بیٹھا۔ 1556ء میں پانی پت کی دوسری جنگ میں جو اکبر اور ہیموں کے درمیان لڑی گئی اکبر کو فتح حاصل ہوئی۔ بعد میں 1561ء میں اس نے مالوہ اور جونپور پر، 1564ء میں گونڈوانہ پر، 75-1572 میں گجرات پر اور 76-1574 میں بہار اور بنگال پر قابض ہوا۔

اکبر نے اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لیے ایک طرف راجپوتوں سے معاہدے کئے تو دوسری طرف جنگ کی حکمت عملی بھی اپنائی۔ اکبر نے ان راجپوت سلطنتوں سے شادی بیاہ کے رشتے جوڑنے کی پالیسی اپنائی جنہوں نے اسکے اقتدار کو قبول کیا اور جنہوں نے قبول نہیں کیا ان پر حملے کیے اور اپنا مطیع بنایا۔ اکبر کی راجپوتوں سے جنگوں میں سب سے اہم میواڑ اور ہلدی گھاٹی کی لڑائیاں تھیں۔ حالانکہ اکبر نے خود اپنی فوجوں کی قیادت کی لیکن وہ ششوڈیا کے ورثاء رانا اودے سنگھ اور رانا پرتاپ سنگھ کو شکست نہ دے سکا۔

اکبر کے دور کی سماجی و مذہبی اصلاحات اسے تاریخ کا ایک اہم ترین حکمران بناتی ہیں ۔ راجہ ٹوڈرمل کی نگرانی میں اکبر نے اپنی محاصل کی پالیسی تیار کی اور جاگیروں کے نظام کو منسوخ کر دیا۔ اس نے دس سالہ نظام متعارف کروایا۔ جس میں زمینوں کا سروے کر کے دس سال میں حاصل ہونے والی فصلوں کی اوسط قیمت کی بنیاد پر ٹیکس وصول کیا جاتا تھا۔ فوج کو مضبوط بنانے کے لیے اس نے منصب داری نظام شروع کیا جس میں منصب داروں کو ان کے منصب کے مطابق تنخواہیں ادا کی جاتی تھیں ۔ ہم کہہ سکتے ہیں اکبر نے دوسرے مغل بادشاہوں کے مقابلے میں مذہبی رواداری کے اصول کو اپنایا۔ وہ مسلم علماء، ہندو اسکالروں اور صوفیوں سے مسلسل گفت و شنید کرتا رہتا تھا۔ اس نے فتح پور سیکری میں ''عبادت خانے'' کے نام سے ایک جلسہ گاہ تعمیر کروایا۔ وہ وہاں تمام مذاہب کے اسکالروں کو طلب کیا کرتا تھا۔ اس نے دین الٰہی نام کی مذہبی پالیسی اختیار کی جس میں تمام مذاہب کے اصولوں کو شامل کیا۔

آپ کے خیال میں اکبر نے اپنی مذہبی پالیسی کو سلطنت کے مفادات کے مدنظر رکھ کر اختیار اور نافذ کیا تھا یا عوامی مفادات کو پیش نظر رکھ کر؟

1605ء میں اکبر کی وفات کے بعد جہانگیر تخت نشین ہوا۔ جہانگیر نے 1610ء میں قلعہ کانگڑہ، احمد نگر پر قابض ہوا۔ لیکن بعد میں وہ بغاوتوں کی وجہ سے اپنی سلطنت کے بعض حصوں سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اسکی بعض بری عادتوں اور نظم و نسق پر توجہ نہ سکنے کی وجہ سے اسکی بیوی نور جہاں کا عمل دخل بہت زیادہ بڑھ گیا۔ ان باتوں سے غیر مطمئن ہو کر شاہ جہاں نے بغاوت کر دی۔ جہانگیر نے بغاوتوں کو فرو تو کیا لیکن یہ بغاوتیں اسکی حکمرانی کو کمزور کر گئیں ۔ جہانگیر ادب اور فنون کا دلدادہ تھا۔ اس نے خود اپنی سوانح عمری ''تزک جہانگیری'' کے نام سے لکھی ۔ وہ مصوری کا بھی شوقین تھا۔ اس نے اپنے محل کے باہر ایک گھنٹہ لگوایا تا کہ لوگ انصاف کے حصول کے لیے اس تک سہولت سے پہونچ سکیں اور سب کو انصاف فراہم کرنے کی اس نے بہت کوشش کی ۔ لیکن ہندو مندروں کی تباہی، سکھوں، جینوں اور صوفیوں کا قتل، اور اجمیر کی درگاہ کی تباہی اس کے دور کی غلطیوں میں شمار کئے جائیں گے۔

1627ء میں شاہ جہاں، جہانگیر کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے تخت پر قابض ہوا۔ اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کی خاطر اس نے جنوبی ہند کی سلطنتوں بیجاپور اور گولکنڈہ پر حملے کئے اور اپنے اقتدار کو قائم کیا۔ شاہ جہاں کا دور فن تعمیر کی ترقی کے لیے یادگار ہے۔ اس نے آگرہ میں تاج محل بنوایا۔ آگرہ کے قلعے میں دیوان خاص، موتی مسجد اور جامع مسجد تعمیر کروائی ۔ دہلی کا لال قلعہ اور اسکے محلات اس کے دور کے فن تعمیر کے شاہکار ہیں ۔ تخت طاؤس جس میں کوہ نور ہیرا جڑا ہوا تھا، شاہ جہاں کے فنون کے شائق ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کے دربار میں کئی شعراء اور فنکار موجود تھے۔ اس کے باوجود لوگوں پر محاصل کا زائد بوجھ، بنارس میں ہندو مندروں کی تباہی، پرتگالی عیسائیوں اور سکھوں کا قتل وغیرہ اس کے دور کی خامیاں ہیں۔

شاہ جہاں کے بعد اورنگ زیب اپنے تمام بھائیوں کو قتل کروانے کے بعد اقتدار پر فائز ہوا۔ بچپن سے مذہبی علماء کی زیر نگرانی پرورش پانے کی وجہ سے وہ سیکولر احساسات کا حامل نہیں تھا۔ سنی مسلم ہونے کی وجہ سے اس کے نظم و نسق میں واضح طور پر مذہبی اثرات

محسوس کئے جاسکتے ہیں۔اس نے ایرانی تہوار ''نوروز'' کو اپنے دربار میں ممنوع قرار دیا۔اس نے فنون جیسے موسیقی، سنگتراشی اور مصوری پر پابندی عائد کردیا جو مسلم روایات کے خلاف سمجھے جاتے تھے۔اس نے اپنے دربار سے فنکاروں کو نکال باہر کیا۔دوسرے مذاہب کے تئیں اظہار نفرت کرتے ہوئے اس نے کاشی کی مشہور وشویشوارمندر، گجرات کی سومناتھ مندر اور متھرا کی کیشوالیا مندر کو ڈھادیا۔اس نے گائیوں کے ذبیحہ کی حوصلہ افزائی کی اور جزیہ اور زیارت ٹیکس کی وصولی کو نافذ کیا۔اس نے سکھوں کے نویں گرو، گرو تیغ بہادر کو مجبور کیا کہ وہ دہلی آئے اور اسلام قبول کرے۔اس کے انکار پر اورنگ زیب نے گرو تیغ بہادر کو اذیتیں دیں اور سر قلم کردیا۔اس دور میں پوری سلطنت میں بغاوتیں شروع ہوئیں۔مرہٹوں سے جنگ کرتے ہوئے اورنگ زیب کو جنوبی ہند میں لگ بھگ بیس سال تک قیام کرنا پڑا۔جس کے نتیجے میں اورنگ زیب کا نظم ونسق پر سے کنٹرول ختم ہوگیا۔مرہٹوں کو شکست نہیں دی جاسکی اور آخرکار 1707ء میں اورنگ زیب کی وفات ہوگئی۔اس کی نفرت پر مبنی دور حکمرانی کی وجہہ سے مغل سلطنت کے وجود کو سخت خطرہ لاحق ہوگیا۔مسلسل بغاوتوں اور جنگوں سے شدید معاشی اور فوجی نقصان ہوا۔جس کے نتیجے میں سلطنت کے زوال کا آغاز ہوا۔

11.9.2۔ مغل دور میں سماجی ومعاشی حالات

ہندوستان میں کئی بادشاہوں اور سلطنتوں کے ادوار بدلنے کے باوجود بھی ذات پات کے نظام میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی۔چاہے وہ ملکی حکمران ہوں یا غیر ملکی انہوں نے ذات پات کے نظام کو جاری رہنے دیا تاکہ ان کا تسلط برقرار رہے۔ذات کے لحاظ سے پیشے اور پیشے کے لحاظ سے ذات کا نظام مغلیہ دور تک جاری رہا۔البتہ ترکوں، افغانوں، ازبکوں اور منگولوں کی آمد اور مقامی لوگوں کی مذہبی تبدیلیوں کی وجہہ سے بعض نئے سماجی گروہ تشکیل پائے۔غیر ملکی جو حکمران طبقے سے تعلق رکھتے تھے، مذہب تبدیل کرنے والے مقامی لوگوں سے سماج میں برتر مقام ومرتبہ رکھتے تھے۔مسلم سماج میں شیخ، سید، صوفی، پٹھان اور فقیر ہوتے تھے۔اس دور میں خواتین کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔سیاسی، سماجی اور معاشی طور پر اعلیٰ مرتبے رکھنے والوں کے لیے وہ ایک سامان تعیش کی حیثیت رکھتی تھیں۔اکبر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے محل میں 5000 خواتین موجود تھیں۔مسلم سماج میں 'طلاق' اور 'پردے' کے رواج خواتین کی غلامی کی علامت اور ان کے مردوں کی ضروریات کی تکمیل کرنے والے خدمت گار ہونے کی علامت بنے۔ہندو سماج میں 'ستی' جیسی ظالمانہ رسوم جاری تھیں۔بچوں کی شادیاں سماج میں عام ہوگئی تھیں۔سماج میں حکمران خاندانوں سے متعلق خواتین کے سوا دیگر خواتین کو تعلیم سے مستثنیٰ رکھا گیا تھا۔

چاول اور گیہوں جیسی غذائی اجناس کے ساتھ ساتھ تجارتی فصلیں جیسے ہلدی، کپاس اور گنا بھی اگائے جاتے تھے۔مغل دور میں گنّے کی پیداوار اترپردیش، بنگال اور بہار جیسے مقامات میں کثرت سے اگائی جاتی تھی۔گنگا اور یمنا کے سیرابی علاقوں میں نیل کی پیداوار ہوتی تھی اور گجرات اور دکن کے علاقے میں کپاس اگائی جاتی تھی۔کپڑے بننے کی صنعت بنگال، بہار، اڑیسہ اور گجرات تک پھیلی ہوئی تھی۔راجستھان میں سامبھر کے علاقے میں نمک تیار کیا جاتا تھا۔ان پر محاصل کا کثیر بوجھ تھا۔قحطوں کا پڑنا عام تھا۔ 1630ء میں ساری مغلیہ سلطنت میں ایک شدید قحط پڑا۔

اس دور کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ 1641ء میں کشمیر میں تباہ کن سیلاب آنے کی وجہ سے لگ بھگ 50,000 لوگ لاہور چلے گئے اور شاہ جہاں نے ان حالات کو سنبھالنے کے لیے کئی اقدامات کئے۔ شیر شاہ سوری کا جاری کردہ روپیے کا سکہ اکبر کے دور تک جاری رہا اور کثرت سے استعمال کیا جاتا تھا۔ مغلوں نے اعلیٰ قدر کے مہر اور سونے کے سکے اشرفیاں ڈھالی تھیں۔ جزیہ، گوشماری، سلامی، صرافی، حجانی اور جریب نامی ٹیکسوں کی وجہ سے ریاستی خزانہ بھرا ہوا تھا۔ لیکن لوگ ان محاصل کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان تھے۔

11.9.3۔ فن تعمیر، سنگتراشی، ادب اور آرٹ کی ترقی

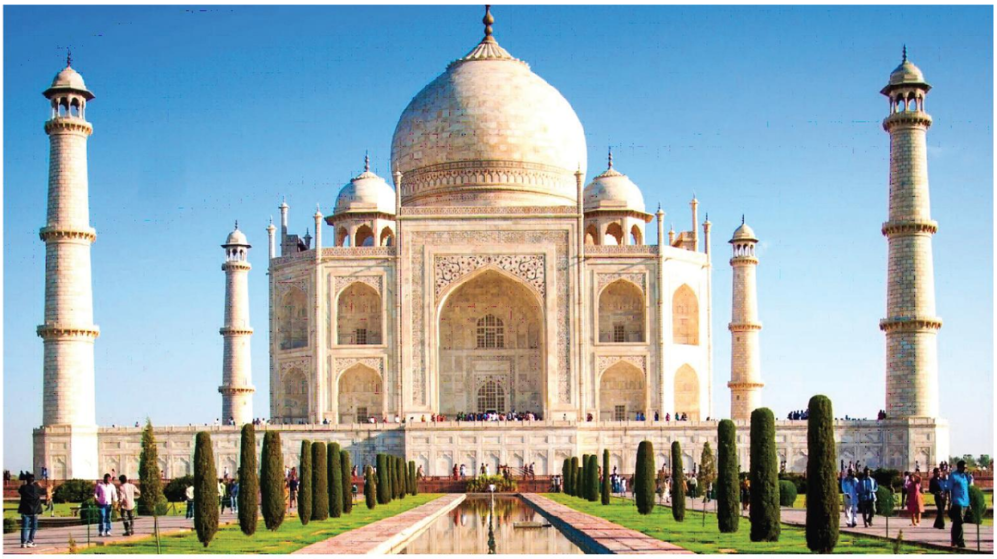

شکل۔11.4: آگرہ میں تاج محل

مغل سلطنت کا بانی بابر خود بھی ایک شاعر تھا۔ اس نے ترکی زبان میں اپنی سوانح عمری ''تزک بابری'' کے نام سے لکھی۔ ہمایوں کی خالہ نے ''ہمایوں نامہ'' لکھا۔ اکبر کے دور میں کئی کتابیں ترکی، فارسی، سنسکرت اور ہندی میں تحریر کی گئیں جو تاریخ سے ترجمہ کی گئیں۔ ابوالفضل نے اکبر نامہ اور آئین اکبری تحریر کیں۔ بدایونی کی منتخب التواریخ، نظام الدین کی طبقات اکبری اس دور کی اہم تاریخی تصانیف تھیں۔ اکبر کے دور میں مہا بھارت کا فارسی ترجمہ 'رجم نامہ' کے نام سے کیا گیا۔ رامائن کا بھی فارسی میں ترجمہ کیا گیا۔ ادھر وانا ویدا، لیلاوتی ریاضی، فلکیات کی کتابیں فارسی میں بالترتیب ابراہیم سرہندی، فیضی، ململ خان نے ترجمہ کیں۔ تلسی داس جس نے رام چرتر مانس، سورداس جس نے سوراساگر لکھی اور کیشو داس، بھگوان داس وغیرہ اکبر کے دربار کے ہندی کے مشہور شاعر تھے۔ شاہ جہاں کا بیٹا دارشکوہ نے بھگوت گیتا اور اپنشدوں کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

مغلیہ دور میں فن تعمیر عالمی شہرت کا حامل تھا۔ آگرہ، دہلی اور فتح پور سیکری میں مغلوں کے تعمیر کردہ قلعے، شاہی محلات، مساجد اور بلند دروازے اس دور کی بعض خوبصورت ترین عمارات ہیں۔ اکبر کے دور میں ایک نئے فن تعمیر کو عروج حاصل ہوا جو ہندو مسلم فن تعمیر کا امتزاج تھا۔ آگرہ میں موجود سنگ مرمر کا تاج محل، دہلی کا لال قلعہ اور جامع مسجد حیرت انگیز فن تعمیر کے

نمونے ہیں۔ بابر سے شاہ جہاں تک تمام حکمرانوں نے کئی باغات کی تعمیر کرواتے ہوئے باغبانی کی حوصلہ افزائی کی۔فنون لطیفہ جیسے موسیقی، مصوری وغیرہ اس دور کی اختراعیت کی علامات ہیں۔ اکبر کے دربار میں موسیقار تان سین موجود تھا جو ہندوستانی موسیقی کا روح رواں تھا۔

11.9.4۔ مغل سلطنت کا زوال۔اسباب

اورنگ زیب کے دور سے مغل سلطنت بتدریج زوال پانے لگی۔کئی داخلی اور خارجی عوامل اس کے ذمہ دار تھے۔ وارثوں کے درمیان تخت کے لیے رسہ کشی، شہنشاہوں کی اقتدار کی حرص اور خودغرض درباری ارکان کی بغاوتوں نے مغل سلطنت کو معاشی اور سیاسی نقصان پہنچایا۔ اورنگ زیب کی شدید فرقہ پسندی کی وجہ سے ملک کے تمام حصوں میں اٹھنے والی شورشیں، اسکے کمزور جانشین، یوروپی طاقتوں کی وجہ سے مغل سلطنت کو درپیش چیلنجوں کا ادراک کرنے میں ناکامی وغیرہ کے نتیجے میں مغلیہ سلطنت بتدریج زوال پذیر ہوگئی۔

11.10۔ ہم عصر علاقائی سلطنتیں، وجئے نگر کے بادشاہ، مرہٹے اور بہمنی بادشاہ

14ویں صدی اور 17ویں صدی کے دوران ہندوستان میں کئی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔علاقائی سلطنتوں خصوصاً کاکتیا، وجیا نگر اور مرہٹوں کے فروغ نے جنوبی ہندوستان میں قدیم ہندوستانی کلچر کی حفاظت کرتے ہوئے اسلام کے پھیلاؤ کو روکا۔تلنگانہ اور آندھراپردیش میں کاکتیا، کرناٹک اور رائلسیما کے علاقے میں وجئے نگر اور مہاراشٹرا کے علاقے میں مرہٹوں نے مستحکم حکمرانی کے ذریعے ادب اور فن تعمیر جیسے فنون کی خصوصی خدمت کی۔ آپ اس کتاب میں ''تلنگانہ کی تاریخ'' کے سبق میں کاکتیاؤں کے بارے میں تفصیل سے پڑھیں گے۔

11.10.1۔ بہمنی سلطنت

بہمنی سلطنت جنوبی ہندوستان کی پہلی آزاد مسلم سلطنت تھی۔ علاؤالدین بہمن شاہ جس نے دہلی کے سلطان محمد بن تغلق کے خلاف بغاوت کی، 1347ء میں اس سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس کا صدر مقام بیدر تھا جو اب موجود کرناٹک میں ہے۔علاؤالدین بہمن شاہ کے بعد محمد شاہ اول، ہمایوں شاہ، احمد شاہ سوم اور محمد شاہ سوم بالترتیب تخت نشین ہوئے۔ان کے دور حکومت میں محمود گاواں نے بہ حیثیت وزیر اعظم کے کلیدی رول ادا کیا۔ وجئے نگر سلطنت سے مسلسل جنگوں کی وجہ سے بہمنی سلطنت کمزور ہوگئی اور 1518ء میں وہ پانچ آزاد سلطنتوں میں بٹ گئی۔احمد نگر پر نظام شاہوں نے، بیدر پر برید شاہوں نے، گولکنڈہ پر قطب شاہوں نے، برار پر عماد شاہوں نے اور بیجاپور پر عادل شاہوں نے حکومت کی۔ بہمنی دور میں ہندو اور مسلم تہذیبوں کے امتزاج سے جنوبی ہندوستان میں ایک نئی

تہذیب کی ابتداء ہوئی۔اس دور میں کئی کتابیں فارسی میں تحریر کی گئیں۔کئی شاہی محلات، مساجد، قلعے اور مدرسے تعمیر کیے گئے جو ہند اسلامی فن تعمیر کا امتزاج ہیں۔گول گنبد، بیجاپور میں محمد عادل شاہ کا مقبرہ مشہور عمارتیں ہیں۔

11.10.2 مرہٹہ سلطنت۔شیواجی۔نظم ونسق اوردیگر اصلاحات

شکل۔11.5: چھترپتی شیواجی

چھترپتی شیواجی مرہٹہ سلطنت کا بانی تھا۔اس کی پیدائش 19 رفروری 1627ء کو شیوانیر کے قلعے میں ہوئی۔ شاہ جی بھونسلے اور جیجا بائی اس کے والدین تھے۔ اسکی ما ں نے اسکی پرورش کی ۔ شیواجی بچپن ہی سے بے مثال بہادری کا حامل شخص تھا۔سمرتھا رام داس اور سنت توکارام کی تعلیمات سے متاثر شیواجی نے نہ صرف یہ کہ مرہٹہ سلطنت قائم کی بلکہ مرہٹہ قوم بھی تیار کی۔اسی لیے اسے بابائے مرہٹہ کہا جاتا ہے۔اس نے دھرم کے تحفظ کے لیے ان تھک کوشش کرتے ہوئے مہاراشٹرا کے مختلف گروہوں میں اتحاد کا جذبہ پیدا کیا۔اسکی قیادت میں مرہٹوں نے نہ صرف اورنگ زیب کی مذہبی نفرت سے ہندوستانی کلچر کی حفاظت کی بلکہ دہلی تک اپنے اقتدار کو وسعت دینے کی راہ ہموار کی۔مرہٹے مختلف ذاتوں کا مجموعہ تھے جو زراعت کو اپنائے ہوئے زندگی بسر کرتے تھے۔وہ ایک طرف کسان تھے تو ضرورت پڑنے پر فوجی خدمات انجام دیتے تھے۔اس نے وفادار فوجی سالاروں جیسے تاناجی مل سور، گوماجی نا یک، پانا سمبھل وغیرہ کا تقرر کیا۔1646ء میں اس نے اپنی پہلی فتح بیجاپور سلطنت کے قلعے تورانا پر قبضہ کرتے ہوئے درج کروائی۔اس کے بعد اس نے چکان، کونڈانا، پورندھر، بارامتی وغیرہ فتح کئے۔1652ء میں اس نے سمہا گڑھ پر قبضہ کیا۔1656ء میں اس نے جوالی علاقے پر فتح حاصل کی۔1657ء میں اس نے کونکن علاقے پر غلبہ حاصل کرلیا۔اس کے بعد میں اس نے کلیان اور بھیونڈی پر قبضہ کیا اور انہیں اپنے بحری اڈوں میں تبدیل کیا۔ بیجاپور کے سلطان نے اپنے وزیر افضل خان کی قیادت میں ایک فوج روانہ کی تاکہ شیواجی کو قابو میں کیا جائے جو بیجاپور کے علاقوں پر فتح حاصل کرتے ہوئے اپنی سلطنت کی توسیع کررہا تھا۔افضل خان نے شیواجی کو دھوکہ دینے کا منصوبہ بنایا لیکن وہ خود دوراندیش شیواجی کے ہاتھوں قتل کیا گیا۔

مغل شہنشاہ اورنگ زیب نے بھی اپنے گورنر شائستہ خان کو پونا روانہ کیا تاکہ مغل علاقوں میں شیواجی کی پیش قدمی کو روکا جائے مگر شائستہ خان خود زخمی ہو کر فرار ہو گیا۔ مغل فوجوں کا پیچھا کرتے ہوئے شیواجی 1664ء میں مغل دارالخلافہ سورت پر حملہ آور ہوا، اور بہت سی دولت کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ اسے اپنی ذلت تصور کرتے ہوئے اورنگ زیب نے ایک بڑی فوج راجہ جے سنگھ کی سرکردگی میں روانہ کی۔ 1665ء میں جے سنگھ نے پورندھر کے قلعہ پر حملہ کیا اور مرہٹہ گاوؤں کو تباہ و تاراج کیا۔

دوراندیش شیواجی نے اس وقت جئے سنگھ کے ساتھ پورندھر معاہدے پر دستخط کیے۔ معاہدے کے شرائط کے مطابق شیواجی نے 1666ء میں مغل دربار میں حاضری دی۔ مگر اورنگ زیب نے اسے گرفتار کرلیا۔ مگر چند ہفتوں کے اندر ہی وہ مغلوں کی قید سے بھاگ گیا اور اپنی سلطنت کو پہنچ گیا۔ اس کے بعد اس نے پورندھر، سنہا گڑھ، روہندا اور لوہا گڑھ کے علاقوں کو مغلوں سے دوبارہ حاصل کرلیا۔ اپنی طاقت کو مستحکم کرتے ہوئے، اس نے 1674ء میں ''چھترپتی'' کا لقب اختیار کیا۔

شیواجی نہ صرف ایک عظیم جنگجو تھا بلکہ وہ ایک نظم و ضبط کا حامل حکمران بھی تھا۔ جس وقت اورنگ زیب مذہبی نفرت کے اظہار میں اپنی دشمن سلطنتوں میں مندروں کو تباہ کرنے میں مصروف تھا، شیواجی نے مذہبی رواداری کا اور دوسرے مذاہب کے تئیں احترام کا مظاہرہ کیا۔ اس کے کئی فوجی عہدیدار مسلمان تھے۔ شیواجی کی عظمت کو ہم کلیان کی فتح کے دوران دیکھ سکتے ہیں۔ جب مرہٹہ فوجوں نے بیجاپور کے سلطان کی بہو کو اپنے قبضہ میں کیا اور اسے شیواجی کو تحفے کے طور پر روانہ کیا تو شیواجی نے اس کا اپنی ماں سے تقابل کرتے ہوئے زیورات کے تحفوں کے ساتھ بیجاپور واپس روانہ کیا۔ جنوبی ہندوستان اور ہندو کلچر کی مسلم حملوں سے حفاظت کرنے میں شیواجی کا رول بے مثال تھا۔ اس کی موت کے بعد مرہٹہ سلطنت سمبھاجی، ساہو اور پیشواس کی قیادت میں بتدریج دہلی تک وسعت اختیار کرگئی۔

11.10.3۔ انتظام سلطنت

مرہٹہ علاقہ جغرافیائی طور پر چٹانی اور پہاڑی علاقہ ہے۔ شیواجی نے ایسے علاقے کو ایک طرف مغلوں کے حملوں سے اور دوسری طرف بیجاپور کے حملوں سے بچاتے ہوئے منظّم و مستحکم کیا۔ اس کا مقصد ''سوراجیہ'' کا قیام تھا۔ حکومت کا کام کاج ''اشٹ پردھان'' کہلانے والے وزیروں کے ایک گروپ کی مدد سے ہوتا تھا جن میں اماتیہ، سچیو، سومنت، سیناپتی، پنڈت راؤ اور دیگر ہوتے تھے۔ سلطنت کو علاقوں میں تقسیم کیا گیا جو ''پرنتھاس'' کہلاتے تھے۔ انہیں اضلاع میں تبدیل کیا گیا۔ صوبیدار ضلع کا سربراہ ہوتا تھا۔ 'چوتھ' اور 'سردیش مکھی' نامی ٹیکس شیواجی کی سلطنت کے اہم مالی ذرائع تھے۔ اپنی سلطنت کی حفاظت کے لیے اس نے ایک طاقتور فوج تشکیل دی۔ پرتگالیوں کے تعاون سے قلعہ بند بحری فوج کا قیام اسکی دوراندیشی کا ثبوت تھا۔ شیواجی کے ہاتھوں قائم کردہ سلطنت نے اس کے لوگوں میں سوراجیہ کا جذبہ پیدا کیا اور بعد میں یہی جذبہ دہلی تک اپنے اقتدار کو وسیع کرنے میں مرہٹوں کے کام آیا۔ جو ہندوستان کی تاریخ کا ایک نیا باب بنا۔

11.11۔ خلاصہ (کلیدی نکات)

☆ ہرش وردھن کی موت کے بعد شمالی ہند میں راجپوتوں نے، جنوبی ہند میں راشٹر کوٹ اور چولاؤں نے اور مشرقی ہندوستان میں پالاؤں نے حکومت کی۔

☆ عربوں نے محمد بن قاسم کی قیادت میں 712ء میں ہندوستان پر حملہ کیا مگر وہ ثمر آور ثابت نہ ہوا۔

☆ بعد میں محمود غزنی، محمد غوری نے ہندوستان پر کئی مرتبہ حملے کیے۔ محمد غوری کے نائب قطب الدین ایبک نے ہندوستان میں مسلم حکمرانی کو قائم کیا۔

☆ خاندان غلاماں، خاندان خلجی، خاندان تغلق، خاندان سیّد اور خاندان لودھی نے ہندوستان پر تقریباً تین سو سال تک حکومت کی۔ اس دور میں ہندوستان میں کئی سماجی و مذہبی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

☆ 1526ء میں ہندوستان میں مغل حکمرانی کا آغاز ہوا جو برطانوی حکومت کے قیام تک جاری رہا۔ یہ دور کئی سیاسی، سماجی، مذہبی اور معاشی تبدیلیوں کا دور تھا۔ اس دور میں فن تعمیر، فنون لطیفہ اور ادب وغیرہ میں قابل ذکر ترقی ہوئی۔

☆ جنوبی ہندوستان میں شیواجی کی قیادت میں مرہٹہ سلطنت قائم ہوئی جس نے مغلوں کی پیش قدمی کو روکا اور ہندوستانی کلچر کے تحفظ میں کلیدی رول ادا کیا۔

11.12۔ نمونہ امتحانی سوالات

I۔ حسب ذیل سوالوں کے جواب ایک یا دو جملوں میں لکھیے۔

1۔ پہلی مرتبہ شمالی ہند میں آزاد سلطنت قائم کرنے والے راجپوت کون تھے؟

2۔ اسلام اور ہندو مذہب نے کیسے ایک دوسرے کو متاثر کیا؟

II۔ حسب ذیل سوالوں کے جواب چار یا پانچ جملوں میں لکھیے۔

1۔ اکبر کے دور میں راجہ ٹوڈرمل کی متعارف کردہ زمینی اصلاحات کے بارے میں لکھیے۔

2۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے اسباب لکھیے۔

3۔ شیواجی کے انتظام سلطنت کے بارے میں لکھیے۔

III۔ حسب ذیل سوالوں کے جواب آٹھ یا دس جملوں میں لکھیے۔

1۔ وضاحت کیجیے کہ کس طرح شیواجی نے مغلوں کے حملوں سے وسطی اور جنوبی ہندوستان کی حفاظت کی؟

2۔ سلاطین دہلی کے انتظام سلطنت کے بارے میں لکھیے۔

3۔ جہانگیر کے دور حکومت کی خصوصیات بیان کیجیے۔

IV۔ کثیر جوابی سوالات

1۔ دہلی کا وہ سلطان جس نے خلیفہ کے احکام کی تابعداری نہیں کی۔ ( )

A) محمد بن تغلق B) علاؤالدین خلجی

C) قطب الدین ایبک D) بلبن

2۔ اکبر کا متعارف کردہ مذہب ( )

A) دین الٰہی B) عبادت خانہ

C) دیوان خاص D) طلاق

3۔ اشٹ پردھان اس کی کابینہ میں تھے۔ ( )

A) شیواجی B) اکبر

C) شاہ جہاں D) رانا پرتاپ

4۔ بلبن کے دور میں تعارف کردہ پائے بوس کے رواج سے مراد ( )

A) قدموں کو سلامی دینا B) قدموں کو بوسہ دینا

C) سجدہ کرنا D) گلے ملنا

11.13۔ حوالہ کی کتب

1۔ ہندوستانی تاریخ وتمدن، جلد دوم، بی ایس ایل ہنومنتا راؤ

2۔ مرہٹہ اقتدار کا عروج، ایم جی رانا ڈے

3۔ بھارتا دیشا چرترا (1526 to 1964 CE)، تلگو اکاڈمی

4۔ سمگرا بھارتا دیشا چرترا۔مدھیہ یگم، کے کرشنا ریڈی

جدید ہندوستان

Modern India

12

12.0۔ آموزشی ماحاصل

☆ تاریخ ہند میں جنگ پلاسی کی اہمیت کی وضاحت کریں گے۔

☆ 1857ء کی بغاوت کے اسباب اور نتائج کے بارے میں وضاحت کریں گے۔

☆ اعتدال پسندوں اور انتہا پسندوں کے مقاصد اور طریقوں میں فرق بیان کریں گے۔

☆ وہ مہاتما گاندھی کی کن خوبیوں کو پسند کرتے ہیں بیان کریں گے۔

☆ ہندوستان کے نقشہ میں مختلف علاقوں اور شہروں کی نشاندہی کریں گے۔

12.1۔ تمہید

یوروپی جو تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے تھے بعد میں سلطنت کے قیام کی خاطر مسابقت کرنے لگے تھے۔آخر کار برطانیہ نے ہندوستان کی حکمرانی پر قبضہ جمالیا تھا۔ یہ سب ہندوستانی بادشاہوں کے تفرقہ کی وجہ سے ہوا تھا۔حالانکہ 1857ء کی بغاوت ناکام ہوچکی تھی تاہم اس سے برطانوی حکمرانی کے خلاف ہندوستانیوں کی مخالفت اور عسکریت پسندی کے متعلق برطانیہ کو واقفیت ہوئی تھی۔کئی رہنماؤں نے ایک صدی پر محیط طویل قومی تحریک لڑی تھی۔مہاتما گاندھی نے لوگوں میں ایک نیا شعور بیدار کیا تھا اور قومی تحریک کو عوامی تحریک میں تبدیل کردیا تھا۔اس سبق میں آپ یوروپیوں کی ہندوستان میں آمد سے لے کر برطانیہ سے آزادی حاصل کرنے تک کے اہم واقعات کے بارے میں پڑھیں گے۔

12.2۔ ہندوستان میں برطانوی سلطنت کا قیام

قدیم زمانوں سے ہی ہندوستان اور مغربی ممالک کے مابین تجارت زمینی راستوں سے براہ قسطنطنیہ ہوتی تھی۔ترکوں کی جانب سے 1453ء میں قسطنطنیہ کو فتح کرنے کی وجہ سے زمینی راستہ بند ہو چکا تھا۔اس طرح، یوروپیوں کو سمندری راستہ دریافت کرنا پڑا تھا۔ہندوستان کا سمندری راستہ دریافت کرنے کے بعد پرتگالی سب سے پہلے ہندوستان پہنچے تھے۔اس کے بعد ولندیزی،انگریز، فرانسیسی ہندوستان کو تجارت کی غرض سے آئے تھے۔

12.2.1۔ ہندوستان میں یوروپیوں کی آمد

پرتگالی

ایک پرتگالی سیاح، واسکوڈی گاما نے 1498ء میں ہندوستان کا سمندری راستہ دریافت کیا اور مغربی ساحل پر کالی کٹ کو پہنچا۔کالی کٹ کے حکمران زیمورین نے واسکوڈی گاما کو مدعو کیا اور پرتگالیوں کو تجارتی اجازت نامہ دیا گیا تھا۔اس کے بعد انہوں نے گوا، دمن اور دیو پر قبضہ کیا تھا۔ان مقامات پر بعد میں ولندیزیوں اور انگریزوں نے قبضہ کیا تھا۔

ولندیزی

ہالینڈ کے باشندوں نے 'یونائیٹڈ ایسٹ انڈیا کمپنی آف نیدرلینڈز' کے نام سے ایک کمپنی تشکیل دی تھی اور 1605ء میں ہندوستان آئے تھے۔ایک طویل عرصہ تک انہوں نے پلی کٹ سے اور بعد میں ناگاپٹنم کو مرکز تجارت بنا کر تجارت کی تھی۔ ولندیزی ہندوستان میں اپنے تجارتی مراکز سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔وہ برطانیہ سے مقابلہ نہیں کر سکے تھے۔

برطانوی

'ایسٹ انڈیا کمپنی' ، جسے 1600ء میں تشکیل دیا گیا تھا، برطانیہ کی مہارانی کی اجازت سے تجارت کرنے کے لیے ہندوستان آئی تھی۔انہوں نے مغل شہنشاہ جہانگیر سے تجارتی اجازت نامہ حاصل کیا تھا۔انہوں نے اپنا پہلا تجارتی مرکز 1611ء میں قائم کیا تھا۔سورت ان کا اہم تجارتی مرکز بن گیا تھا۔اس کے بعد انہوں نے فرانسیسیوں کو شکست دے کر ہندوستان پر سلطنت قائم کی تھی۔

فرانسیسی

وہ ہندوستان پہنچنے والے آخری یوروپی تھے۔انہوں نے اپنا پہلا اڈہ 1668ء میں سورت میں قائم کیا تھا۔ آخر کار وہ کارنیٹک جنگوں میں شکست سے دوچار ہو کر ہندوستان چھوڑ کر چلے گئے۔

12.2.2۔ برطانوی سلطنت کا قیام

انگریزوں نے ولندیزیوں کو کارامنڈل ساحل سے اور پرتگالیوں کو مالابار ساحل سے برطرف کر دیا تھا۔انہوں نے فرانسیسیوں کو کارنیٹک جنگوں میں شکست دی تھی۔آخر کار انہوں نے جنگ پلاسی اور جنگ بکسر میں جیت حاصل کرتے ہوئے ہندوستان میں اپنی حکمرانی قائم کی تھی۔

12.2.3۔ کارنیٹک جنگیں

یوروپی سیاسی واقعات اور ہمارے ملک کے مقامی حالات کے زیر اثر، برطانویوں اور فرانسیسیوں کے درمیان تین کارنیٹک جنگیں ہوئیں تھیں۔آخر کار انگریز فتح یاب ہوئے تھے اور فرانسیسیوں کو ہندوستان چھوڑ کر جانا پڑا تھا۔

پہلی کارنیٹک جنگ (1746-1748)

فرانسیسی گورنر ڈوپلیکس اپنی سیاسی چالوں کے ذریعہ انگریزوں سے مدراس کو فتح کرنے میں کامیاب ہوا تھا۔بعد میں ایک معاہدہ کے ذریعہ مدراس کو انگریزوں کے حق میں چھوڑ دیا تھا۔

دوسری کارنیٹک جنگ (1749-1754)

فرانسیسیوں نے حیدرآباد اور کرناٹک کی نوابی ریاستوں میں سیاسی غیر یقینی صورتحال کی وجہ سے ہونے والی وراثتی جنگوں میں بلا سوچے سمجھے چھلانگ لگا دی تھی۔فرانسیسیوں نے انگریزوں کی مخالفت کرتے ہوئے کرناٹک میں چنداصاحب کو اور حیدرآباد میں مظفر جنگ کو مسند نشین کر دیا تھا۔بعد میں فرانسیسیوں نے حیدرآباد کے تخت کو حاصل کرنے میں صلابت جنگ کی امداد کی تھی اور شمالی سرکار کے علاقے کو حاصل کیا تھا۔

تیسری کارنیٹک جنگ(1758-1763)

فرانس کی حکومت نے ہندوستان میں برطانیہ کوشکست دینے کی غرض سے کونٹ ڈی لالی کو ہندوستان روانہ کیا تھا۔لیکن اس کے فراست سے عاری فیصلوں کی وجہ سے،فرانسیسی حیدرآباد اورشمالی سرکار میں دبدبہ کھوچکے تھے۔آخر کار وہ برطانیوں سے شکست کھاگئے اوراپنے تمام علاقے ہار کر ہندوستان چھوڑ کر چلے گئے۔

12.2.4۔ جنگ پلاسی (25جون،1757)

Robert Clive

انگریزوں اورفرانسیسیوں نے بنگال میں اپنے اثر ورسوخ کو بڑھانے کے لیےقلعوں کی تعمیر کا کام شروع کیا تھا۔ بنگال کے نواب سراج الدولہ نے تعمیراتی کام بند کرنے کا حکم صادر کیا تھا۔فرانسیسیوں نے تعمیر روک دی تھی لیکن انگریزوں نے نواب کے احکامات کی خلاف ورزی کی تھی۔تب سراج الدولہ نے کلکتہ پرحملہ کیااورانگریزوں کو بنگال سے نکال کر باہر کردیا تھا۔جیسے ہی یہ خبر مدراس کے گورنرتک پہنچی،اس نے رابرٹ کلائیو کی سرکردگی میں بنگال کو ایک فوج روانہ کی تھی۔ بنگال پہنچنے کے بعدرابرٹ کلائیو نے سراج الدولہ کے سپہ سالار میر جعفر سے مل کرسازش رچی تھی اورسراج الدولہ کو 1757ء میں جنگ پلاسی میں شکست دی تھی۔سراج الدولہ کے بعد میر جعفرکو بنگال کا نواب بنایا گیا تھا۔نتیجہ میں کلائیو نے کلکتہ کے قریب 94 پرگنہ اورنواب کی طرف سے خصوصی معاوضہ حاصل کیا تھا۔اس طرح،جنگ پلاسی کے ذریعہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کی بنیاد پڑی تھی۔

12.2.5۔ جنگ بکسر (1764)

بنگال میں سازگار تجارتی قوانین کی تشکیل میں ناکامی کے سبب برطانیہ نے بنگال کے نواب میر قاسم کو عہدے سے ہٹادیا تھااوراس کی جگہ بنگال کے سابقہ نواب میر جعفر کو بنگال کا نواب بنادیا تھا۔معزول میر قاسم نے ایودھیا کےنواب شجاع الدولہ اورمغل شہنشاہ شاہ عالم دوم کے ساتھ اتحادتشکیل دیتے ہوئے برطانیہ کے خلاف بکسر کی جنگ لڑی تھی۔

نقشہ 12.1: 1857ء میں ہندوستان میں کمپنی کی آخری سلطنت

لیکن انگریزوں نے اس اتحاد کو شکست دے دی تھی۔ جنگ کے بعد، بنگال، بہار اور اڑیسہ میں نظم ونسق کی ذمہ داری نواب کے سپرد کی گئی اور محصول وصول کرنے کے اختیارات برطانیہ کے ہاتھوں میں رکھے گئے تھے۔اس طرح،'دوہری حکومت' کی تشکیل دی گئی تھی۔ جنگ پلاسی کے ذریعہ جب کہ ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی بنیاد پڑی تھی ،تو جنگ بکسر کے ذریعہ ہندوستان میں برطانوی اقتدار کو استحکام ملا تھا۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ زیادہ تر یوروپیوں کے ہندوستان کی طرف متوجہ ہونے کے کیا ممکنہ اسباب تھے؟

2۔ کارنیٹک جنگوں میں فرانسیسیوں کی شکست کے ذمہ دار کیا حقائق تھے؟

3۔ کیا جنگ پلاسی اور جنگ بکسر ہندوستان میں برطانوی حکومت کے قیام کا باعث بنی تھیں؟

12.3۔ 1857ء کی بغاوت

شکل 12.1: 1857 کی بغاوت

1857ء کی بغاوت جدید ہندوستان کی تاریخ میں ایک عظیم واقعہ تھا۔ برطانوی جو تجارت کی غرض سے ہندوستان آئے تھے، ہندوستانیوں کے تفرقے اور اندرونی تنازعات کے سبب 1740 کے دہے سے ہندوستان کی سیاست میں داخل ہوگئے تھے۔ہندوستانی شروع سے ہی برطانیہ سے مزاحمت کر رہے تھے۔لیکن جیسے ہی مقامی طور پر سر اٹھاتے، برطانوی اپنی فوجی طاقت کے ذریعہ انھیں کچل دیتے تھے۔ برطانیہ کے خلاف 1857ء میں شروع ہونے والی بغاوت میں زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل تھے۔نانا صاحب، تانتیا توپے، جھانسی لکشمی بائی وغیرہ نے اس بغاوت کی رہنمائی کی تھی۔اگرچیکہ 1857ء کی بغاوت ناکام ہوگئی تھی ،لیکن اس سے ہندوستان میں تحریک آزادی کا آغاز ہوا تھا۔

جھانسی لکشمی بائی

نانا صاحب

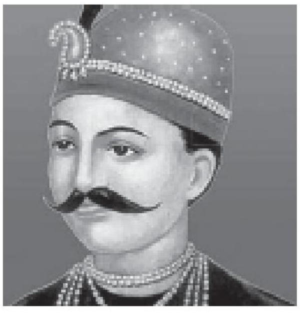

تانتیا توپے

12.3.1۔ بغاوت کے اسباب

1857ء کی بغاوت ان مضبوط وجوہات کے نتیجہ سے شروع ہوئی تھی جو کئی سالوں سے جمع ہوتے آرہے تھے۔ان اسباب کو سیاسی، معاشی، سماجی و مذہبی اور فوجی اسباب میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

سیاسی اسباب :

ڈلہوزی کی الحاق کی پالیسی کے مطابق ہندو راجاؤں کے بچہ گود لینے کے حق پر پابندی لگادی گئی تھی جس کے سبب کئی سلطنتوں سے راجاؤں کے خطابوں کا خاتمہ ہوگیا تھا۔اقدامات جیسے مغل شہنشاہ کے خطاب کی منسوخی اور ڈلہوزی کا ایودھیا پر قبضہ، عوام کے مختلف طبقات میں غیر اطمینانی کا موجب بنے تھے۔لہٰذا، متاثرہ راجا بغاوت کی جانب مائل ہوئے تھے۔

معاشی اسباب :

نوابی ریاستوں کو انگریز سلطنت میں ضم کردینے سے فوجی، ملازمین اور پیشہ ور لوگ اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ ہمارے ملک سے برطانیہ کو خام مال لے جانے اور ہمارے ملک کو وہاں تیار شدہ اشیاء یہاں فروخت کرنے کے بازار کے طور پر استعمال کرنے کی وجہ سے ہندوتانی صنعتیں متاثر ہوئی تھیں۔اس لیے بغاوت میں عام لوگوں نے بھی حصہ لیا تھا۔

سماجی عوامل :

لوگوں نے محسوس کیا تھا کہ کئی اقدامات جو برطانیہ کی جانب سے متعارف کیے گئے تھے جیسے کہ ستی کی رسم کا خاتمہ، بچپن کی شادی پر امتناع اور بیواؤں کی شادی کو قانونی حیثیت دینا، قدامت پسند ہندو مذہب کے برخلاف تھے۔انھوں نے ریلوے کو بھی ان کے مذہب کی ذلت کا سبب محسوس کیا تھا۔

مذہبی اسباب :

ہندوؤں اور مسلمانوں نے برطانیہ سے اپنے مذہب کی حفاظت کی خاطر مزاحمت کی تھی، کیوں کہ عیسائی مشنریاں اپنے مذہب کو پھیلا رہی تھیں، ہندوؤں اور مسلمانوں کے رسم ورواج پر طنز کررہی تھیں، انگریزی تعلیم کو متعارف کیا گیا تھا، تبدیلی مذہب کے باوجود وراثتی حقوق دیئے جارہے تھے اور ہندوؤں کے معاملات میں حکومت کا عمل دخل بڑھ گیا تھا۔

فوجی اسباب :

کمپنی کی فوج میں ہندوستانی اور انگریز فوجیوں کے درمیان فرائض، تنخواہوں اور اعزازات میں بہت بڑا فرق موجود تھا۔ ہندوستانی فوجیوں کی تنخواہیں بہت کم تھیں۔کھانے اور رہائش کا انتظام مناسب نہیں تھا۔وہ حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔افواہ پھیل گئی تھی کہ نئی متعارف کردہ این فیلڈ رائفلوں کی گولیوں میں خنزیر اور گائے کی چربی موجود ہے۔خنزیر کو مسلمانوں میں حرام سمجھا جاتا ہے اور گائے کو ہندوؤں میں مقدس مانا جاتا ہے۔لہٰذا ہندوستانی فوجیوں نے گولیوں کو دانتوں سے کتر کر بندوقوں میں بھرنے سے انکار کردیا تھا۔

12.3.2۔ بغاوت کی ناکامی کا اسباب

بغاوت صرف شمالی اور مرکزی ہندوستان تک محدود تھی۔ صرف مٹھی بھر دیسی راجاوٴں نے ہی بغاوت میں حصہ لیا تھا جب کہ چند راجاوٴں نے بغاوت کو کچلنے میں برطانیہ کی مدد کی تھی۔ ہندوستانیوں کے پاس برطانیہ کا سامنا کرنے کے لیے فوجی وسائل، جدید جنگی آلات، تجربہ کار اور متاثر کن قیادت کی کمی تھی۔ لہٰذا، انگریز اس بغاوت کو کچلنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔

12.3.3۔ بغاوت کے نتائج

1857ء کی بغاوت کے نتیجہ میں، ایسٹ انڈیا کمپنی کو تحلیل کر دیا گیا تھا اور ہندوستانی حکمرانی کو راست برطانوی حکومت کو منتقل کر دیا گیا تھا۔ حکومت ہند کی خاطر 15 ممبروں پر مشتمل ایک کونسل آف انڈیا کو تشکیل دیا گیا تھا۔ 1858ء کے قانون کے تحت، برطانوی حکمرانی والی ریاستوں کے لیے گورنر اور نوابی ریاستوں کے لیے وائسرائے کا تقرر کیا گیا تھا۔ انگریز فوج میں ہندوستانی فوجیوں کی تعداد کو گھٹا دیا گیا تھا۔ الحاق کی پالیسی کو منسوخ کر دیا گیا اور ریاست کی توسیع پر روک لگا دی گئی تھی۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ 1857ء کی بغاوت اور گاندھی جی کی تحریک آزدی کے درمیان فرق بیان کیجیے۔

2۔ 1857ء کی بغاوت کو ہندوستان کی آزادی کی پہلی جنگ کیوں کہا جاتا ہے اس حقیقت کے باوجود کہ ہندوستانی شروع سے ہی برطانوی اقتدار کے خلاف لڑ رہے تھے؟

3۔ کیا 1857ء کی بغاوت کے نتائج سے ہندوستانیوں کو فائدہ پہنچا تھا؟ وضاحت کیجیے۔

12.4۔ ہندوستان کی تحریک آزادی

ہمارے ملک میں برطانوی حکومت کے خلاف چلائی گئی تحریک کو ہندوستان کی تحریک آزادی کہا جاتا ہے۔ ہندوستان کی تحریک آزادی ایک بہت بڑی عوامی تحریک تھی جو ملک کے طول و عرض میں چلائی گئی تھی اور جس میں تمام علاقوں اور طبقات سے وابستہ افراد نے بڑے پیمانے پر حصہ لیا تھا۔ ہندوستانیوں میں قومیت کا جذبہ 19 ویں صدی کے اواخر میں بڑے شہروں جیسے کلکتہ، مدراس اور بمبئی میں انگریزی تعلیم کے پھیلاوٴ کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ ہندوستانیوں میں قومیت کے احساسات کو فروغ دینے میں ملک کا سیاسی اور انتظامی اتحاد،

جدول۔12.1: سیاسی انجمنیں۔ بانیان

سلسلہ نشان	انجمن	سال	بانی
1	ہندوستان کی پہلی سیاسی انجمن	1866	دادا بھائی نوروجی
2	پونہ سروا جنک سبھا	1870	جسٹس گووندرا ناڈے
3	انڈین ایوسیئیشن	1876	سرندرناتھ بنرجی
4	مدراس مہاجنا سبھا	1884	V.M. راگھوا چاری، G. سبرامنیا ائیر
5	بمبئی پریسیڈینسی ایسوسئیشن	1885	فیروز شاہ مہتا، T.K. تلنگ
6	انڈین نیشنل کانگریس	1885	O.A. ہیوم

برطانیہ کی طرف سے معاشی استحصال، انگریزوں کی طرف سے متعارف کردہ سماجی و مذہبی اصلاحات، جدید حمل ونقل مواصلات اور ہندوستانی اخبارات کا ارتقاء تمام نے تعاون کیا تھا۔

جس کے نتیجہ میں متعدد علاقائی سیاسی انجمنوں کو تشکیل دیا گیا تھا۔1866ء میں دادا بھائی نوروجی نے پہلی ہندوستانی سیاسی انجمن کو قائم کیا تھا۔1870ء میں جسٹس گووندارانا ڈے اور دوسروں نے مل کر پونہ سرواجنک سبھا کو منظّم کیا تھا۔1876ء میں سرندرناتھ بنرجی اور آنندہ موہن بوس نے انڈین ایسوسیئشن تشکیل دی تھی۔ان علاقائی انجمنوں نے انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کی راہ ہموار کی تھی۔

12.4۔ انڈین نیشنل کانگریس کا قیام(1885)

شکل 1885:12.2ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے پہلے اجلاس میں شرکت کرنے والے مندوبین

انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کے ساتھ ہی ہمارے ملک کی تحریک آزادی میں ایک نئے دور کا آغاز ہوگیا تھا۔انڈین نیشنل کانگریس کا قیام ڈسمبر 1885ء میں ایک سبکدوش انگریز ملازم O.A. ہیوم کی مدد سے عمل میں آیا تھا۔ جو یہ سمجھتے تھے کہ تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کے درمیان بڑھنے والی ناراضگیوں کے مقابل یہ ایک حفاظتی کھلبندن کا کام انجام دے گی۔ یہ تنظیم بتدریج ایک بڑی تنظیم کے طور پر ترقی کرتے ہوئے ہندوستان کی تحریک آزادی کا مرکز بن گئی تھی۔اس کا پہلا اجلاس 28 تا 30 ڈسمبر 1885ء میں بمبئی میں منعقد ہوا تھا۔اس اجلاس کی صدارت C.W. بنرجی نے کی تھی اور ملک بھر سے 72 مندوبین نے شرکت کی تھی۔

کانگریس کی جانب سے چلائی گئی تحریک آزادی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ 1) اعتدال پسندی کا دور ، 2) انتہا پسندی کا دور اور 3) گاندھیائی دور

12.4.2۔ اعتدال پسندی کا دور(1905 - 1885)

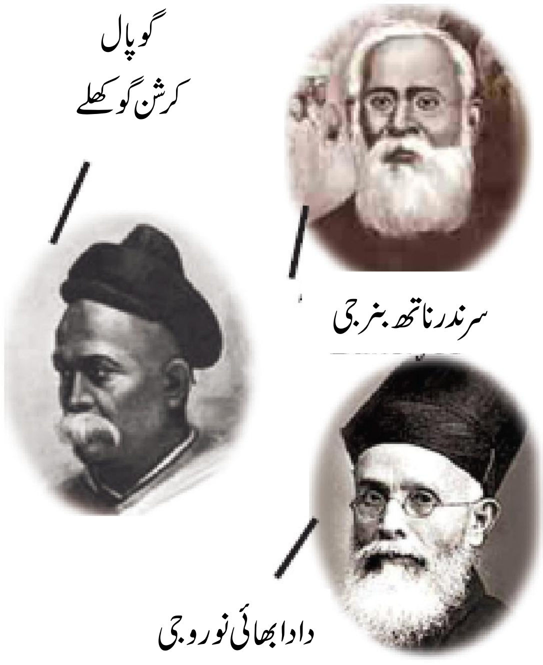

1885ء تا 1905ء تک کی آزادی کی جدوجہد کے دور کو اعتدال پسندی کا دور کہا جاتا ہے۔اس دور کے قائدین برطانوی حکومت کے ساتھ نرم رویہ رکھتے تھے۔ انھوں نے برطانوی حکومت سے عوام کے قانونی حقوق کے مطالبات کیے تھےلیکن کبھی بھی خودمختاری کی مانگ نہیں کی تھی۔انھوں نے اعتدال پر مبنی طریقوں کو اپنایا تھا، جیسے کہ جلسے منعقد کرنا، قراردادیں منظور کرنا، شکایتیں ارسال کرنا اور احتجاج کرنا وغیرہ۔اسی لیے اس دور کو اعتدال پسندی کا دور کہا جاتا تھا۔

12.4.3۔ انتہاپسندی کا دور (1919 - 1905)

اعتدال پسند قائدین نے انگریزوں سے جن فوائد کی امید کی تھی انھیں حاصل کرنے میں وہ ناکام ہوگئے تھے۔لہٰذا، کانگریس کا ایک طبقہ یہ محسوس کرتا تھا کہ وہ اپنے مقاصد کا حصول صرف جدوجہد کے ذریعہ ہی کرسکتے تھے۔اسی وجہ سے وہ انتہاپسند قوم پرست کہلائے جاتے تھے۔انتہاپسندوں کا اہم مقصد خودمختاری یا آزادی کا حصول تھا۔اس وقت کے انتہاپسند قائدین میں لالہ لجپت رائے، بال گنگادھر تلک، بپن چندراپال اور اروبندوگھوش شامل تھے(وہ لال، بال، پال کہلائے جاتے تھے)۔تلک نے ’’آزادی میرا پیدائشی حق ہےاور میں اسے لےکر رہوں گا‘‘ کا نعرہ لگایا تھا۔

لالہ لجپت رائے | بال گنگادھر تلک | بپن چندرا پال

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ انڈین نیشنل کانگریس کے قیام کا مقصد کیا تھا؟

2۔ وہ دور اعتدال پسند یا انتہاپسند کیوں کہلاتے تھے؟

12.4.4۔ گاندھیائی دور

مہاتما گاندھی 2 اکتوبر، 1869ء کو گجرات کے پور بندر میں پیدا ہوئے تھے۔انہوں نے قانون میں بیرسٹر کی ڈگری انگلینڈ میں تکمیل کی تھی اوراپنے پیشہ قانون کو جاری رکھنے کے لیے جنوبی افریقہ روانہ ہوگئے تھے۔ وہاں انہوں نے ہندوستانیوں کے خلاف کی جانی والی نسل پرستی کے مخالفت میں لڑائی لڑی تھی اور ہندوستانیوں کے حقوق کے تحفظ میں کامیاب ہوئے تھے۔انہوں نے اپنی جدوجہد میں 'ستیہ گرہ' کو بطور ہتھیار استعمال کیا تھا جو سچائی اورعدم تشدد کی بنیاد پر تھا۔ 1915ء میں ہندوستان لوٹنے کے بعد، حالات کا اندازہ کرنے کے لیے انہوں نے اپنے سیاسی سر پرست گوپال کرشنا گوکھلے کے مشورے پر ایک سال تک ملک کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا تھا۔

ابتدائی تحریکیں

1917ء میں، گاندھی جی نے بہار کے چمپارن میں ایک تحریک منظّم کی تھی اور نیل کے کاشتکاروں کے مصائب دور کیے تھے۔ 1918ء میں، انہوں نے احمد آباد میں کپڑے کی مل کے مزدوروں کے ساتھ مل کر ایک ستیہ گرہ کی تھی، جس کے بعد ان کی اجرتوں میں اضافہ کیا گیا تھا۔اس کے بعد انہوں نے گجرات کے کائرہ میں کسانوں کی ایک تحریک چلائی تھی اور لگان کی وصولی کو ملتوی کرواتے ہوئے زمین کی ضبطی کو رکوایا تھا۔ان تحریکوں کی وجہ سے گاندھی جی بہت جلد مشہور شخصیت بن گئے اور سیاسی سرگرمیوں میں مرکز توجہ بن گئے تھے۔اس کے بعد انہوں نے اپنی توجہ قومی سیاست کی طرف مبذول کی تھی۔ برطانوی حکومت کی جانب سے نافذ کردہ قانون رولٹ ایکٹ 1919ء ، ہندوستانیوں کے لیے ایک آفت بن گیا تھا۔کیوں کہ، اس قانون کے ذریعہ فوج کو یہ اختیارات دیے گئے تھے کہ وہ کسی کو بھی محض شبہ کی بنیاد پر بنا کسی تفتیش کے گرفتار کرسکتی تھی۔گاندھی جی نے رولٹ ایکٹ کے خلاف ایک ستیہ گرہ منظّم کی تھی۔

انہوں نے خلافت تحریک کی مکمل تائید کا اعلان کیا تھا جو برطانیہ کی جانب سے ترک سلطان کو خلیفہ کے عہدے سے ہٹائے جانے کے خلاف ہندوستان میں شروع کی گئی تھی اور انہوں نے ہندو مسلم اتحاد کی وکالت کی تھی۔اس کے بعد انڈین نیشنل کانگریس نے گاندھی جی کی قیادت میں تین بڑی تحریکوں کو منظّم کیا تھا۔وہ 'عدم تعاون تحریک، شہری نافرمانی تحریک اور ہندوستان چھوڑ دو تحریک' تھے۔

تحریک عدم تعاون

گاندھی جی کو امید تھی کہ اگر ہندوستانی عدم تشدد سے تمام شعبوں میں برطانوی حکومت کی مدد سے انکار کردیں تو ملک کو آزادی مل جائے گی۔گاندھی جی کی جانب سے مجوزہ عدم تعاون تحریک کی قرارداد کو سپٹمبر 1920ء میں کلکتہ میں منعقدہ انڈین نیشنل کانگریس کے خصوصی اجلاس میں منظور کرلیا گیا تھا۔

ہزاروں طلباء نے گاندھی جی کے مطالبہ پر سرکاری اسکولوں کو چھوڑ کر قومی کالجوں میں داخلہ لے لیا تھا۔کئی وکلاء نے پیشہ قانون ترک کرکے قومی تحریک میں حصہ لیا تھا۔غیر ملکی اشیاء اور کپڑوں کو آگ لگادی گئی تھی۔ملک بھر میں کھادی کے کپڑے کی تیاری کی گئی تھی۔ گاندھی جی کے مطالبہ پر بنگال اور آندھرا کے کسانوں نے حکومت کو لگان دینا روک دیا تھا۔

لیکن اسی دوران 12 فبروری کے دن، اتر پردیش کے چوری چورا دیہات میں کسانوں نے ایک پولیس اسٹیشن پر حملہ کر کے 22 پولیس والوں کو جلا ڈالا تھا۔اس کے ساتھ ہی گاندھی جی نے عدم تعاون تحریک کا خاتمہ کر دیا تھا۔

شہری نافرمانی تحریک

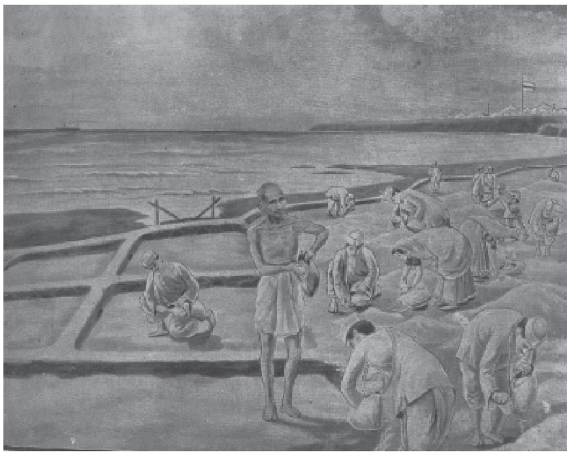

Fig.12.3: Salt Satyagraha

جنوری 1930ء میں گاندھی جی نے برطانوی وائسرائے کو 11 نکات پر مشتمل ایک عرضداشت پیش کی تھی۔ اس میں گاندھی جی نے نمک پر ٹیکس کی منسوخی کا بھی مطالبہ کیا تھا جو عام لوگوں زندگانی کی ایک ضروری شئے ہے۔لیکن حکومت کی جانب سے کوئی بھی جواب نہ ملنے کی صورت میں انہوں نے شہری نافرمانی تحریک کا آغاز کیا تھا۔

12 مارچ، 1930ء کے دن گاندھی جی اپنے 78 ماننے والوں کے ساتھ گجرات کے سابرمتی آشرم سے پیدل سفر کا آغاز کیا اور 200 میل کا سفر طئے کرتے ہوئے 6 اپریل کے دن 'ڈانڈی' دیہات کو پہنچے، جہاں انہوں نے حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے سمندری پانی سے نمک تیار کیا تھا۔اس کے ساتھ ہی، ملک کے مختلف حصوں میں لوگوں نے نمک کی تیاری کی تھی۔اسے 'شہری نافرمانی تحریک' یا 'ڈانڈی ستیہ گرہ' یا 'نمک ستیہ گرہ' کے نام سے جانا جاتا ہے۔

ہندوستان چھوڑ دو تحریک

1939ء میں جب دوسری عالمی جنگ کا آغاز ہوا تو، برطانوی ہندوستانیوں سے جنگ میں مکمل تعاون چاہتے تھے۔لیکن کانگریس نے جنگ میں حمایت کے بجائے ہندوستان کو خودمختاری دینے کا مطالبہ کیا تھا۔اس ضمن میں برطانیہ کی طرف سے بھیجا گیا کرپس مشن بھی ناکام ہو چکا تھا۔اس طرح 8 اگست 1942ء میں ملک کی آزادی کے لیے گاندھی جی کی قیادت میں ہندوستان چھوڑ دو تحریک کا آغاز کیا گیا تھا۔گاندھی جی نے عمل کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے ''کرو یا مرو'' کا نعرہ دیا تھا۔

اگلے ہی روز، تمام اہم قائدین جیسے گاندھی جی، نہرو اور پٹیل وغیرہ کو گرفتار کر لیے جانے کے باوجود عام لوگوں نے رضا کارانہ طور پر تحریک میں حصہ لیا تھا۔ انہوں نے ہڑتالوں،

سال	....
1851	1857 کی بغاوت
1885	انڈین نیشنل کانگریس کا قیام
1905	سودیشی/وندے ماترم تحریک
1916	ہوم رول تحریک
1918	چمپارن ستیہ گرہ
1918	کائرہ ستیہ گرہ
1918	احمد آباد ستیہ گرہ
1919	مخالف رولٹ ستیہ گرہ
1919	جلیان والا باغ سانحہ
1919	خلافت تحریک
1920	عدم تعاون تحریک
1930	شہری نافرمانی تحریک
1942	ہندوستان چھوڑ دو تحریک
1947	آزادی کا حصول

مظاہروں، جلسوں اور جلوسوں کے ذریعہ ملک بھر میں احتجاج کیا تھا۔ سرکاری دفاتر اور املاک کو آگ لگادی گئی تھی۔

ٹیلیفون اور ٹیلیگراف وائروں کو کٹ کردیا گیا تھا۔ حکومت نے سخت جبر و تشدد کا سہارا لیا تھا۔ پولیس کی فائرنگ میں ایک ہزار سے زائد لوگ مارے گئے تھے۔ 90 ہزار سے زیادہ افراد جیلوں میں بند کردیے گئے تھے۔ آخر کار تحریک ختم ہوگئی تھی۔

سبھاش چندرا بوس

سبھاش چندرا بوس ایک مجاہد آزادی اور انقلابی قوم پرست تھے۔ وہ برطانیہ کے دشمنوں جیسے جرمنی اور جاپان کی فوجی مدد کرنا چاہتے تھے، ان کے خیال میں دوسری عالمی جنگ کے دوران برطانیہ کے مشکل وقت میں اس سے لڑنا بہترین موقع تھا۔

شکل 12.4: سبھاش چندرا بوس، آزاد ہند فوج کے سپاہیوں کے ساتھ

انہوں نے راش بہاری بوس اور موہن سنگھ کی جانب سے ہندوستانی جنگی قیدیوں کو لے کر بنائی گئی ہند قومی فوج کی قیادت کی تھی۔ یہ فوج آزاد ہند فوج کے نام سے جانی جاتی تھی۔ یہ 60 ہزار سے زائد سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ 21 اکتوبر 1943ء میں سنگاپور میں ایک عارضی حکومت ہند تشکیل دی گئی تھی۔ اس فوج نے 1944ء میں کوہیما پر فتح حاصل کی تھی۔ دوسری عالمی جنگ میں جرمنی - جاپان کے اتحاد کی شکست کے ساتھ ہی برطانیہ کے ہاتھوں آزاد ہند فوج کی بھی شکست ہوگئی تھی۔ جاپان نے اعلان کردیا کہ دوسری عالمی جنگ کے دوران اتحادیوں کے ساتھ لڑتے ہوئے بوس شہید ہوچکے تھے۔ جاپان نے اعلان کی تھا کہ بوس 1945ء میں ایک ہوائی جہاز کے حادثے میں انتقال کرگئے تھے۔ لیکن کئی لوگوں کا یقین ہے کہ وہ اب بھی زندہ ہیں۔

آخر کار ایک صدی طویل ہندوستانی قومی تحریک کے نتیجہ میں ہندوستان کو 15 اگست 1947ء کو آزادی حاصل ہوگئی۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ آزادی کی خاطر مہاتما گاندھی جی نے کونسی تحریکیں چلائی تھیں؟

2۔ ہندوستان چھوڑ دو تحریک کو کس طرح عوامی تحریک کہا جاسکتا ہے؟

12.6۔ خلاصہ (کلیدی نکات)

☆ واسکوڈی گاما کی جانب سے 1498ء میں بحری راستہ دریافت کرنے کے ساتھ ہی یوروپی ہمارے ملک کو تجارت کی غرض سے آنا شروع ہو گئے تھے۔

☆ کارنیٹک جنگوں، جنگ پلاسی، جنگ بکسر وغیرہ میں فتوحات حاصل کرنے کے بعد برطانیہ نے ہندوستانی اقتدار پر قبضہ حاصل کیا تھا۔

☆ برطانوی اقتدار کے خلاف ہندوستانیوں نے 1857ء میں بغاوت کی تھی۔

☆ 1857ء کی بغاوت میں ناکامی کی وجہ مناسب فوجی آلات، ہتھیار اور قیادت کی غیر موجودگی تھی۔

☆ انڈین نیشنل کانگریس، جس کا قیام 1885ء میں عمل میں آیا تھا، قومی تحریک کا مرکز بن گئی تھی۔

☆ اعتدال پسندوں نے 'گذارش، اپیل، احتجاج' کا طریقہ کار اختیار کی تھا۔ انتہا پسندوں کا خیال تھا کہ برطانیہ سے جنگ کے ذریعہ ہی خود مختاری حاصل کی جاسکتی ہے۔

☆ گاندھی جی کی قیادت میں عوامی تحریکیں جیسے عدم تعاون تحریک، شہری نافرمانی تحریک اور ہندوستان چھوڑ دو تحریک منظّم کی گئیں تھیں۔

☆ ہندوستان کو آزادی 15 اگست 1947ء کو حاصل ہوئی تھی۔

12.7۔ تمثیلی سوالات برائے امتحانات

I۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 1 یا 2 جملوں میں لکھیے۔

1۔ کوئی دو عوامل بیان کیجیے جنھوں نے ہندوستانیوں میں قومیت کے احساس کے فروغ میں تعاون کیا تھا؟

2۔ 'دوہری حکومت' کی تعریف بیان کیجیے۔

II۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 4 یا 5 جملوں میں لکھیے۔

1۔ اعتدال پسندوں اور انتہا پسندوں کے مقاصد اور طریقوں کے مابین فرق کی وضاحت کیجیے۔

2۔ آپ مہاتما گاندھی کی کن خوبیوں کو پسند کرتے ہیں بیان کیجیے۔

III۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 8 یا 10 جملوں میں لکھیے۔

1۔ وضاحت کیجیے کہ کیوں واسکوڈی گاما کی جانب سے ہندوستان کے سمندری راستہ کی دریافت اہمیت کی حامل تھی؟

2۔ ایسا کیوں کہا جاسکتا ہے کہ برطانیہ کی جانب سے اختیار کردہ پالیسیاں 1857ء کی بغاوت کا سبب تھیں؟

IV۔ کثیر جوابی سوالات

1۔ ہندوستان کو سب سے آخر میں آنے والے یوروپی تھے۔ (   )

A) انگریز B) فرانسیسی C) ولندیزی D) پرتگالی

2۔ وہ جنگ جس میں ہندوستان کے حکمران مغل شہنشاہ کو شکست ہوئی تھی۔ (   )

A) جنگ پلاسی B) جنگ بکسر C) کارنیٹک جنگ D) پانی پت کی جنگ

12.8۔ حوالہ کتاب

1) انٹر میڈیٹ سال دوم کی تاریخ   2) ماڈرن انڈیا؛ بپن چندرا

تلنگانہ کی تاریخ
History of Telangana

13

13.0۔ آموزشی ماحاصل

☆ تلنگانہ کے محل وقوع اور جغرافیائی حالات کی وضاحت کریں گے۔

☆ ستواہانہ سلطنت کے نظم ونسق کا تجزیہ کریں گے۔

☆ وشنوکندن سلطنت کے معاشی ومعاشرتی حالات کی وضاحت کریں گے۔

☆ چالوکیہ سلطنت کے نظم ونسق کا تجزیہ کریں گے۔

☆ کاکتیہ سلطنت کے 'نایَنکارانظام' کو بیان کریں گے۔

☆ گولکنڈہ سلطنت کی طرز حکمرانی کا تجزیہ کریں گے۔

☆ سالار جنگ کی اصلاحات کا تجزیہ کریں گے۔

13.1۔ تمہید

ہندوستانی تاریخ میں تلنگانہ علاقہ کی انوکھی شناخت ہے۔'تلنگانہ' کی اصطلاح کو لفظ'تری لنگا' سے اخذ کیا گیا ہے۔'تری لنگا' کے معنی تین شیوا لنگ ہیں۔ جو کہ، سری سیلم (ضلع کرنول)، دراک شرامم (ضلع مشرقی گوداوری) اور کالیشورم (ضلع کریم نگر) ہیں۔ یہ علاقہ جغرافیائی اعتبار سے ان تینوں لنگ کے درمیان واقع ہے۔تلنگانہ، ریاست حیدرآباد کا ایک تلگو زبان بولنے والا علاقہ تھا۔علاقہ تلنگانہ سطح مرتفع دکن کا حصہ ہے، جسے قدیم تصانیف، رزمیوں اور قدیم صحیفوں میں دکشنہ پاٹھا کا نام یا گیا تھا اور طویل وقت سے 'دکن' کے نام سے جانا جاتا تھا۔سیاسی اور جغرافیائی اعتبار سے اس کی خصوصی اہمیت ہے۔

13.2۔ اشمَکا مہاجناپدم

مؤرخین کے مطابق ہر جناپدا کی اپنی ایک انفرادی خصوصیت ،رسم ورواج،تہوار، زبان، نباتات وحیوانات تھے، جو قدیم دور سے مقامی خصوصیات کی وجہ سے مکمل متنوع تھے۔سلطنتوں کی تشکیل کے بعد جب جناپدائیں سلطنتیں بن گئیں تب ان جناپداؤں کے حدود وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے تھے۔

بدھ مت کے صحیفہ، انگتّرا نِکایہ کے مطابق، اشمَکا جناپدا گوداوری کا جنوبی علاقہ تھی، جوشوداشا مہاجنا پداؤں میں سے ایک تھی۔ چند صحیفوں میں اشمَکا کو اسمکا یا اساکا (پالی زبان) کے نام سے بھی جانا جاتا تھا۔ اس کا پایۂ تخت 'پوٹان' تھا جسے چند صحیفوں میں پوٹالی بھی کہا گیا ہے۔ یہ پو دھنیا پورم، باہودھنیا پورم یا بودھن کہلاتا تھا۔

13.3۔ ستواہانہ

Map 13.1: Satavahanas' kingdom

موریا سلطنت کے زوال کے بعد ستواہنوں نے جنوبی ہندوستان پر تقریباً 450 سال حکمرانی کی تھی۔ ان کی سلطنت شمال میں مگدھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ ستواہنوں کی آمد کے بعد سے تلنگانہ کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا تھا۔ ستواہانہ دکن میں قائم ہونے والی وسیع وعریض سلطنت تھی جس نے طویل عرصہ تک حکمرانی کی تھی۔ ان کی حکمرانی میں سماجی، معاشی اور تہذیبی ترقی ہوئی تھی۔ ستواہانہ موریائی دور میں باجگذار تھے ان کے بعد انہوں نے دکن میں ستواہانہ سلطنت قائم کی تھی۔

ستواہانہ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے مختلف ذرائع موجود ہیں۔ بالخصوص صحیفوں میں جیسے 'متسیا پُرانم'، 'وایو پُرانم'، کالی داس کی 'مالوی کگنی مترم'، ہالاس کی 'گاتھا سپتھاشتی' وغیرہ۔ ہمارے پاس ستواہانہ حکمرانوں کے بارے میں قیمتی معلومات موجود ہیں۔

13.4۔ وشنوکُندِن

ستواہنوں کے بعد دکن میں وسیع وعریض سلطنت پر حکمرانی کا اعزاز وشنوکُندِنوں کو ملا تھا۔ وشنوکُندِنوں کے اولین حکمران کے طور پر اندرا ورمن اول کا ذکر ملتا ہے، جس نے چوتھی صدی میں اپنی خودمختاری کا اعلان کیا تھا۔ اندرا ورمن کے بعد اس کا بیٹا مادھوا ورمن اول حکمران بنا تھا۔ تُمّالا گوڈیم میں دریافت ہونے والے تانبہ کے کُتبہ کے مطابق، وشنوکُندِنوں کا پایۂ تخت 'اندرا پورا' تھا۔ یہ آج کل نلگنڈہ ضلع کے رامنّا پیٹ تعلقہ میں اندرا پالا گُٹّہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

13.4.1۔ گووندا ورما

راجہ گووندا ورما ایک مشہور وشنوکُندِن حکمران تھا جو اپنے 'پہلے مکمل کُتبہ' کے لیے پہچانا جاتا ہے۔ تُمّالا گوڈیم کُتبہ میں وضاحت ہے کہ اس کے کئی باجگذار تھے اور اس نے تمام ذاتوں کو مساوی درجہ دیتے ہوئے بڑی مقبولیت کے ساتھ حکمرانی کی تھی۔

13.4.2۔ مادھوا ورمادوم

گووندا ورما کا بیٹا، مادھوا ورمادوم ایک جنگجو اور ایک عظیم فاتح تھا۔اس نے اپنی جنگی فتوحات کے اعلان کے طور پر 11 'اشوامیدھاؤں' (گھوڑے کی قربانی کی رسم) کا جشن منایا تھا۔اپنے دورِحکومت میں مادھوا ورما سیاسی اورفوجی معاملات میں فعال اور سرگرم تھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے وشنوسلطنت کو غالب اورممتاز بنادیا تھا۔اس نے وکاٹکا کی شہزادی سے شادی کی تھی اور سلطنت کی وسعت میں وکاٹکا سے حمایت حاصل کی تھی۔

13.4.3 نظم ونسق

کسی سلطنت میں حکمران مطلق العنان ہوتا تھا۔حکمرانی کے معاملات میں اس کا فیصلہ آخری ہوتا تھا۔تاہم،حکمران کے فیصلے عوامی رائے اورعوامی بہبود کی بنیاد پر ہوتے تھے۔دربار میں وزیروں کی رائے بھی مناسب ہوتی تھی۔ماہرین قانون سے مشاورت کے بعد اس نے اپنے بیٹے کو بھی سزائے موت دی تھی۔یہ ثابت کرتا ہے کہ وشنوکُندِنوں نے جانب داری کے بجائے دوراندیشی سے حکومت کی تھی۔

وشنوکُندِنوں نے مملکت کوصوبوں میں،صوبوں کو وِشایاؤں میں اور وِشایاؤں کو دیہاتوں میں تقسیم کیا تھا۔وشایاؤں کے حاکم کو 'وشایادپتی' کہا جاتا تھا۔اس کے علاوہ حکمران کے بیٹے کو بھی سلطنت کے ایک حصہ کا ولی عہد بنایا جاتا تھا۔چندوفاقی سلطنتیں بھی تھیں جو وشنوکندن سلطنت کے ماتحت حکمرانی کرتی تھیں۔باجگذار بھی تھے جنھیں 'انانیہ سمنتھا' اور 'سکالہ سمنتھا' کہا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ حکمراں باجگذاروں سے شادیوں کے ذریعہ رشتہ داریاں قائم کرتے تھے،جوسلطنت کی حفاظت اورتوسیع میں معاونت بھی کرتے تھے۔

13.4.4۔ معاشی اورمعاشرتی حالات

وشنوکندن دیہاتوں کو معاشی خودمکتفی حاصل تھی۔یعنی،کسان اورمختلف پیشہ وراپنے روزگار کے لیے ایک دوسرے پر انحصار کرتے تھے۔زرعی ترقی کے لیے حکمراں اقدامات کرتے تھے۔برہمنوں کو اگراہراس کے عطائے دیے جاتے تھے۔کسانوں نے نئی زمینات کو زیرکاشت لایا تھا۔ان کے کتبوں میں بتایا گیا تھا کہ وشنوکندنوں نے کئی زرعی کنویں اور تالاب کھدوائے تھے۔اُس دور میں زمین کو 'نیوارتھنا' میں پیائش کی جاتی تھی۔

وشنوکندن سلطنت میں گھریلو اور بیرونی تجارت بھی پھلی پھولی تھی۔ان کے سکے ایلیشورم،پھنی گری،بھُون گیری،سلطان آباد،بوبتّا کونڈا،ایلامنچلی،ناسک،خانہ پور،ناگپور،برہما گیری وغیرہ میں پائے گئے ہیں۔واڈاپلی،بیجاواڑہ،امراوتی،موتوپلی،گھنٹہ شالہ،کوڈورو،عالم پوروغیرہ گھریلواوربیرونی تجارت کے مراکز اور بندرگاہوں کے طور پرترقی حاصل کیے تھے۔

کتبوں میں وضاحت ہے کہ انہوں نے 'ہِر انیا گربھا یگم' (برہمنوں کوسونے کے برتن عطائے دینے کی رسم) کا انعقاد کیا تھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شودراعلیٰ ذاتوں میں شامل ہونے کے لیے کئی یگناؤں کا اہتمام کرتے تھے۔ویشیہ گھریلواور بیرونی تجارت میں مشغول ہوتے تھے۔شودروں میں لوہاروں، لھکناسازوں اور جولاہوں کوعزت کا مقام حاصل تھا۔کاشتکاروں کو مملکت کی ریڑھ کی ہڈی کے طور پر تسلیم کرتے ہوئے وشنوکندن انھیں اگراہراس کے ساتھ ساتھ 'مانیائیں' بھی عطیہ کرتے تھے۔اجتماعی شادیوں کے دوران بستر،کرسی،گاڑی،مشروب،طعام،عمارت اورزیورات کے تحفے دیے جاتے تھے۔معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اس دور میں اپنے ماں باپ اور بزرگوں سے ڈرتے اوراحترام کرتے تھے۔

13.4.5۔ مذہب

وشنوکنڈن ویدک مذہب کی پیروی کرتے تھے۔سری پروتا سوامی ان کا دیوتا تھا۔ان کا کہنا تھا کہ ان کو حکمرانی 'سری پروتا سوامی کے پدانو دھیانم' کی وجہ سے ملی ہے۔'سری پروتا' کا لفظ ان کے سکوں پر بھی کندہ ہوتا تھا۔اَمرابادمنڈل میں سری پروتا پہاڑیوں کے دامن میں اوما مہیشوری مندر موجود ہے۔یہ سری سیلم کے شمالی دروازہ کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔سری سائی لاملکر جنا بھی وشنوکنڈنوں کے دور سے ہی اس نام سے جانے جاتے ہیں۔

بدھ مت :

بدھ مت وشنوکنڈنوں کی حکمرانی کے ابتدائی زمانے میں بڑے پیمانے پر پھیلا تھا۔ابتدائی وشنوکنڈنوں نے، ہندو ہونے کے باوجود، بدھ مت کے ادارے قائم کیے تھے۔بدھ راہبوں کے لیے ملک بھر میں 'اراموں' اور 'وِراہوں' کی تعمیر کی گئی تھی۔پہلے سے موجود عمارتوں کی بڑے پیمانے پر مرمتیں کی گئی تھیں۔وشنوکنڈن آخری تلگو حکمران تھے جنھوں نے بدھ مت کی سر پرستی کی تھی۔

جین مت :

جین مت کے پیروکار شاعر'نایا سینا' کی 1115 عیسوی میں کنڑا زبان میں لکھی گئی کتاب 'دھرمامترم' میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح اطراف کے علاقوں سے سری پروتم کو اس کا نام ملا ہے۔امراوتی منڈل میں واتاورلا پلی کے قریب ملّیلا تر-تھا واقع ہے۔موجودہ 'مُنّانور' وہ مقام ہے جہاں جین مت کے پیشوا مراقبہ کرتے تھے جو کہ مونولو کہلاتے تھے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ وشنوکنڈن دور کے سماجی و معاشی حالات کا تجزیہ کیجیے۔
2۔ وشنوکنڈنوں کے زمانے کے مذہبی حالات کو بیان کیجیے۔

13.5۔ چالوکیہ دور

وشنوکنڈنوں کے زوال کے بعد، بادامی چالوکیاؤں نے تلنگانہ خطہ میں تقریباً 200 سال حکمرانی کی تھی۔اگر چہ کہ ان کا پائے تخت کرناٹک علاقے میں بادامی (واتاپی) تھا، انہوں نے باجگذاروں، صدوروں اور ویشیا پتی کو تقرر کرتے ہوئے تلنگانہ کے کچھ حصوں میں حکمرانی کی تھی۔

13.5.1۔ بادامی چالوکیہ

دکن کا علاقہ 6 ویں صدی سے 8 ویں صدی کے درمیان بادامی چالوکیاؤں کے زیر حکمرانی تھا۔جیسے ہی وشنوکنڈن اور کدمبا کمزور پڑ گئے، پُلکیشی اول نے 534ء میں بادامی (واتاپی) کو پائے تخت بناتے ہوئے چالوکیہ سلطنت کو قائم کیا تھا۔یہ چیزیں ایلیشورم کی تصانیف میں دریافت ہوئیں ہیں۔

پُلکیشی کا بیٹا، کیرتی ورمانے 557ء تا597 عیسوی کے درمیان حکمرانی کی تھی۔ اس نے کدمباؤں اور کونکن میں ماباقی موریاؤں کوشکست دی تھی اور سلطنت کو پھیلایا تھا۔ حیدرآباد میں موجودان کے کتبہ میں بتایا گیا ہے کہ اس کے بعداس کے بیٹے پُلکیشی دوم کی 609ء میں تاج پوشی کی گئی تھی۔ پُلکیشی دوم، مغربی چالوکیاؤں کا عظیم حکمران تھا، جس نے اپنے دورحکومت 609ء تا642ء کے درمیان، نہ صرف جنوبی ہند میں عظیم سلطنت قائم کی تھی بلکہ اس نے شمالی ہند کے شہنشاہ ہرش وردھن کو بھی شکست دی تھی۔ ساحلی حکمرانوں کے علاوہ اس نے کانچی پورم کے حکمران پلاواؤں کو بھی شکست دی تھی اور متعلقہ ریاستوں کے اُمراؤں کے طور پر جرنیلوں کا تقرر کیا تھا۔ اس طرح کئی کرناٹکی بحیثیت اُمراءآندھرا علاقہ میں سکونت پزیر ہوگئے تھے۔ اس عمل کے ایک حصہ کے طور پر اس کے چھوٹے بھائی کُبجا وشنو وردھن کا 624ء میں بحیثیت وینگی کے امیر تقرر عمل میں آیا تھا اور وہ وینگی سلطنت کا بانی بنا تھا۔

13.5.3۔ ویملواڈہ کے چالوکیہ

ویملواڈہ کے چالوکیاؤں نے موجودہ راجنّا سرسلّہ ضلع میں ویملوڈہ کو پائے تخت بناتے ہوئے خودمختار حکومت قائم کی تھی۔ ان کا پہلا پائے تخت نظام آباد میں بودھن تھا۔عصری ذرائعوں میں ان کے زیرحکمرانی علاقہ کو 'سبّی' منطقہ کہا گیا ہے۔

ویملواڈہ یا لیمولاواڈہ (موجودہ ضلع راجنّا سرسلّہ) کے چالوکیہ راشٹراکوٹاؤں کے وفادار تھے اوران کے تحت بطورنیم خودمختار حکمرانوں کےتقریباًدوسوسال حکمرانی کی تھی۔

ان کی خاندانی تاریخ اس طرح ہے۔ اگر چہ کہ ان کی حکمرانی کا آغاز پُلکیشی دوم کے دور 641ء سے ہوا تھا تاہم، تلنگانہ خطہ میں ان کی حکمرانی کے اثرات راشٹراکوٹا سلطنت کے دور میں بھی کافی واضح ہیں۔ ان کی زیادہ تر تاریخ کی ہمیں پتھر کے کتبوں اور تانبہ کے کتبوں کے علاوہ عصرحاضر کی تصانیف جیسے پمپی کوی کی 'وکرمارجناوجیم' ، 'آدی پُرانم' ،سومادیواسوری کی 'یشاستی لکا' اور ملِّیا ریچنا کی 'کوی جناسرایم' کے ذریعہ معلومات ملتی ہیں۔

تاہم، ان کی سیاسی اور ثقافتی اثر ورسوخ میں اضافہ موجودہ راجنا سرسلہ میں ویملواڑہ کو پائے تخت بنانے کے بعد ہی ہوا تھا۔ اسی لیے مؤرخین انھیں ویملواڑہ کے چالوکیاؤں کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ انھوں نے چارعلاقوں پر حکمرانی کی تھی: پوڈنا ناڑو (بودھن کا علاقہ)، سپدالکشادیشم یا سبی ناڑو (ضلع بھوپال پلی میں کالیشورم تک)، چینّور (ضلع منچریال کا علاقہ)، راماڑوگو وشایا (ضلع نلگنڈہ میں دیورکدرا علاقہ سے ناگرکرنول تک)۔ تاہم، راماڑوگوعلاقہ محض مختصروقفہ تک ہی ان کے زیرکنٹرول رہا تھا۔

13.5.4۔ مودی گونڈا چالوکیہ

چالوکیہ سلطنت کی ایک اہم شاخ مودی گونڈا چالوکیہ تھے۔ انھوں نے 8ویں صدی کے اواخر سے 13 ویں صدی کے ابتدائی دہے تک ضلع ورنگل کے مشرقی حصہ سے مکمل ضلع کھمم پر حکمرانی کی تھی۔ انھوں نے 350 سال تک وینگی کے شمال مغربی محافظ کے طور پرحکمرانی کی تھی۔

مودی گونڈا چالوکیاؤں کے موگل چرلہ (ضلع ورنگل) اورکوراوی (ضلع محبوب آباد) میں تانبہ کے کتبے، ان کی تاریخ کے اہم ماخذ ہیں۔کتبوں میں ہے کہ ان کا پائے تخت ضلع کھمم کے مودی گونڈا سے تقریباً 10 کلومیٹر دور تھا۔ان کی زیر حکمرانی کا مرکز ضلع ورنگل تھا۔

13.5.5۔ چالوکیاؤں کا نظم ونسق

اوپر مذکورہ سلطنتوں کے دور میں تلنگانہ خطہ میں یکساں نظم ونسق موجود نہیں تھا بلکہ یہ وقتاً فوقتاً بدلتا گیا تھا۔ایکشواکو اور وشنوکنڈنوں کی حکمرانی ستواہنوں کے مشابہ تھی۔بادشاہ سلطنت کا حاکم اعلیٰ ہوتا تھا۔اس کے فیصلے حتمی حیثیت رکھتے تھے۔وہ ویدک صحیفوں مین مذکورہ دھرما شاسترا کے مطابق حکمرانی کرتا تھا۔نظم ونسق کے اعتبار سے 'ریاست' کے وسیع ترین محکمہ ہوتا تھا۔اس پر 'مہاسینا پتی' کا حکم چلتا تھا۔اس 'ریاست' کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، 'دیشا' اور 'وشایا'۔ نظم ونسق کی سب سے چھوٹی اکائی 'گاؤں' ہوتا تھا۔گاؤں کا مکھیا 'مہاتلوارا' کہلاتا تھا۔مجسٹریٹ (جج) کو 'مہاڈنڈانائیکا' کہا جاتا تھا۔محصول جمع کرنے والوں کو 'خزانچی' کہا جاتا تھا۔

چالوکیاؤں کے دور سے تلنگانہ خطہ کا نظم ونسق، تمام کنڑا ریاست کے نظم ونسق کے مشابہ ہوگیا تھا۔تلنگانہ خطہ کے 50-70 دیہاتوں کو 'پردیشوں'، 'وشایاؤں' اور 'بھکتیوں' میں منقسم کیا جاتا تھا جن پر بالترتیب 'راشٹراپتی'، 'وشایا پتی' اور 'بھوگا پتی' حکمرانی کرتے تھے۔

13.5.6۔ معیشت

چالوکیہ دور میں لوگ زیادہ تر زراعت پر انحصار کرتے تھے۔اس ترقی کے ساتھ زمین کی اہمیت میں اضافہ ہوا تھا۔حکومت کے ملازمین، برہمن اور دیگر معززین زمینیں اور اگراہارا س کا حصول کرتے تھے اور زمیندار بن گئے تھے۔ان زمینات پر کسان کاشت کاری کرتے تھے۔آبادی میں اضافہ کی وجہ سے زراعت کی وسعت میں اضافہ ہوا تھا، جس کی وجہ سے زمین پر بوجھ بڑھنا شروع ہوا۔پانی کی دستیابی، زرخیزی اور فصل کی پیداوار کے مدنظر ٹیکسوں کا تعین ہوتا تھا۔اس وقت کی تجارتی فصلیں ناریل، سپاری، خشک میوے، آم، گنا اور کپاس وغیرہ تھیں۔زمینات کی پیائش مرتلو یا متھار، نیوا رتنا، کھندوگا اور راجامنا وغیرہ کی پیائشات کے ذریعہ کی جاتی تھی۔

آبپاشی کی کافی اہمیت تھی اس لیے حکمران ذرائع آب مہیا کرنے کی خاطر دریاؤں سے کنالوں، تالاب، کنٹے اور کنویں کھدواتے تھے۔یہ مصنوعی ذخائر 'کیرا'، 'سمندر'، 'کنٹہ' یا 'جھیل' کہلاتے تھے۔کنٹوں کی کھدوائی کو سات میں سے ایک اخلاقی خوبی سمجھا جاتا تھا۔

ان دنوں ٹیکس فصل کا 1/6 حصہ عائد تھے۔ان ٹیکسوں کے علاوہ پانی پر ٹیکس، پیشہ ورانہ ٹیکس، درآمد اور برآمد ڈیوٹی، بازار کا ٹیکس، مویشیوں، رہائش اور شادیوں پر ٹیکس عائد کیے جاتے تھے۔

اگرچہ کہ دیہاتوں میں بارٹر نظام پایا جاتا تھا، تاہم زر کا بہاؤ بھی استعمال میں تھا۔ سونے، چاندی اور تانبے کے سکے گدوانا، مدا اور درمّا کے ناموں کے تحت استعمال میں تھے۔ اناج کی پیائش سولا، منیکا، اڈّے، کُنچے، شیرُو، منوگو اور پٹّی وغیرہ کے ناموں کی پیمائشات سے کی جاتی تھی۔

13.5.7۔ معاشرہ

چالوکیہ دور میں ویدک مذہب کو اہمیت حاصل تھی۔ پیشہ ورانہ نظام مستحکم تھا۔ پیشوں میں مہارتوں کے معیار میں اضافہ کیا گیا تھا۔ 'چہارورنا کا نظام' کے تحت برہمن اول درجہ پر تھے۔ وہ معاشرہ کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ دوسرے درجہ پر شتری تھے، لیکن چالوکیہ دور میں کئی جنگیں لڑی گئیں تھیں اور کئی شودر فوج میں جنگی مقاصد سے شامل ہو کر شہرت حاصل کیے تھے۔ شتری کو بحیثیت شتریہ دھرم کے محافظ کا تصور 'چندرا ومشا' اور 'سوریہ ومشا' سلطنتوں کا دعویٰ کرنے والی تصانیف میں موجود ہے۔ چہارورنا نظام کے تیسرے درجہ پر ویش ہوتے تھے۔ وہ زیادہ تر تجارتی لین دین کو سنبھالنے والے ہوتے تھے۔ وہ شیٹی، شریشٹی اور کومٹی کے نام سے بھی جانے جاتے تھے۔ چہارورنا نظام کے چوتھے درجہ پر شودر ہوتے تھے جو زراعت، فوجی پیشہ کے ساتھ ساتھ مختلف دستکاری پیشے اپناتے تھے۔ حکمران انھیں زمینوں کے عطائے دیا کرتے تھے اور ان کی ترقی میں تعاون کرتے تھے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ چالوکیاؤں کی تاریخ کا تجزیہ کیجیے۔

2۔ چالوکیاؤں کی معیشت کو بیان کیجیے۔

13.6۔ کاکتیہ دور

Fig.13.1: Thousand pillar temple at Warangal

ستواہنوں کے زوال کے بعد کے بعد، تلگو عوام کو کاکتیوں نے متحد کیا تھا۔ انہوں نے تقریباً 250 سالوں تک مقبولیت کے ساتھ حکمرانی کی تھی۔ ان کا پہلا پائے تخت ہنمکنڈہ تھا اور پھر بعد میں اوروگلو (موجودہ ورنگل) تھا۔

وہ راشٹراکوٹہ قبیل سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو درجیا قبیلہ سے تعلق رکھنے والے شودر بتاتے تھے۔ کاکتیاؤں نے پہلے راشٹرا کوٹوں کی اور بعد میں کلیانی چالوکیاؤں کی بحیثیت سربراہان اور جرنیل کے خدمت کی تھی۔

13.6.1۔ شواہد

کاکتیاؤں کی تاریخ سے متعلق کتبے ہیں جیسے کہ منگلو کتبہ(956)، ہزار ستون مندر کا کتبہ(1163)، پالم پیٹ کتبہ(1213)،موتوپلی ابھایا کتبہ(1244)۔اہمیت کے حامل ادبی ذرائع ہیں پنڈتر ادھیاچرترا، پلکوری سومناتھ کا باسواپرانہ، ویدیا نتا کا پرتاپ ردرا یشو بھوشنم، جیاپا سینا کا نرتیا رتناولی، وینوکونڈا ولاّ بھارایا کی کریدابھی راما، کاکتی ردرا دیوا کی نیتی سرم، البیرونی کی تاریخ فیروز شاہی، تاریخ فرشتہ اور مارکو پولو کی سفرنامے وغیرہ۔

13.6.2۔ عمارتیں

ہنمکنڈہ کا ہزرستون کا مندر، پالم پیٹ میں راماپا مندر، اوروگلو(ورنگل) کا قلعہ، پلالہ مری میں کاکتیوں کی جانب سے تعمیر کردہ منادر، ناگولاپاڈو،گھناپورم وغیرہ اس دور کے فن تعمیر کی تاریخ کی عکاسی کرتے ہیں۔

13.6.3۔ سیاسی تاریخ

کاکتیہ پہلے راشٹرا کوٹوں کے باجگذار تھے اور پھر بعد میں خودمختار بنے تھے۔بیارم چیروؤ کتبہ کے مطابق اس سلطنت کے سربراہان کی ترتیب اس طرح بیان کی جاسکتی ہے۔درجیا قبیلہ سے تعلق رکھنے والا 'وینّا' کاکتیہ سلطنت کا حقیقی بانی تھا۔اس کا بیٹا گندانا، پوتا گندانا دوم اور پڑپوتا گندانا سوم بالترتیب راشٹرا کوٹوں کے جرنیل تھے۔اس کے بعد بیٹا راجا اول، پرولا راجا اول، بیٹا راجا دوم، درگا راجا اور پرولا راجا دوم نے مغربی چالوکیاؤں کے باجگذاروں کی حیثیت سے خدمات انجام دیں تھی۔

ردرادیوا (1158 - 1195)

پرولا راجا دوم کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ردرا دیوا تخت نشین ہوا تھا۔وہ ایک عظیم جنگجو تھا۔ہنمکنڈہ کے 'ہزار ستون مندر کے کتبۂ(1163)' میں ردرا دیوا کی خودمختار حکمرانی کے آغاز کے آثار ملتے ہیں۔وہ پہلا کاکتیہ حکمران تھا جس نے چالوکیاؤں کی باجگذاری کے پٹے کو نکال پھینک کر خودمختاری سے حکمرانی کی تھی۔اس کا لقب 'دیا گجا کیسری' تھا۔ وہ اس لقب کے ساتھ سکے بھی چھپواتا تھا۔

گنپتی دیوا(1199 - 1262)

کاکتیہ راجاؤں میں گنپتی دیوا سب سے عظیم جنگجو حکمران تھا۔اس کے دور میں کاکتیہ سلطنت کافی پھلی پھولی تھی۔بحیثیت حکمران اپنے عہدہ کو مظبوط بنانے کے بعد گنپتی دیوا نے سلطنت کی وسعت کی خاطر ساحلی علاقوں کی جانب اپنی توجہ مبذول کی تھی۔اپنے دور حکمرانی میں اس نے پنّے چوڑا سلطنت،کولانو ومشا سلطنت، ویلاناڈو علاقہ،جنوبی کلنگا،مغربی تلنگانہ اور شمالی تلنگانہ پر قبضہ کیا تھا۔اس نے چولا، سیوانا اور کرناٹک کے متحدہ دشمنوں کو بھی شکست دی تھی۔تکّنا سومایاجی کی ثالثی پر گنپتی دیوا نے نیلور

سلطنت میں منوماسیدھی کی مدد کی تھی۔ گنپتی دیوا کو کوئی نرد اولاد نہیں تھی اس کی صرف دو بیٹیاں رُدرمبا اور گناپمبا تھیں۔ اس کی بڑی بیٹی نے چالوکیہ کے ویرابھدرا سے شادی کی تھی اور دوسری بیٹی نے کوٹا قبیلہ کے بیتھا نکی سے شادی کی تھی۔ اس نے اپنا پائے تخت ہنمکنڈا سے اورگلو کو منتقل کیا تھا۔

رودرما دیوی (1262 - 1289)

رودرما دیوی

رودرما دیوی تلنگانہ کی تاریخ میں پہلی خاتون حکمران تھیں۔ اس نے اپنے دور حکمرانی میں بے مثال بہادری کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ مردانہ لباس میں گھوما کرتی تھی۔ اس نے گھوڑ سواری، تلوار بازی، نشانہ بازی، فوجی تربیت اور سیاست میں مہارت حاصل کی تھی۔ رودرما دیوی کے دور حکمرانی کے ابتدائی دنوں میں یادوا حکمران مہادیوا نے جب سنا کہ کاکتیہ سلطنت کی حکمران ایک خاتون بنی ہے تو وہ کاکتیہ سلطنت پر حملہ آور ہوا لیکن رودرما دیوی نے بڑی بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے یادوا فوج کو شکست دی تھی اور ان کے زیر کنٹرول قلعہ بیڑا (بیدر) کو بھی قبضہ کرتے ہوئے معاوضہ کی بڑی رقم حاصل کی تھی۔ موثر طریقے سے چولا اور پانڈیا کے حملوں کو ناکام بنادیا تھا۔ اس کے رشتے کے بھائیوں ہری ہرا اور موراہری نے بغاوت کردی تھی تب بھی اس نے ان کی بغاوت کو ناکام کردیا تھا۔ رودرما دیوی کو اپنی دور حکمرانی میں وفاداروں کی امداد حاصل تھی جیسے کہ گونا گنّا ریڈی، راچرلہ پراسادتیہ، کیاستھا جنی گا دیوا، اندولوری انپّا اور ویرالیا سوری۔ اس کو 'رایا گجا کیسری' کا لقب دیا گیا تھا کیوں کہ وہ اپنے باپ کی ہم پلہ تھی۔

پرتاپ ردرادوم

رودرما دیوی کی بھی کوئی مرد اولاد نہیں تھی۔ اسی لیے اس نے اپنی بڑی بیٹی ممّادمّا کے بیٹے پرتاپ ردرا کو اپنا ولی عہد اعلان کردیا تھا۔ وہ کاکتیہ سلطنت کا آخری حکمران تھا۔ پرتاپ ردرا نے حکمران بننے کے بعد کئی کامیاب حملے کیے تھے۔ اس نے کیاستھا امبادیوا کو شکست دی تھی۔ منوماسیدھی کے پوتے راجا گونڈا گوپالا کی حمایت کرتے ہوئے اس نے نیلور پر بھی حملہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ پانڈیوں کے وراثتی جھگڑے کو بھی حل کروایا تھا۔

دہلی کے سلطان کا اورگلو پر حملہ اہم کلید ثابت ہوا تھا۔ پہلا حملہ 1303ء میں ہوا تھا اور ان کو اوپر پلی میں کاکتیہ فوج کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی۔ لیکن 1309ء میں جب ملک کافور (صبور بھائی اول جس کا تعلق سولنکی سلطنت سے تھا اور جسے جنگ میں قید کرلیا گیا تھا، اس نے اسلام قبول کرلیا تھا، بعد میں ترقی کرتے ہوئے جنرل کا عہدہ حاصل کرچکا تھا) اورگلو پر حملہ آور ہوا تھا تب پرتاپ ردرا کو علاالدین خلجی کی فوج سے شکست ہوئی تھی۔ پرتاپ ردرا نے بہت بڑی رقم، ان گنت ہاتھیوں اور گھوڑوں کو پیشکش کی تھی اس کے ساتھ ساتھ سالانہ خراج کی ادئیگی پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ امیر خسرو نے دعوٰی کیا تھا کہ ملک کافور نے اورگلو سے دہلی کو مال غنیمت ایک ہزار اونٹوں پر لاد کرلایا تھا۔ لیکن اس کے باوجود دہلی سلطان کے مسلسل حملوں کو وجہ سے اسے بے تحاشہ نقصانات اٹھانے پڑے تھے۔ آخرکار، پرتاپ ردرا نے دریاء نرمدا میں چھلانگ لگا کر اپنی جان کی قربانی دے دی تھی۔

13.6.4۔ نظم ونسق - نایَنکارانظام

کاکتیہ دورحکمرانی میں روایتی بادشاہی نظام نافذالعمل تھا۔بادشاہ مطلق العنان ہوتا تھا، درباری وزیر جن میں وزیرِاعظم، دیگر وزراءوغیرہ شامل ہوتے تھے، بادشاہ کوحکومتی کام کاج میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ان کے ہاں جملہ 72 وزاء ہوتے تھے۔ان تماوزراء کی مدد کے لیےایک عہدیدار ہوتا تھا جسے 'بِرہت تھارا نِیو دھی پتی' کہا جاتا تھا۔لوگوں کو بلالحاظ ذات قابلیت کی بنیاد پرتمام عہدوں پر فائزہونے کی منظوری تھی۔

سلطنت کو ناڈوں، ناڈوں کواستھلاؤں اوراستھلاؤں کودیہاتوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔کمّا ناڈو، پاکا ناڈو، رے ناڈو، سبی ناڈووغیرہ، اُس دور کےاہم ناڈو تھے۔ایک استھلا میں 10 تا60 دیہات ہوتے تھے۔دیہات آخری اکائی تھے۔گاؤں کےنظم ونسق کے لیے12 آیاگار ہوتے تھے، جیسے کہ ریڈی، تلاری، کرانم اور پروہت وغیرہ۔

نایَنکارانظام : نایَنکارانظام کاکتیاؤں کی اہم فوجی پالیسی تھی۔یہ جاگیرداری نظام کی طرح تھا۔بادشاہ کی اطاعت اس کی اہم خصوصیت تھی۔بادشاہ نایَنکاروں کوچند دیہات عطاکرتے تھے۔بدلے میں نایَنکاردیہات سے گذرنے والی افواج کوقیام وطعام کا انتظام کرتے تھےاور جنگ کے دوران بادشاہ کا تعاون کرتے تھے۔انھیں باقاعدگی کے ساتھ بادشاہ کوخراج ادا کرنا پڑتا تھا۔اس دور میں جملہ 72 نایَنکار تھے۔ہرنایَنکارایک قلعہ کی حفاظت کا ذمہ دارتھا۔اس پالیسی کو بعد میں وجےنگر کے حکمرانوں نے امرانایَکا نظام کےطورپرمتعارف کروایا تھا۔

13.6.5۔ سماجی - معاشی حالات

بحث کیجیے

آبادی کےنمواورخواندگی کے درمیان کیاتعلق پایاجاتاہے؟

اگرچیکہ کاکتیہ شودر تھے،تاہم انھوں نے بادشاہی نظام کی پیروی ک
کی نسبت سے کئی ذیلی ذاتیں تشکیل دی گئیں تھیں۔کئی ذات کمیونٹیاں 'سمایا
صدرمنتخب کرتی تھی۔جوذات کے تحفظ کی خاطر جدوجہد کرتا تھا۔ذات کی مـ
ہی حل کرلیتے تھے،کبھی کبھار،ان میں سنجیدہ تنازعات بھی پیدا ہوجاتے تھے۔مسلمانوں کےحملوں کے وقت ان میں سے چند نے مکمل تعاون نہیں کیاتھا جس کی وجہ سے کاکتیہ سلطنت تباہ ہوگئی۔

کاکتیہ سلطنت سطح مرتفع دکن کے خطہ میں واقع تھی، جہاں پانی کے ذرائع اورزرخیزمٹی کی قلت تھی،اسی لیےشروعات میں ان کےخزانے میں کمی تھی۔لیکن گنپتی دیوا کی فوجی فتوحات، زرعی سرگرمیوں اورتجارتی محصولات کے ذریعہ خزانہ بھرگیا تھا۔

13.6.6۔ کاروباراورتجارتی معاملات

کاکتیہ دورمیں زراعت کے بشمول، کئی صنعتیں بھی فروغ پائیں تھیں۔پالکوری سومناتھ نے اپنی کتاب 'پنڈترادھیاچرترا' میں 20 سے زیادہ ملبوسات کا ذکرکیا ہے۔ورنگل میں رتناکمبل اورمخمل کے کپڑے بنائے جاتے تھے۔مندروں میں اکثر 'پنچ لوہے' سے بنے اشیاء جیسے دھاتی گھنٹیاں، تانبے کے چراغ وغیرہ استعمال کیے جاتے تھے۔

نرل میں بنائی جانے والی چاقوئیں بیرونی ممالک میں کافی مقبول تھیں۔ مارکو پولو بتاتا ہے کہ گولکنڈہ علاقہ میں ہیرے کی کانیں تھیں۔اوروگلو، پناگلو،جیڈ چرلہ، عالم پور، مکتھل، منتھنی وغیرہ چند مشہور تجارتی مراکز تھے۔

موتوپلی بیرونی تجارت کا سب سے بڑا مرکز تھا جبکہ کرشنا پٹنم،ہنسل دیوی اور مچھلی پٹنم بیرونی تجارت کے دیگر مراکز تھے۔

اس دور میں پیشہ ورانہ اور تجارتی سرگرمیوں کا کاروبار میں کلیدی رول تھا۔دو قسم کی تجارت ہوتی تھی، گھریلو اور بیرونی۔ پہلا گروپ 'ناکارم' کہلاتا تھا اور دوسرا گروپ 'ناندیشی' اور 'پیکّندرو' کہلاتا تھا۔تجارت مجموعی طور پر ویشیاؤں کے ہاتھوں میں مرکوز ہوتی تھی۔انھیں شیٹی اور شریستی کہا جاتا تھا۔اہم مراکز کو جوڑتے ہوئے سڑکیں بھی تعمیر کی گئیں تھیں۔

13.6.7۔ مذہب - فن تعمیر

کاکتیہ دور میں جین مت اور بدھ مت کا زوال ہو چکا تھا۔گوتم بدھ کو وشنو کے دس اوتار میں سے ایک کے طور پر قبول کرنے کے ساتھ ہی بدھ مت ہندومت مین ضم ہو چکا تھا۔ 12 ویں صدی کے کاکتیہ حکمرانوں نے جین مذہب کو اپنایا تھا۔راجہ پرولا دوم کے دور سے شیوازم کو مضبوط کیا گیا تھا۔

اس دور میں سنگ تراشی اور فن تعمیر کو کافی عروج ملا تھا۔اونچی چھتیں، پتھر سے بنے گول ستون، بوٹی دار خوبصورت نقاشی والے ستون، پتھر کی کمانیں، راج ہنس اور کنول کاکتیائی فن تعمیر کی پہچان تھے۔ریت کی بنیادوں پر عمارتیں ان کی خاص خوبی تھی۔ یہ بات اہم ہے کہ ان کی فن تعمیر میں کہیں بھی سمنٹ یا گچی کا استعمال نظر نہیں آتا ہے۔ہنمکنڈا میں سدیشورا مندر اور پدماکشی مندر کو پرولا راجہ اول نے تعمیر کروایا تھا۔ہنمکنڈا کا مشہور ردریشورا مندر (ہزار ستونوں کا مندر) ردرادیوی نے تعمیر کروایا تھا۔اس میں تثلیث یعنی شیو، وشنو اور سورج کی پوجا کی جاتی ہے۔یہاں موجود نندی کا مجسمہ کافی حد تک زندہ بیل سے مشابہ ہے۔مندر کے چاروں طرف پتھروں کو تراش کر بنائی گئی کمانیں موجود ہیں۔ یہ سب اس دور کے سنگ تراشوں کی فن تعمیر میں مہارت کا ثبوت ہیں۔

کاکتیاؤں کی فن تعمیر میں موجودہ مُلگُو ضلع کے پالم پیٹ میں واقع راماپا مندر کافی مشہور ہے۔اس ستارہ کی شبیہہ والے مندر کو گنپتی دیوا کے سپہ سالار ریچرلہ ردرا نے 1213 عیسوی میں تعمیر کروایا تھا۔اس کی چھت پر رامائن، بھاگوتہ اور شیواپُرانہ کی داستانیں کندہ کی ہوئی ہیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ کاکتیہ کے خودمختار حکمرانوں کے بارے میں بیان کیجیے۔

2۔ کاکتیہ دور کے سماجی اور معاشی حالات کی وضاحت کیجیے۔

3۔ کاکتیاؤں کے مذہبی فن تعمیر کے بارے میں بیان کیجیے۔

13.7۔ گولکنڈہ کے قطب شاہی

دکن میں بہمنی سلطنت کا مرکز گلبرگہ تھا۔ بتدریج یہ علاقائی سلطنت طاقتور ہوگئی اور بہمنیوں نے تلنگانہ خطہ کو بھی زیر قبضہ کیا تھا۔لیکن محمد شاہ(1463 - 1482) کے دورحکمرانی میں بہمنی سلطنت کے زوال کا آغاز ہوا تھا۔قلی قطب الملک بہمنی سلطان کے وفادار تھے،لیکن بہمنی سلطنت کے بکھرنے کے بعد میں انہوں نے گولکنڈہ کو پائے تخت بناتے ہوئے 1518ء میں قطب شاہی سلطنت کوقائم کی تھی۔

قطب شاہی	
سلطان قلی قطب الملک	1518 - 1543
جمشید قلی قطب شاہ	1543 - 1550
سبحان قلی قطب شاہ	1550 - 1550
ابرہیم قلی قطب شاہ	1550 - 1580
محمد قلی قطب شاہ	1580 - 1612
سلطان محمد قطب شاہ	1612 - 1626
عبداللہ قطب شاہ	1626 - 1672
ابوالحسن تانا شاہ	1672 - 1686

قلی قطب الملک(1518 - 1543 عیسوی) :

گولکنڈہ سلطنت کے بانی سلطان قلی قطب الملک تھے،ان کے آباءواجداد وسط ایشیاء سے تعلق رکھتے تھے۔انھوں نے گلبرگہ کی جنگ میں بہمنی سلطان کی جان بچائی تھی،انہیں تلنگانہ خطہ کے لیے 'طرف دار' کے عہدہ پر تقرر کیا گیا تھا۔انہوں نے گولکنڈہ سلطنت اور قلعہ کو مستحکم کرنے کی کوشش کی تھی۔آخرکار، 99 سال کی عمر میں ان کے بیٹے جمشید قلی نے ایک سازش کے تحت انھیں قتل کروادیا تھا۔

13.7.1 حکومت - دربار

قطب شاہی جنھوں نے تلگو، مرٹھا اور کنڑّی عوام پر گولکنڈا کو پائے تخت بناتے ہوئے تقریباً 175 سال تک حکمرانی کی تھی، عوام کے لیے متاثر کن نظم ونسق فراہم کیا تھا۔قطب شاہی نظم ونسق میں سلطان کا رتبہ سب سے اعلٰی ہوتا تھا، مجلسِ دیوان داری(وزیروں کی کونسل) سلطان کے احکامات کی پابجائی کرتے تھے۔بعض اوقات سلطان اپنے آپ کو 'ضل الٰہی(خدا کا عکس)' کہلواتے تھے۔میر جملہ(وزیراعظم)، عین الملک(وزیر دفاع)، خزان دار(خازن)، مجمدار(محاسب)، شہرانویس(دفتری تحریروں کا

Fig. 13.2: Golconda fort

محافظ)،کوتوال(امن وامان کی برقراری کا نگران کار) سلطان کے معاونین میں شامل تھے۔

13.7.2۔ نظم ونسق

قطب شاہوں نے اپنی سلطنت کو 'طرفوں' میں تقسیم کیا تھا۔شواہد بتاتے ہیں کہ ابوالحسن تاناشاہ کے دورحکمرانی میں گولکنڈہ سلطنت کی جملہ 6 طرفیں تھیں۔'طرف' کے امیر کا تقرر سلطان کرتا تھا جسے طرفدار کہا جاتا تھا۔طرفوں کو سرکاروں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔معلومات کے مطابق سلطنت میں جملہ 37 'سرکاریں' تھیں۔پرگنہ اور تعلقہ دیگر انتظامی تقسیمیں تھیں۔پرگنہ کی سطح پر فوجدار، سرکار، حوالدار اور دیگر عہدیدار ہوتے تھے۔'سرکاروں' (اضلاع) کو مزید سیمی یا سیما میں تقسیم کیا جاتا تھا۔بیلم کونڈا سیما، وینوکونڈا سیما، نظام پٹنم سیما، کونڈاپلی، مچھلی پٹنم، ایلورو، راجہ منڈری وغیرہ اہم علاقے تھے۔انتظامیہ کی سب سے آخری اکائی دیہات ہوتا تھا۔دیہات کا نظم ونسق گاؤں کے صدر مقدم(منتظم)،اور کلکرنی (دیہات کی سطح کا محاسب) کی زیر نگرانی ہوتا تھا۔

13.7.3۔ سماجی ومعاشی حالات

اُس وقت معاشرہ ہندو، مسلم اور عیسائیوں پر مشتمل تھا۔اس علاقہ کے مسلم سنّی اور شیعہ تھے۔چونکہ قطب شاہی شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اسی لیے حکمرانی میں شیعوں کو مراعات حاصل تھیں۔اعلی عہدے زیادہ تر انھیں ہی دیے جاتے تھے۔سنّیوں کو بعد میں ترجیح دی جاتی تھی۔معاشرہ میں زیادہ تر لوگ اپنی ذات کی مناسبت سے پیشہ اختیار کرتے تھے۔ہندو مسلم ہم آہنگی کو غلبہ حاصل تھا۔محرم کا تہوار دونوں کمیونٹیوں کی عوام نہایت جوش وخروش سے مناتے تھے۔علماء، صوفیاء مذہبی ہم آہنگی پر کافی زور دیتے تھے۔

13.7.4۔ مذہبی حالات

قطب شاہیوں کی بہت زیدہ بردبار کے طور پر تعریف کی جاسکتی ہے۔وہ ہندوؤں کے رسم ورواج کا احترام کرتے تھے، جو کہ ان کی سلطنت میں آبادی کا بہت بڑا فیصد رکھتے تھے۔ہندو منادر اور ادیبوں کا احترام کیا جاتا تھا۔ابوالحسن تاناشاہ نے شنکرا گیری اور پلواچہ دیہات بھدرا چلم مندر کو عطیہ دیا تھا۔

13.7.5۔ تہذیبی حالات

قطب شاہیوں کو اندازہ تھا کہ گولکنڈہ سلطنت کی زیادہ تر آبادی کی مادری زبان تلگو ہے۔چند سلطان تو تلگو زبان میں مہارت رکھتے تھے۔انہوں نے کئی تلگو شاعروں اور ادیبوں کی عزت افزائی کی تھی۔دکن کی عہد وسطی کی تاریخ میں کسی دوسرے مسلم حکمران نے اس طرح کی بردباری کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ابراہیم قلی قطب شاہ کے دورحکمرانی میں تو گولکنڈہ تلگو عوام کے لیے' بھوونا وجیم' بن چکا تھا۔اس دور کے سب سے اہم شاعر اڈنکی گنگا دھر('تپتی سورنو پکھیانم' کا مصنف)،شاعر ردراکوی، پونا گنٹی تیلا گا گنا رایوڈو، گنیش پنڈت، سارنگا تمیّا اور کشیترّیا جسے بابائے پدا کوی کہا جاتا ہے۔وہ سلطان کے دربار میں حاضری دیتا تھا اور ہزاروں

نظمیں سنا چکا تھا۔

13.8۔ آصف جاہی دور

Asafjahis	
Mir Qamaruddin Khan Nizam-ul-Mulk (Asaf Jah I)	1724 to 1748
Nizam Ali Khan (Asaf Jah II)	1762 to 1803
Mir Akbar Ali Khan Sikander Jah (Asaf Jah III)	1803 to 1829
Mir Farkhunda Ali Khan Nasir-ud-daula (Asaf Jah IV)	1829 to 1859
Mir Tahniat Ali Khan Afzal-ud-Daula (Asaf Jah V)	1857 to 1869
Mir Mahboob Ali Khan (Asaf Jah VI)	1869 to 1911
Mir Osman Ali Khan (Asaf Jah VII)	1911 to 1948

اورنگ زیب نے 1687 عیسوی میں گولکنڈہ پرحملہ کیا تھا اوراسے مغل سلطنت میں شامل کرلیا تھا۔ اس کے بعد سے 1724ء تک یہ مغل شہنشاہیت میں شامل تھی۔ پھر مغل نائب السلطنت، جنھیں نظام الملک کا لقب دیا جاتا تھا، میر قمرالدین علی خان نے خودمختاری کا اعلان کرتے ہوئے 1724ء میں سلطنت حیدرآباد کو قائم کیا تھا۔

ان کا اصل نام میر قمرالدین تھا، وہ اورنگ زیب کے دربار میں منصب دار تھے۔ اورنگ زیب نے انھیں 'چن قلیج خان' کا خطاب دیا تھا۔ اورنگ زیب کی وفات بعد نظام الملک نے دکن کے گورنر مبارز خان کو 1724ء میں بیرار میں 'شکرکھیڑا' کی جنگ میں شکست دے کرکو دمختاری کا اعلان کیا تھا۔ مغل شہنشاہ نے ان کی خودمختاری کو قبول کرتے ہوئے انھیں 'آصف جاہ' کے خطاب سے نوازا تھا۔ اس کے بعد سے تلنگانہ خطہ میں آصف جاہی حکمرانی کا آغاز ہوا تھا۔

13.8.1۔ سالار جنگ کی اصلاحات

معاشی اصلاحات:

ریاست حیدرآباد کے وزیراعظم، سالار جنگ کی متعارف کردہ اصلاحات میں معاشی اصلاحات کی کلیدی حیثیت ہے۔ ٹیکس چوری کو روکنے کی خاطر سالار جنگ نے حکومت کی طرف سے تعلق داروں کی خدمات حاصل کیں اوران کے ذریعہ کسانوں سے ٹیکس وصول کرنا شروع کیا تھا۔ ان عہدیداروں کی تنخواہیں حکومت ادا کرتی تھی۔ اس کی وجہ سے حکومت کا کسانوں سے راست رابطہ قائم ہوا تھا۔ لوگوں کو درمیانی بروکروں کے نظام سے چھٹکارا حاصل ہوا تھا۔

سالار جنگ سے قبل، حکومت کے علاوہ خانگی افراد بھی سکّے ڈھالتے تھے۔ جس کے سبب نقلی سکّے متعارف ہوئے تھے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ سکّوں کو ڈھالنا مکمل طور پر صرف حکومت کی ذمہ داری ہے۔

حمل ونقل میں اصلاحات:

انہوں نے حمل ونقل کی سہولیات میں بہتری لانے کے لیے سڑکوں اور ریلوے کو قائم کیا تھا۔ 1868ء میں انھوں نے حیدرآباد سے شولا پور کے درمیان پکی سڑک بنوائی تھی۔ انھوں نے مدراس سے بمبئی جانے والی ریلوے لائن کو جوڑتے ہوئے واڑی سے حیدرآباد تک ریلوے لائن ڈالی تھی۔ 1871ء میں دورناکل اور الاناڈو سے سنگارینی کوئلہ کی کانوں تک ریلوے لائن ڈالی تھی۔ بعد میں اسے وجئے واڑہ تک وسعت دی گئی تھی۔

تعلیمی اصلاحات - کتب خانہ تحریک

سالار جنگ نے تعلیم کی عظمت اور ترقی میں اس کے رول کا اندازہ لگایا تھا اور یہ محسوس کیا تھا کہ بہتر حکمرانی کو معیاری تعلیم فراہم کرنے کے لیے اہل حکام کی ضرورت ہوتی ہے۔

ریاست حیدرآباد میں 1805ء میں ایک فوقانیہ اسکول قائم کیا گیا تھا۔مغربی تعلیم فراہم کرنے کے لیے سٹی ہائی اسکول، چادرگھاٹ ہائی اسکول وغیرہ قائم کیے گئے تھے۔1870ء میں انہوں نے انجنیئر نگ اسکول قائم کیا گیا تھا۔ 1873ء میں اعلیٰ طبقہ کے بچوں کے لیے مدرسہ عالیہ قائم کیا گیا تھا۔انہوں نے حکمران خاندان کے بچوں کے لیے 1878ء میں مدرسہ جاہ قائم کیا گیا تھا۔

تعلیم کو فروغ دینے کی خاطر ریاست حیدرآباد میں متعدد کتب خانوں کو قائم کیا گیا تھا۔تاہم، ان میں سے زیادہ تر رضا کارانہ کتب خانے تھے۔19 ویں صدی کے دوسرے نصف میں دانشوروں کے ظہور کے ساتھ ہی کتب خانہ تحریک کا آغاز ہوا تھا۔اس تحریک نے تلنگانہ خطہ میں سماجی، تہذیبی اور سیاسی شعور لایا تھا۔کتب خانے علم کے مراکز کے طور پر کام کرتے تھے۔تاہم، نظام حکومت نے اس کی ہمت افزائی نہیں کی تھی۔نہ عہدیدار اور نہ ہی دفتری زبان نے تلگو کتب خانوں کے قیام میں تعاون کیا تھا۔یہاں تک کہ زمینداروں اور نوآبادکاروں نے بھی کتب خانوں کو فروغ نہیں دیا تھا۔جنھوں نے کتب خانوں کے قیام کی خاطر حکومت کے غضب کا سامنا کیا اور جیلوں میں رہے تھے، شائد صرف تلنگانہ میں ہی ملیں گے۔تلنگانہ میں پہلا کتب خانہ سوما سندرا مودلیار نے 1872ء میں قائم کیا تھا۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجیے۔

1۔ قطب شاہیوں کی تاریخ بیان کیجیے۔

2۔ آصف جاہیوں کی تاریخ کی وضاحت کیجیے۔

3۔ سالار جنگ کی اصلاحات کا تجزیہ کیجیے۔

13.9۔ خلاصہ (کلیدی نکات)

☆ تلنگانہ خطہ سطح مرتفع دکن میں واقع ہے۔

☆ ستواہانہ سلطنت وہ پہلی سلطنت تھی جس نے مکمل تلنگانہ خطہ کو یکجا کیا تھا۔

☆ اس خطہ پر ستواہنوں کے بعد وشنو کنڈنوں نے حکمرانی کی تھی۔

☆ وشنو کنڈنوں کے بعد اس خطہ پر کچھ وقت کے لیے چالوکیاؤں نے حکمرانی کی تھی۔

☆ کاکتیہ دوسری اہم سلطنت تھی جس نے اس خطہ پر چالوکیاؤں کے بعد حکمرانی کی تھی۔

☆ کاکتیہ دور حکمرانی میں یہ خطہ کافی خوشحال ہوا تھا۔

☆ تلنگانہ خطہ کی پہلی خاتون حکمران رانی ردرما دیوی تھی۔

☆ کاکتیوں کے بعد اس خطہ پر کچھ وقت کے لیے پدما نا ئیکاؤں نے حکمرانی کی تھی۔

☆ کاکتیوں کے بعد اس خطہ پر تقریباً150 سال تک قطب شاہیوں نے حکمرانی کی تھی۔

☆ قطب شاہیوں نے رواداری کے ساتھ حکمرانی کی تھی۔

☆ مغل حملے کے بعد قطب شاہی سلطنت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔

☆ اورنگ زیب کی وفات کے بعد دکن کے علاقے میں آصف جاہی حکمرانی کا آغاز ہوا تھا۔

☆ آصف جاہی نظم و نسق میں سالار جنگ کی اصلاحات بہت اہم تھیں۔

13.10۔ تمثیلی سوالات برائے امتحانات

I۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 1 یا 2 جملوں میں لکھیے۔

1۔ وشنوکنڈنوں نے کن یگناؤں کا اہتمام کیا تھا؟

2۔ چالوکیاؤں کے انتظامی تقسیم کیا تھی؟

3۔ کاکتیوں کی تعمیر کردہ عمارتوں کے نام لکھیے۔

4۔ کاکتیہ دور میں بدھ مت کے بارے میں لکھیے۔

5۔ کتب خانہ تحریک کی اہمیت کی وضاحت کیجیے۔

II۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 4 یا 5 جملوں میں لکھیے۔

1۔ بادامی چالوکیاؤں کے بارے میں بیان کیجیے۔

2۔ چالوکیاؤں کی حکمرانی کے بارے میں بیان کیجیے۔

3۔ رانی ردر مادیوی کے بارے میں لکھیے۔

4۔ کاکتیوں کی تجارت اور کاروباری لین دین کے بارے میں بیان کیجیے۔

5۔ قطب شاہیوں کی تہذیبی خدمات کے بارے میں لکھیے۔

6۔ میر قمرالدین علی خان کے بارے مین وضاحت کیجیے۔

III۔ مندرجہ ذیل ہر سوال کا جواب 8 یا 10 جملوں میں لکھیے۔

1۔ چالوکیاؤں کی معاشی حالات کا تجزیہ کیجیے۔

2۔ کاکتیوں کی مذہبی تعمیرات کا تجزیہ کیجیے۔

3۔ سالار جنگ کی اصلاحات کا تجزیہ کیجیے۔

13.11۔ حوالہ کتاب

1) ڈاکٹر بی۔آر امبیڈکر یونیورسٹی کی اشاعت: آندھراپردیش کی تاریخ 1687ء تک۔

2) تاریخ انٹرمیڈیئٹ سال دوم: تلگواکیڈمی

ریاست تلنگانہ۔تحریک وتشکیل

14 Telangana State Formation-Movement

آموزشی محاصل:

☆ وضاحت کرے گا کہ کس طرح تلنگانہ بادشاہت جمہوری حکمرانی میں تبدیل ہوا؟

☆ تلنگانہ اور آندھراپردیش کے انضمام کے وجوہات کی وضاحت کرے گا۔

☆ ''شریفانہ معاہدہ'' کے اہم نکات کا تجزیہ کرے گا۔

☆ 1969ء کی تحریک کی وجوہات کی وضاحت کرے گا۔

☆ تلنگانہ اور آندھراپردیش کی ترقی کے مابین مماثلت اور فرق کا تجزیہ کرے گا۔

☆ ریاست تلنگانہ کی اہم تحریکوں میں طلباء JAC اور سیاسی پارٹیوں کے رول کی وضاحت کرے گا۔

☆ علیحدہ ریاست تلنگانہ کے اعلان کا باعث بننے والے حالات کی وضاحت کرے گا۔

☆ تلنگانہ تحریک میں احتجاج کی مختلف شکلوں کی وضاحت کرے گا۔

14.1۔ تعارف

وہ لوگ جو محسوس کرتے تھے کہ اپنے وسیع علاقے اور ثقافتی اعتبار سے متنوع خطے میں وسائل کا استعمال صرف ایک علیحدہ ریاست کے ذریعے ہی ممکن ہے اور اس کو صرف تحریک تلنگانہ کے واحد ذریعہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ بالآخر اُن لوگوں کی کوششیں کارگر ثابت ہوئیں اور 2؍جون 2014ء کو ایک علیحدہ تلنگانہ ریاست کی تشکیل ہوئی۔

14.2۔ آزادی کے بعد

آزادی کے وقت ہندوستان میں 550 ریاستیں خودمختار دیسی ریاستیں موجود تھیں۔ جب انگریز ہندوستان چھوڑ کر جانے لگے تو یہ ریاستیں بھی آزاد ہو چکی تھیں۔ انھیں یہ اختیار دیا گیا کہ وہ ہندوستان یا پاکستان میں شامل ہونے یا آزاد رہنے کا فیصلہ کریں۔ کچھ ریاستوں نے آزاد رہنے کو ترجیح دی۔ حیدرآباد انھیں میں سے ایک تھا۔ نظام میر عثمان علی خان نے اعلان کیا کہ حیدرآباد ایک آزاد مملکت رہے گی۔

14.2.1۔ ریاست حیدرآباد۔ ہندوستان میں انضمام

ریاست حیدرآباد 16 اضلاع میں سے تلنگانہ 8 اضلاع ایسے تھے جہاں تلگو بولنے والوں کی اکثریت تھی۔ 5 اضلاع میں مراٹھی

Fig. 14.1: Sardar Vallabhbhai Patel, Mir Osman Ali Khan

اور 3 اضلاع جہاں کنڑا زبان بولنے والے غالب تھے۔ ہندو آبادی 8 فیصد تھی۔

مسلم آبادی 11 فیصد تھی۔ ماقی عیسائی، جین، سکھ اقلیتیں تھیں۔ اس طرح ریاست حیدرآباد معاشرتی، لسانی اور ثقافتی طور پر ہم آہنگ زندگی گزارنے والوں کی ایک انوکھی مثال ہے۔

ایک طرف عوام نظام کے خلاف تھے اور دوسری طرف قوم ہند حمایتی اور نظام کے رضا کار حامیوں کے خلاف تھے۔ عوام ہندوستان میں شمولیت چاہتے تھے۔ اندرونی خلفشار کو محسوس کرتے ہوئے حکومت ہند نے فوجی ایکشن کے ذریعہ ریاست حیدرآباد کا انڈین یونین میں انضمام عمل میں لایا۔ یہ فوجی ایکشن ''پولیس ایکشن'' بھی کہلاتا ہے۔ اس طرح ریاست حیدرآباد کا 17 رستمبر 1948ء کو ہندوستان میں انضمام عمل میں آیا۔

14.2.2۔ پہلے عام انتخابات۔ جمہوری حکومت

25 رجنوری 1950ء کو دستورِ ہند نافذ العمل ہوا۔ اور پہلے عام انتخابات 1952ء میں منعقد کئے گئے۔

14.2.3۔ ملکی تحریک

بیسویں صدی کے اوائل میں نظام کی حکومت کے دوران شمالی ریاستوں کے افراد حیدرآباد میں روزگار سے منسلک تھے۔ اس طرح تلنگانہ کے بے روزگار افراد نے 1910ء سے 1918ء تک مقامی افراد کو روزگار کے مواقعوں کے لئے تحریک میں حصہ لیا۔ اس مطالبے کے نتیجے میں 1919ء ملکی قوانین کا آغاز ہوا۔ اس ملکی قوانین کی رو سے ریاست میں روزگار کے مواقع صرف مقامی افراد کو ملنا چاہئے۔ ملکی (مقامی فرد) ایسے افراد ہوں گے، جو تقریباً 15 سال تک اُس علاقے میں رہ رہے ہوں۔ کسی فرد کو ملکی کے طور پر تسلیم کرنے کے لئے متعلقہ حکام کو ایک اعلامیہ بھی پیش کرنا ہوگا۔ ان ضوابط سے مقامی افراد کو روزگار کا تحفظ فراہم ہوتا ہے۔ تاہم ان قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہزاروں غیر مقامی افراد نے مقامی ملازمتوں میں شمولیت اختیار کی اور تلنگانہ کے نوجوانوں کے مواقعوں کو محروم کردیا۔

ہندوستان میں انضمام کے بعد تشکیل پانے والی عوامی حکومت کو ملکی قواعد اور ملازمت کی پالیسیوں کے بارے میں صحیح طور پر بخوبی آگاہ ہی نہیں تھی۔ جس کے بعد انھوں نے ملکی قوانین کا تعین کیا تھا۔

ان تمام پیشرفتوں کے نتیجے میں طلباء اور بے روزگاروں نے مشترکہ ایکشن کمیٹی تشکیل دی اور ریالیاں نکالی۔ بھاری تعداد میں

عوام نے احتجاج کیا۔کئی ریالیاں نکالی گئیں۔اورنعرے جیسے ''غیر مقامی واپس جاؤ''، ''اڈلی سامبھر واپس جاؤ'' لگانے لگے۔اس کے نتیجے میں حکومت نے ملکی قوانین پر نظر ثانی کی اور مختلف طبقات کے ساتھ مشورہ کیا اور غیر مقامی افراد کو نکالا گیا۔لیکن اس پر عمل آوری نہ ہوسکی، کیونکہ ملک میں لسانی بنیاد پر ریاستوں کی تشکیل کے مسئلہ کی وجہ سے اس میں رکاوٹ آئی۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1۔ ملکی کیا ہے؟

2۔ مختلف ذرائع کے ذریعہ غیر مقامی لوگوں کو مقامی مواقع سے محروم کرنے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

14.3۔ دو ریاستوں کا انضمام

ریاست مدراس کی جانشینی اور کرنول کے دارالحکومت کے ساتھ آندھرا ریاست کی تشکیل، ہندوستان میں زبان کی بنیاد پر نئی ریاستوں کی تشکیل کے لئے ریاستوں کی تنظیم نو کا قیام 1953ء میں قائم کیا گیا۔ یہ کنڑا کی میسور ریاست میں اور مراٹھی کی بامبے ریاست میں ضم کرنیکی سفارش کرتا ہے۔آندھرائی عوام تلنگانہ میں ملنے کے لئے تیار تھے، لیکن تلنگانہ عوام آندھرا میں ملنے کے خلاف تھے۔

تلنگانہ عوام میں تشویش پائی جاتی تھی کہ آندھرائی افراد اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں جب کہ تلنگانہ کے عوام کم تعلیم یافتہ ہیں۔اس طرح تعلیمی میدان میں پیچھے رہنے کی وجہ سے احساس کمتری کا شکار ہوجائیں گے۔اور آبپاشی پراجکٹس سے محروم رہ جائیں گے۔اس مسئلہ کے حل کے لئے مرکزی حکومت دونوں علاقوں کے لیڈرس کو دہلی میں ملاقات کے لئے بلوایا اور ایک معاہدہ ''شریفانہ معاہدہ'' تشکیل دیا گیا۔اس طرح اس معاہدہ نے ریاستوں کے انضمام کی راہ ہموار کی۔

14.3.1۔ شریفانہ معاہدہ

وزیر اعظم جواہرلال نہرو کی نگرانی میں ریاستی تنظیم نو کمیشن کی رپورٹ کے بعد وشال آندھرا کی تشکیل سے متعلق لوگوں کے شکوک وشبہات کو دور کرنے اور ان کی حفاظت کے لئے، دہلی کے حیدرآباد گیسٹ ہاؤز میں 20 فروری 1956ء کو شریفانہ معاہدہ طئے کیا گیا تھا۔ اس معاہدہ پر تلنگانہ کی جانب سے دستخط کرنے والوں میں برگلا رام کرشنا راؤ، مری چنا ریڈی، کے وی رنگا ریڈی، جے وی نرسنگا راؤ شامل تھے جب کہ کی جانب سے بزاواڑہ گوپال ریڈی، نیلم سنجیوا ریڈی، سردار گوتھو لچھنا، الوری سیتا نارائنا راجو موجود تھے۔اس شریفانہ معاہدہ کی 14 نکاتی قرارداد تشکیل دی گئی۔

اس معاہدہ کے اہم نکات:

1۔ انتظامی اُمور کے اخراجات دونوں علاقوں کو متناسب طور پر برداشت کرنا ہوگا۔تلنگانہ کی اضافی آمدنی تلنگانہ علاقہ کی ترقی پر خرچ کی جائے گی۔

2۔ علاقہ تلنگانہ میں موجود تعلیمی سہولیات طلباء کے لئے محفوظ رہیں گے۔

3۔ ملکی قوانین پر رضامندی ظاہر کی گئی۔ جس کے تحت تلنگانہ کے علاقہ میں 12 سال رہائش پذیر افراد ہی تلنگانہ میں ملازمتوں اور تعلیمی اداروں میں داخلہ کے اہل ہوں گے۔

4۔ ''علاقائی کونسل'' قائم کی جائے گی جس میں قانون ساز اسمبلی کے 120 اراکین شامل رہیں گے، جو تلنگانہ کی ضرورت اور ترقی پر نظر رکھے گی۔

5۔ علاقہ تلنگانہ کی زرعی اراضی کی فروخت ''علاقائی کونسل'' کی نگرانی میں رہے گی۔

6۔ آندھرا پردیش کی وزارت میں 40 فیصد تلنگانہ کے لئے اور 60 فیصد کے لئے مختص رہے گی۔

7۔ اگر وزیراعلیٰ آندھرا سے ہو تو نائب وزیراعلیٰ تلنگانہ سے بنے گا یا وزیراعلیٰ تلنگانہ سے ہو تو نائب وزیراعلیٰ آندھرا سے بنے گا۔

تلنگانہ کے لئے علاقائی کونسل کی تجویز بہت بڑی تبدیلی کا نقیب ثابت ہوئی۔ دوسرے علاقوں کے لئے ترقیاتی منصوبہ ریاستی حکومت کی جانب سے اور تلنگانہ کے لئے ترقیاتی منصوبہ علاقائی کونسل کی جانب سے تیار کیا جانے لگا۔ تلنگانہ کی ہمہ جہتی ترقی کو یقینی بنانا علاقائی کونسل کا مقصد تھا۔ یہ عام منصوبہ کے تحت تلنگانہ کی منصوبہ بندی ترقی، آب پاشی اور صنعتی ترقی پر نظر رکھتی تھی۔ یہ علاقائی کونسل تلنگانہ میں ملازمتوں کی بھرتی کے معاملہ کی نظر رکھتی تھی۔ تلنگانہ کی اراضی دوسرے علاقے کے لوگوں کو فروخت کرنے کے معاملات کی نگران کار تھی۔ ''شریفانہ معاہدہ'' ریاست کے وسائل کی منصفانہ تقسیم اور تعلیم اور روزگار کے مواقع تلنگانہ کے نوجوانوں کے لئے مختص کرتا تھا۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1۔ شریفانہ معاہدہ کے کلیدی نکات کیا ہیں؟

2۔ تلنگانہ علاقائی کونسل کے بارے میں لکھئے۔

14.4۔ ابتدائی تلنگانہ تحریک

اُس وقت کے آندھرائی حکمران نے شریفانہ معاہدہ پر عدم عمل آوری کی۔ اس معاہدہ کی رو سے اگر وزیراعلیٰ آندھرا سے ہو تو نائب وزیراعلیٰ تلنگانہ سے بنے گا۔ لیکن آندھرا کے پہلے وزیراعلیٰ نیلم سنجیوا ریڈی نے نائب وزیراعلیٰ کا انتخاب تلنگانہ سے نہیں کیا۔ اس طرح یہ عہدہ ختم کر دیا گیا۔

تلنگانہ ملازمین کے معاملے میں بھی مایہ ناز عہدوں میں الاٹمنٹ کیوجہ سے انھیں کچھ ہی دن میں برخاست کردیا گیا۔متعدد غیر مقامی لوگوں کوجعلی دستاویزات کے ذریعہ ملازمت ملی۔تعلیمی اداروں میں بھی جو سیٹ تلنگانہ طلباء کے لئے مختص تھیں، اُس پر بھی آندھرائی طلباء کا قبضہ ہوا۔تلنگانہ علاقہ کےاضافی مالیہ کوآندھرا کے لئے مختص کیا گیا۔

شریفانہ معاہدہ کے آٹھویں نکات کی رو سے علاقہ تلنگانہ کی زرعی اراضی کی خرید وفروخت''علاقائی کونسل'' کی نگرانی میں رہے گی۔لیکن لاکھوں ایکڑ اراضی کوکم قیمت پر بنا کونسل کی اجازت حاصل کئے آندھرا کےلوگوں نے فروخت کردیا۔

اس طرح سے اس وقت کے حکمرانوں نے تلنگانہ کے عوام کی زمینوں، وسائل اور ملازمتوں کو لوٹنے کے سبب اس تحریک کوجنم دیا تھا۔تلنگانہ کے عوام نے تمام شعبوں میں ہونے والی ناانصافیوں، امتیازی سلوک اور معاہدے کی خلاف ورزی سے تنگ آکر، 1969ء میں پہلے تلنگانہ ریاست کی علیحدہ تحریک شروع کی۔

14.4.1۔ تلنگانہ تحریک

جنوری 1969ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کے طلباء نے تلنگانہ فوائد کے لئے ہڑتال کا فیصلہ کیا۔انھوں نے وزیروں، ایم ایل اے سے استعفیٰ دینے، تلنگانہ کے 70 کروڑ روپے کے فنڈز کی اجرائی کے لئے اور فنڈز کے غلط استعمال کی عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ قراردادیں منظور کی گئیں کہ غیر مقامی افراد کوفوری طور پر واپس بھیجا جائے تا کہ ان کا نفاذ کیا جا سکے۔

ان مطالبات کو حاصل کرنے کے لئے غیر معینہ مدت کے بند اور بڑے پیمانے پر بھوک ہڑتال کی گئیں۔ تمام تعلیمی ادارے بند کردیئے گئے۔ احتجاج، ستیہ گراہا، جیل بھرو کا انعقاد کیا گیا۔طلباء کی تعمیر کردہ اس تحریک نے سب کو متاثر کیا۔ مظاہرین،اورعوام نے اس تحریک میں بڑے پیمانے پر شرکت کی۔اُن دنوں یہ تصور پختہ تھا کہ علاقائی تفاوت کے خاتمہ کے لئے ریاست تلنگانہ کی تشکیل کی ضرورت تھی۔احتجاج کا مقصد احتجاج کو دبانا تھا۔پولیس نے فائز کیا۔سرکاری اعداد وشمار نے زائداز 300 ہلاکتیں بتائی ہیں۔

14.4.2۔ تلنگانہ پرجاسمیتی

طلباء کی جانب سے شروع کی جانے والی تحریک احتجاج، جلوس، کانفرنسوں، بندوں، بسوں کی فائرنگ اورنجی وسرکاری املاک کی تباہی کے ساتھ حدود کو عبور کرنے کے ساتھ شروع ہوئی۔حکومت کا جبر بھی شدت اختیار کر گیا۔اس تحریک کے لئے کوئی مناسب قیادت یا پلیٹ فارم نہیں تھا۔

اُسی وقت فروری 1969ء میں تلنگانہ میں متوسط طبقے کے دانشور، وکیل، صحافی اورتاجر برادری نے تلنگانہ عوام کے کنونشن کے نام سے ایک پلیٹ فارم قائم کیا۔اس کنونشن سے طلباء اور ملازمین کی تنظیم کو بہت تقویت ملی۔

آگے چل کر یہ تلنگانہ پرجا سمیتی میں تبدیل ہوئی اور 1971ء میں ایک سیاسی پارٹی کے طور پر اُبھری۔ تلنگانہ پرجا سمیتی نے اپنے انتخابی منصوبے کا اعلان ایک ہی پیغام کے ساتھ کیا کہ اس کا مقصد ایک الگ ریاست تلنگانہ کا حصول ہے۔ مری چنا ریڈی نے انتخابات کے ذریعہ 1971ء کی لوک سبھا کے ضمنی انتخابات میں مقابلہ کیا۔ اور 49 فیصد ووٹ حاصل کئے۔ تمام عوام نے تلنگانہ پرجا سمیتی کی حمایت کا اعلان کیا۔

14.4.3۔ چھ نکاتی فارمولا

سال 1969ء کی تحریک میں تیزی آنے پر، مرکزی حکومت نے اصلاحی اقدامات کئے۔ اس یقین دہانی کے ساتھ آٹھ نکاتی فارمولے کا اعلان کیا۔ جیسے تلنگانہ سے منتقل شدہ فنڈز پر نظر ثانی کے لئے کمیٹی تشکیل دینا، علاقائی ترقیاتی کونسل کا قیام اس کو مزید اختیارات دینا اور ملکی قوانین پر سختی سے عمل آوری کرنا۔

اُسی دوران سیما آندھرا خطے میں تحریک تلنگانہ کے جواب میں جئے آندھرا تحریک 1972ء میں شروع کی گئی۔ ساحلی اضلاع کو مزید ترقی دینے کوشش میں، انھوں نے مقامی حیثیت سے متعلق ملکی اُصولوں کے خاتمے کے لئے بھی مہم چلائی۔ اس کے ساتھ ہی 1973ء میں مرکزی حکومت نے تمام خطوں کے لوگوں کو راضی کرنے کے لئے ایک چھ نکاتی فارمولہ تشکیل دیا جس میں مقامی لوگوں کو سرکاری ملازمتوں میں ترجیح دی جائے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1۔ 1969ء کی تحریک کی تشکیل کے ممکنہ وجوہات کا تجزیہ کریں۔

2۔ بتائیں کہ طلباء نے الگ ریاست تلنگانہ کے قیام کی جدوجہد میں کیوں اہم کردار ادا کیا؟

14.5۔ تحریک تلنگانہ کا دوسرا مرحلہ

اگر چہ کہ 1969ء کی ابتدائی علیحدہ تحریک کو سیاسی عمل سے دبایا جا سکتا تھا، لیکن ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں پر تلنگانہ کے عوام کے مختلف طبقات میں اب بھی عدم اطمینان تھا۔ اس کے علاوہ سیما آندھرا نے حیدرآباد کے آس پاس سرمایہ کاری کی لوگوں کی نقل مکانی، ذات پر مبنی قبضے کی تباہی، ثقافت کی تنگ دِلی، نئی اقتصادی پالیسیوں کا آغاز، بورویل کے ذریعے کاشت کاری و آبپاشی، سبز انقلاب کو متعارف کرانے کے لئے کیا گیا۔ یہاں تک کہ پہاڑی علاقوں اور نیا سماجی طبقہ بھی دوسرے مرحلہ کے تلنگانہ تحریک کی وجہ سے وجود میں آئے۔

14.5.1۔ تلنگانہ میں بڑھتا ہوا عدم اطمینان

سال 1956ء سے 1990ء تک کی منصوبہ بند ترقیاتی مدت کے دوران ریاست آندھرا پردیش میں بہت سے ترقیاتی کام انجام دیئے گئے۔ بڑے ڈیموں کی تعمیر اور آبپاشی اور بجلی کی اسکیمیں شروع کی گئیں۔ بڑی کانوں اور صنعتی مراکز کو کھول دیا گیا۔ زرعی پیداوار کو بڑھانے کے لئے سبز انقلاب نافذ کیا گیا۔ بڑی تعداد میں جامعات اور تکنیکی انسٹی ٹیوٹ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ 1990ء کے بعد ریاست میں خاص طور پر حیدرآباد میں انفارمیشن ٹکنالوجی کی صنعت نے خوب ترقی کی۔ تاہم تلنگانہ کے عوام نے محسوس کیا کہ یہ ترقی بہت ہی غیر متناسب ہے اور اس کے حقیقی فوائد ریاست کے دوسرے حصوں تک پہنچائے جارہے ہیں۔

زرعی ترقی میں آندھرا پردیش اور تلنگانہ کے مابین پائے جانے والے فرق میں بھی اضافہ ہوا۔ اُس دوران کسانوں کی آمدنی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ کسانوں کی زرعی مزدوروں میں منتقلی میں اضافہ ہوا۔ یہاں تک کہ تعلیم کے میدان میں بھی تلنگانہ ساحلی آندھرا سے پیچھے ہے۔ 2001ء میں تلنگانہ کی خواندگی کی شرح 53 فیصد تھی جب کہ آندھرا پردیش میں یہ شرح 63 فیصد تھی۔

غیر مساوی ترقی کے علاوہ تلنگانہ کے لوگوں میں یہ احساس پایا جاتا تھا کہ اُن کے ساتھ ثقافتی طور پر امتیازی سلوک کیا جارہا ہے۔ دونوں خطوں کے انضمام کے بعد ساحلی آندھرا ثقافت کو ایک مثالی حیثیت سے فروغ دیا گیا اور تلنگانہ زبان اور ثقافت کو پس پشت چھوڑ دیا گیا۔ تلنگانہ کی تاریخ اور ثقافت کے رہنماؤں کی اسکول کی درسی کتابوں میں مناسب نمائندگی نہیں کی گئی۔ تلنگانہ کے عوام نے محسوس کیا کہ ایسا ریاستی حکومت کی پالیسیوں کی وجہ سے ہورہا ہے۔

14.5.2۔ دوسرے مرحلہ کی تحریک

جو حکومت اُس وقت اقتدار میں آئی تھی، اس نے آزادانہ پالیسی، عالمگیریت اور نجکاری کی پالیسیاں نافذ کرنا شروع کیں۔ کسانوں، مزدوروں اور زراعت سے وابستہ افراد کے روزگار کے مواقع میں کمی ہوئی ہے اور اس کے علاوہ دستکاری اور زراعت پر انحصار کرنے والی ذاتوں میں بھی نمایاں کمی واقع ہوئی ہے۔ اس کی وجہ سے مختلف طبقوں کے افراد نے علیحدہ تلنگانہ تحریک کو مستحکم کرنے کے لئے مختلف پلیٹ فارم تشکیل دیئے۔ یہ بتاتے ہوئے کہ متحدہ ریاست میں تلنگانہ خطہ مختلف شعبوں میں کاشت کار ہے۔ مختلف سیاسی جماعتوں اور عوامی انجمنوں کے زیر اہتمام تلنگانہ مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کانفرنسوں، ریالیاں، دھرنا اور بھوک ہڑتال کا انعقاد کیا گیا۔ ملازمین، اساتذہ، گریجویٹ مختلف انجمنیں قائم ہوئیں۔ تلنگانہ یونائیٹیڈ فورم جو تمام طبقوں کو متحد کرکے تشکیل دیا گیا تھا۔ تلنگانہ تحریک کو فروغ دینے کے لئے مختلف خدماتی پروگرام منعقد کئے گئے۔

دوسرے مرحلے کی تحریک میں تلنگانہ راشٹرا سمیتی کا کردار جو 2001ء میں کلوا کنٹلا چندر شیکھر راؤ نے قائم کیا تھا، کافی اہم تھا۔

تلنگانہ سادھنا کے لئے پارٹی کے قیام کے ساتھ ہی عوام نے ٹی آر ایس کی حمایت کی۔ پارٹی نے بہت ساری عوامی انجمنوں، شاعروں، ادیبوں، صحافیوں، دانشوروں اور پڑھے لکھے افراد کو تلنگانہ کے عوام میں عدم اطمینان کی تحریک کی شکل میں تبدیل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ تمام سیاسی جماعتوں نے اس تحریک میں شامل ہوکر اہم کردار ادا کیا ہے۔

اپنی ترقی کی جانب کیجئے۔

1۔ تلنگانہ اور آندھرا پردیش کے مابین ترقی میں اختلافات کی وضاحت کریں۔

2۔ کیا علیحدہ ریاست کی تشکیل ہی تلنگانہ کے عوام کو درپیش مشکلات کا واحد حل ہے؟ متبادل کیا ہیں؟

14.6۔ تیز تحریک

تلنگانہ راشٹرا سمیتی کے صدر کے چندر شیکھر راؤ نے 29/نومبر 2009ء کو ریاست تلنگانہ ریاست کے قیام کو روکنے کے مرکزی حکومت کے اقدام کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے بھوک ہڑتال شروع کرنے کا فیصلہ کیا اور ریاست تلنگانہ کے قیام کے فوری اعلان کا مطالبہ کیا۔ تاہم پولیس نے کے سی آر کو گرفتار کیا اور پہلے کھمم جیل اور بعد میں حیدرآباد کے نمس اسپتال منتقل کیا۔ کے سی آر نے اسپتال میں بھی اپنی ہڑتال جاری رکھی۔ سارے طبقوں نے بھوک ہڑتال کا آغاز کیا۔ جوائنٹ ایکشن کمیٹی بنائے گئے ضلع کے ہیڈکوارٹر، یونیورسٹیوں، آفسوں، طلباء، ملازمین اور نوجوان طبقوں کی بھی جوائنٹ ایکشن کمیٹی بنائی گئی۔ گاؤں کی سطح سے ریاست کے تمام طبقات کے لوگوں نے راستہ روکو، بھوک ہڑتال اور مظاہرے میں رضاکارانہ طور پر حصہ لیا۔

14.6.1۔ خصوصی ریاست کا اعلان۔منسوخی اعلان

طلباء یونین کی جانب سے 10/دسمبر 2009ء کو دیئے گئے بیان میں کہا گیا کہ وہ مقننّہ پر حملہ کرے گی، جب تک کہ علیحدگی پسندی کا اعلان نہ کیا جائے۔ اُس وقت تحریک میں شدت آرہی تھی۔ مجوزہ ''اسمبلی کا محاصرہ'' کے ساتھ ایسے حالات میں مرکزی حکومت کو تلنگانہ کی تشکیل کے بارے میں فیصلہ لینا پڑا۔ 9/دسمبر 2009ء کو مرکزی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ علیحدہ تلنگانہ ریاست کے قیام کا عمل شروع کررہی ہے۔ اسکے بعد تمام سیاسی جماعتوں اور تمام فریقوں سے علیحدہ ریاست کے قیام کے لئے اپنی حمایت کا اظہار کیا۔ کے سی آر نے اپنا برت چھوڑا۔

تاہم آندھرا قائدین، جو ریاست کی تقسیم کے حق میں تھے، اپنا فیصلہ تبدیل کیا اور مرکزی اعلان کے احتجاج میں استعفیٰ دے دیا۔ مرکز پر دباؤ ڈالا گیا کہ وہ ریاست کو تقسیم کرنے کے فیصلے کو واپس لے۔ آندھرا پردیش میں احتجاجی تحریکوں کا آغاز ہوا۔ مرکزی حکومت نے 23/دسمبر 2009ء کو تقسیم کا فیصلہ واپس لیا۔ کیونکہ مرکز نے محسوس کیا کہ ریاست کی تقسیم کے متعلق مزید مشاورت کی ضرورت ہے۔

آندھراپردیش میں ترقی کا جائزہ لینے اور مرکز کو ایک رپورٹ پیش کرنے کے لئے جسٹس سری کرشنا کی نگرانی میں کمیشن تشکیل دیا گیا۔

14.6.2۔ تحریک میں احتجاج کی شکلیں

اس تناظر میں ریاست تلنگانہ کی تشکیل کے سلسلے میں مرکز کے فیصلے کو واپس لیتے ہی تلنگانہ میں نا اُمیدی چھا گئی۔ تلنگانہ کی اُمنگوں کو عوامی تحریک میں تبدیل کرنے کے لئے تلنگانہ کا سیاسی JAC کو تشکیل دیا گیا تھا۔

تلنگانہ کے عوام میں اس تحریک کو متحرک رکھنے کے لئے تحریک نے متفقہ طور پر مختلف شکلوں میں مختلف احتجاج کیا۔ جیسے ملین مارچ، سا کا جنولا سمے، ساگراہارم، سنسد یاترا، چلو اسمبلی، دھوم دھام، راستہ روکو، بھوک ہڑتال، ونٹاوروپو، منوہارام، بتوکما، بونال جلوس، شہید کا جنازہ، موم بتی کی ریالی، احتجاجی مظاہرہ، طلباء کا چلو اسمبلی، وکلاء کا چلو راج بھون، ملازمین کا قلم رکھ دو احتجاج، وغیرہ۔ 42 دن تک جاری رہنے والا سا کا جنولا سمے احتجاج پورے تلنگانہ عوام کی اُمنگوں کو ظاہر کرتا ہے۔ مختلف ذاتوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے علیحدہ تحریک میں جوش و خروش سے حصہ لیا۔ سبند اورنا نے اپنا JAC بنایا اور احتجاجی تحریک میں حصہ لیا۔ قبائیلیوں، دلتوں اور مختلف ذات پات کے گروہوں نے مختلف تنظیموں کے زیر اہتمام الگ الگ طور پر ریاست تلنگانہ کے لئے مظاہرے کئے جیسے توڈم دیبا، لمباڑا نا گرا بھیری، ایروکلا کرہ، مادیگا ڈنڈورا، گولا کروملا ڈولودیبا، اور موکودیبا۔

14.6.3۔ ریاست تلنگانہ کا ظہور

تلنگانہ تحریک کی سنجیدگی اور لوگوں کی اُمنگوں کو تسلیم کرتے ہوئے مرکزی حکومت نے ریاست میں بڑی سیاسی جماعتوں کے نمائندے کے خیالات پر تبادلہ خیال کرنے اور تلنگانہ کی تقسیم کے حق میں فیصلہ لینے کے لئے دہلی میں تمام پارٹی اجلاس منعقد کیا۔ سیما آندھرا قائدین نے اس فیصلے کو اختتام تک روکنے کے لئے مختلف طریقوں سے کوشش کی۔

یہ بل لوک سبھا میں 18 فروری 2014ء کو، راجیہ سبھا میں 20 فروری 2014ء کو کیا گیا جس میں یکم مارچ کو صدر کی مہر کے ساتھ 2 جون کو ''تقرری کا دن'' قرار دیتے ہوئے پارلیمنٹ میں یو پی اے حکومت کو دوسری پارٹیوں بی جے پی، بی ایس پی، سی پی آئی، وغیرہ کی حمایت حاصل کی تھی۔ اِس وقت وہ 10 اضلاع دوبارہ 33 اضلاع میں تقسیم ہو چکے ہیں۔

تلنگانہ عوام کی اُمنگوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کارکنان کی انتھک جدوجہد کے سبب ریاست تلنگانہ ریاست کے تمام طبقات کو متحد کرکے ملک میں 29 ویں ریاست کے طور پر اُبھری ہے۔

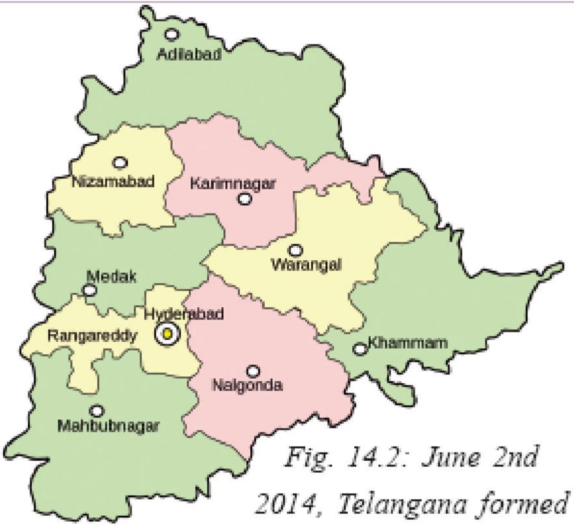

Fig. 14.2: June 2nd 2014, Telangana formed

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے۔

1۔ مرکزی حکومت کا تلنگانہ کے حق میں بیان دینا اور دستبردار ہوجانا۔ اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کریں۔

2۔ بتائیں کہ کیوں تمام لوگوں کو تلنگانہ سے علیحدہ ریاستی تحریک کی حمایت میں تحریک چلانی پڑی۔

14.7۔ خلاصہ: کلیدی نکات

☆ پولیس ایکشن کی کارروائی کی وجہ سے نظام حکومت (حیدرآباد) کو ہندوستان میں انضمام۔

☆ ''شریفانہ معاہدہ'' 1956ء میں آندھراپردیش کے قیام کے متعلق آندھرا اور تلنگانہ علاقہ کے رہنماؤں کی مشترکہ قرارداد تھی۔

☆ عثمانیہ یونیورسٹی کے طلباء نے 1969ء میں تلنگانہ ریاست کی علیحدہ تحریک شروع کی، کیونکہ غیر مقامی افراد کی وجہ سے ملازمت کے مواقع ضائع ہوگئے۔

☆ متوسط طبقہ، دانشوروں، وکلاء، صحافی، تاجرین طبقہ نے مل کر 1971ء میں تلنگانہ پرجا سمیتی کے نام سے ایک سیاسی جماعت کی تشکیل دی۔

☆ 1973ء میں مرکزی حکومت نے تمام خطوں کے عوام کو اعتماد فراہم کرنے کے لئے ایک چھ نکاتی فارمولا تیار کیا تا کہ سرکاری ملازمت میں مقامی لوگوں کو ترجیح دی جائے گی۔

☆ 1990ء میں تمام طبقوں کے افراد نے جوائنٹ ایکشن کمیٹی JAC بنائی۔ اس طرح یہ تحریک اور بھی مضبوط ہوئی۔

☆ تلنگانہ راشٹرا سمیتی کے صدر کے چندر شیکھر راؤ کی بھوک ہڑتال سے اس تحریک کو تیز کردیا۔ پوری جماعت اس تحریک کی حمایت میں نکلی۔

☆ مرکزی حکومت نے 9/دسمبر 2009ء کو تلنگانہ کو ایک علیحدہ ریاست کا درجہ کا اعلان کیا۔ لیکن اس بیان کو 23/دسمبر کو واپس لے لیا۔ کیونکہ مرکزی حکومت پر آندھرائی قائدین کا دباؤ تھا۔

☆ بالآخر مرکزی حکومت نے پارلیمنٹ میں بل پاس کیا۔ اس طرح 2/جون 2014ء میں تلنگانہ ریاست ملک کی 29 ویں ریاست بن گئی۔

14.8۔ نمونہ پرچہ سوالات

I۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 1 یا 2 جملوں میں دیجئے۔

1۔ ریاست تلنگانہ کے اعلان سے دستبرداری کی اہم وجہ کیا ہے؟

2۔ ہم تلنگانہ کے قیام کا دن کب مناتے ہیں؟

II۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 4 یا 5 جملوں میں دیجئے۔

1۔ تلنگانہ تحریک 1969ء کے بارے میں وضاحت کریں۔

2۔ مخصوص ریاست تلنگانہ تحریک کے مختلف مظاہروں کو بیان کریں۔

III۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 8 تا 10 جملوں میں دیجئے۔

1۔ ’’شریفانہ معاہدہ‘‘ کے اہم نکات کے بارے میں وضاحت کریں۔

2۔ ریاست تلنگانہ کی تشکیل کے لئے مختلف جدید مظاہروں کے بارے میں اپنی رائے دیں۔

IV۔ متعدد انتخابی سوالات

1۔ ملکی قوانین کے مطابق علاقہ کا تعین کرنے کے لئے تلنگانہ میں کتنے سال کی رہائش ضروری ہے؟ (   )

(A) 14 سال (B) 12 سال (C) 15 سال (D) 7 سال

2۔ مندرجہ ذیل میں سے شریفانہ معاہدہ کا کونسا جملہ غلط ہے؟ (   )

(A) علاقائی کونسل کا قیام (B) مقامی امیدواروں کے لئے ترجیح

(C) ملکی قوانین کا تسلسل (D) مجموعی طور پر ریاست کو تلنگانہ محصولات کے اضافی اخراجات

3۔ علیحدہ ریاست کے طور پر تلنگانہ کی تاریخ (   )

(A) 9/دسمبر 2009ء (B) 23/دسمبر 2009ء

(C) 20/دسمبر 2009ء (D) 2/جون 2004ء

14.9۔ حوالہ کتابیں

1۔ تلنگانہ چرترا۔ سنکی ریڈی نارائنا ریڈی

2۔ آندھرا پردیش راشٹرا راجکیا لو۔ مرم راجو ستیانارائنا راؤ۔

15 ریاست تلنگانہ کی تشکیل سماجی اور معاشی ترقی

The he Formation of Telangana State - The Social and Economic Development

15.0۔ آموزشی ماحاصل

☆ ان حالات کی وضاحت کرتا ہے جو ریاست تلنگانہ کی تشکیل کے وقت رائج تھے۔

☆ تلنگانہ کے طبعی خصوصیات' آب و ہوا اور جنگلات کے واقعات کی وضاحت کرتا ہے۔

☆ ریاست کی آبادی کی خصوصیات کی وضاحت کرتا ہے۔

☆ زرعی شعبہ کی موجودہ حیثیت اور حکومت کے اس کی ترقی کے لئے اٹھائے گئے اقدامات کا تجزیہ کرتا ہے۔

☆ نئی صنعتی پالیسی کی وضاحت کرتا ہے۔

☆ ریاست کی ترقی میں خدماتی شعبے کے کردار کے بارے میں وضاحت کرتا ہے۔

☆ عوام کی فلاح و بہبود اور معاشرتی ترقی کے لئے حکومت کی طرف سے اٹھائے گئے مختلف اسکیموں کی وضاحت کرتا ہے۔

15.1۔ تعارف

2/جون 2014ء کو جمہوریہ ہند میں ایک نئی ریاست تلنگانہ کی تشکیل ہوئی۔ اسی کے ساتھ ہی ایک تاریخ کا اختتام اور ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ ریاست تلنگانہ کی تشکیل کے ساتھ ہی عوام کے خلاف امتیازی حکمرانی کا خاتمہ ہوا ''انصاف سب کے لئے'' کے اصول پر دانشورانہ طاقت' نئی اسکیموں' پالیسیاں' پروگراموں کو تسلیم کرنا' پر عمل پیرا ہیں۔

تلنگانہ حکومت نے بہت سارے پروگراموں پر عمل درآمد کرنے کا عزم کر لیا تھا۔ حکومت نے صحت عامہ کے نظام کو بحال کرنے اور عام آدمی کی پہنچ کے لئے تاکہ عام آدمی کا اس پر انحصار کرنے کے قابل ہو سکے۔ حکومت نے لوگوں کو تعلیم اور صحت و تندرستی کے لئے اور طبی شعبوں میں سرمایہ کاری کرنے کا فیصلہ کیا۔

حکومت نے کسانوں اور ان کے خاندانوں میں مایوسی کے خاتمے' آب پاشی کی سہولیات کی بحالی اور زراعت کو مطلوبہ پانی کی فراہمی کے لئے بہت ساری پروگرام شروع کر دیتے ہیں۔ مطلوبہ پانی کی سربراہی تاکہ فصلوں کی کاشت کر سکیں۔ تیزی سے نشو و نما پانے والے بیج اور کیمیائی کیڑے مار دوا استعمال کرنے سے روکیں اور مناسب امدادی قیمت کے لئے کوشش کر رہی ہے۔

صرف یہی نہیں اس باب میں نئی صنعتی پالیسی، بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کی فراہمی، تلنگانہ میں اب تک حاصل کردہ فلاح و بہبود اور ترقی کے پروگراموں پر بھی تبادلہ خیال کیا جائے گا۔

15.2۔ تلنگانہ کی خصوصیات:

15.2.1۔ تلنگانہ کی طبعی خصوصیات:

آپ نے تلنگانہ کے محل وقوع کے بارے میں دوسرے باب ''ہندوستان، محل وقوع اور طبعی خصوصیات'' پڑھا ہوگا۔

ہندوستان کی 2011ء کی مردم شماری کے مطابق، تلنگانہ کا رقبہ 1,14,840 مربع کلومیٹر ہے۔ ریاست کی تقسیم کے بعد، حکومت نے پولاورم منصوبہ کی تعمیر کے لئے پہلے ضلع کھمم سے آندھرا پردیش کو 7 منڈل الاٹ کئے۔ لہٰذا ریاست کی حد کو کم کرنے ریاست کا رقبہ 1,12,077 مربع کلومیٹر رہ گیا ہے۔ آبادی اور علاقے کے لحاظ سے، تلنگانہ ہندوستان کی 12 ویں بڑی ریاست ہے۔ 2019ء کے اواخر تک، تلنگانہ میں 33 اضلاع، 74 محصولات ڈیویژن، اور 590 کے قریب منڈلس ہیں۔ ریاست تلنگانہ کا دارالحکومت حیدرآباد ملک کا پانچواں بڑا شہر ہے۔

تلنگانہ خطہ دکن سطح مرتفع کا ایک حصہ ہے۔ تلنگانہ میں دکن کا سطح مرتفع ہے جو سطح سمندر سے 500 تا 600 میٹر اونچا ہے۔ شہر حیدرآباد سطح سمندر سے 550 میٹر بلند ہے۔ تلنگانہ میں گوداوری، کرشنا، منجیرا، پرانا ہیتا، موسی جیسی ندیاں پائی جاتی ہیں۔

15.2.2۔ تلنگانہ کی آب و ہوا، بارش، جنگلات:

جنگلات: ریاست تلنگانہ خط استوا اور خط سرطان کے درمیان پایا جاتا ہے اسطرح یہ استوائی خطہ میں آتا ہے۔ ریاست کا زیادہ سے زیادہ درجہ حرارت کا اوسط $44^{o}C$ ہے۔ جب کہ موسم سرما میں کم سے کم درجہ حرارت کا اوسط $15^{o}C$ ہے۔ چونکہ تلنگانہ سطح مرتفع والے خطہ میں پایا جاتا ہے اس لئے اس پر سمندر کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔ لہٰذا کم اور زیادہ درجہ حرارت میں فرق پایا جاتا ہے اس قسم کی آب و ہوا کو ''انتہائی آب و ہوا'' کہا جاتا ہے۔

عام طور پر تلنگانہ میں بارش غیر یقینی ہے۔ یہ غیر یقینی بارش آب پاشی کا تعین کرتی ہے۔ تلنگانہ میں سب سے زیادہ بارش سابقہ ضلع کھمم میں ریکارڈ کی گئی۔ اور سب سے کم بارش ضلع محبوب نگر میں ریکارڈ کی گئی۔ اس طرح جنگلاتی رقبہ کھمم میں زیادہ اور محبوب نگر میں کم ہے۔

تلنگانہ میں 25.46% فی صد زمین جنگلات کے ماتحت ہے۔ ہندوستان میں جنگلاتی رقبہ کے اعتبار سے تلنگانہ کا بارھواں مقام ہے۔ اضلاع کھمم، عادل آباد، ورنگل، نظام آباد اور کریم نگر میں وسیع جنگلاتی زمین ہے۔ جنگلاتی زمین کو بڑھانے کے لئے تلنگانہ حکومت نے ''ہریتاہارم'' پروگرام متعارف کروایا اور اس پر عمل بھی کررہی ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. تلنگانہ کے طبعی خصوصیات کے بارے میں وضاحت کیجئے۔
2. تلنگانہ کس سطح مرتفع کا حصہ ہے؟
3. تلنگانہ میں کس قسم کی آب و ہوا پائی جاتی ہے؟

معلوم کیجیے

کیا آپ کے علاقے میں کوئی دریا گذر رہا ہے؟

15.3۔ تلنگانہ کی آبادیاتی خصوصیات:

کسی بھی شعبہ کی ترقی کے لئے انسانی وسائل کافی اہمیت کا حامل ہے۔ بہت ساری تنظیموں کی اس خطہ میں سرمایہ کاری کرنے میں دلچسپی ہوتی ہے جہاں زیادہ آبادی ہے۔ کیونکہ انسانی وسائل کی دستیابی وافر ہے اور مزدور آسانی سے کم اجرت میں دستیاب ہوں گے۔ آیئے اب تلنگانہ کی آبادی کے بارے میں جانتے ہیں۔

ہندوستان کی 2011ء کی مردم شماری کے مطابق، تلنگانہ کی آبادی 3.52 کروڑ تھی۔ ریاست کی تقسیم کے بعد، کھمم کے 7 منڈلوں کو آندھرا پردیش منتقل کردیا گیا۔ لہٰذا تلنگانہ کی آبادی 3.10 کروڑ ہے۔ تلنگانہ میں 85% فی صد ہندو، 12.6% فی صد مسلمان، 1.3% فی صد عیسائی، 1% فی صد سکھ، جین اور بدھ مذاہب موجود ہیں۔ اس میں تقریباً 77.77% فی صد لوگ تلگو، 12.64% فی صد اردو اور بقیہ افراد دوسری زبانیں بولنے والے ہیں۔

سوشیو اکنامک آوٹ لک 2020 رپورٹ پلاننگ سیکشن، تلنگانہ حکومت کے مطابق، حیدرآباد میں 39.14 لاکھ آبادی کے ساتھ سب سے پہلے مقام پر ہے اور ملگو ضلع 2.94 لاکھ آبادی کے ساتھ سب سے آخری مقام پر ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق 61% فی صد آبادی دیہی علاقوں میں رہتی ہے۔ جب کہ 39% فی صد شہروں میں رہتی ہے۔ شہری علاقوں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہورہا ہے۔ کیونکہ ملک اور ریاست کے مختلف حصوں میں رہنے والے لوگ شہروں کی طرف ہجرت کررہے ہیں۔ ریاست کی کل شہری آبادی میں تقریباً 29% فی صد حیدرآباد میں رہتے ہیں جو کہ ریاست کا سب سے بڑا شہر ہے۔ معاشی ترقی میں رکاوٹ کی اہم وجہ غیر مرکوزیت ہے۔

15.3.1۔ آبادی کی کثافت:

فی مربع کلومیٹر میں بسنے والے افراد کو آبادی کی کثافت کہا جاتا ہے۔ تلنگانہ کی کثافت آبادی 312 ہے۔ حیدرآباد سب سے زیادہ گنجان آبادی (18,172) والا ضلع اور سب سے کم گنجان آبادی والا ضلع عادل آباد ہے۔ گنجان آبادے والے علاقوں کے فائدے بھی ہیں اور نقصانات بھی ہیں۔ گنجان آبادی والے علاقوں میں صنعتی اور خدماتی شعبوں کے قیام کو راغب کیا جاتا ہے۔ تعلیمی ادارے اسپتال اور بینک کی خدمات کے شعبے مارکٹ کو بڑھانے میں معاون ہیں۔ لیکن ان علاقوں میں رہنے والے لوگوں کو رہائش' حفظان صحت' پینے کے صاف پانی کی فراہمی کی کمی' کچی آبادی کے علاقوں کے نشو ونما' آلودگی اور قابل کاشت اراضی میں کمی کے حوالے سے دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

15.3.2۔ جنسی تناسب:

آبادی میں فی ہزار مردوں میں عورتوں کی تعداد کو جنسی تناسب کہتے ہیں۔ ہندوستان کی 2011ء مردم شماری کے مطابق' ملک کا جنسی تناسب 943 تھا۔ سماجی' اقتصادی ترقی آؤٹ لک 2020' حکومتی رپورٹ کے مطابق تلنگانہ میں جنسی تناسب 988 ہے۔ ریاست کے 33 اضلاع میں سے 13 اضلاع میں 1000 سے زیادہ تناسب اور 20 اضلاع میں 1000 سے کم تناسب رجسٹر کیا گیا۔ سب سے زیادہ جنسی تناسب ضلع نرمل (1046) میں ہے اور سب سے کم سنگاریڈی میں (950) ہے۔ جنسی تناسب کم ہونے کی وجہ خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک ہے۔ خواتین کی خواندگی اور تعلیمی مواقع میں اضافہ سے خواتین کے ساتھ امتیازی سلوک کم ہو جائے گا۔

15.3.3۔ آبادی۔ سماجی تعین:

تلنگانہ میں شیڈول کاسٹ' شیڈول قبائل' اقلیتوں و دیگر پسماندہ طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کل ملاکر 80 فی صد ہیں۔ ان کا تعلق پسماندہ طبقات سے ہے۔ ہندوستان کی مردم شماری 2011ء کے مطابق' تلنگانہ کی آبادی میں 15.45% فی صد شیڈول ذات اور شیڈول قبائل ہیں۔ شیڈول ذات سے تعلق رکھنے والے افراد کی زیادہ تعداد نلگنڈہ میں ہے اور کم تعداد ضلع کھمم میں ہے۔ شیڈول قبائل سے تعلق رکھنے والے افراد بھدرادری کوتہ گوڑم میں زیادہ اور سب سے کم جوگولنبا گدوال ضلع میں ہے۔

15.3.4۔ خواندگی:

7 سال یا اس سے زیادہ عمر کے افراد جو کسی بھی زبان میں سمجھ بوجھ کے ساتھ پڑھ لکھ سکتا ہے اسے خواندہ سمجھا جاتا ہے۔ ہندوستان کی خواندگی کی شرح 74.04 فی صد اور تلنگانہ کی 66.54% فی صد ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تلنگانہ کی خواندگی کی شرح قومی خواندگی کی شرح سے کم ہے۔ دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ کم آمدنی والی ریاستوں جیں اڈیشہ' چھتیس گڑھ' مدھیہ پردیش میں خواندگی کی شرح تلنگانہ سے بہتر ہے' جو تشویش کا باعث ہے۔ مردوں اور خواتین کے مابین خواندگی کی شرح میں کافی فرق ہے۔ تلنگانہ میں مردوں کی

خواندگی 74.95% فی صد ہے جب کہ خواتین کی شرح خواندگی 57.92% فی صد ہے۔ درج فہرست ذات اور قبائل کے افراد کی خواندگی کی شرح بالترتیب 57.92% فی صد اور 49.51% فی صد ہے۔ لہٰذا خواتین کی شرح خواندگی میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا حکومت کو اولین ترجیح خواتین کو تعلیم دینے کے لئے کی جائے۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. کچھ علاقوں میں آبادی کی کثافت کیوں زیادہ ہے؟
2. ہمارے ملک میں ناخواندگی کے رجحانات کے بارے میں لکھئے۔
3. صنفی مساوات کو کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟

15.4۔ تلنگانہ کی مجموعی ریاستی گھریلو مصنوعات' فی کس آمدنی

15.4.1۔ تلنگانہ کی مجموعی ریاستی گھریلو مصنوعات (GSDP):

ایک سال کے لئے ریاست میں پیدا ہونے والے تمام سامان اور خدمات کی قیمت کو مجموعی گھریلو مصنوعات کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کسی ریاست کی معاشی نمو کی پیائش کرنے کے لئے یہ ایک اہم اشارہ ہے۔ ریاستی معاشی اعداد و شمار کے محکمہ کا اندازہ ہے کہ ریاست کی مجموعی پیداوار میں سب سے بڑھ کر پیداوار' آمدنی کی تشخیص کا طریقہ کار ہے۔

1. مجموعی ریاستی گھریلو مصنوعات کو دو طریقوں سے تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔
2. تینوں کا حصہ آمدنی جی ایس ڈی پی میں شعبے (بنیادی' ثانوی' ثلاثی) تینوں شعبوں میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا تعین اور مختلف شعبوں کی اہمیت کا تجزیہ کرتے ہیں۔

سال 20-2019 کے تخمینے کے لئے موجودہ قیمتوں پر جی ایس ڈی پی 9.70 لاکھ کروڑ تھی (نظامت معاشیات اور شماریات کے اعلیٰ درجہ کے تخمینے کے مطابق) اس کی شرح 12.6% فی صد شرح نمو ہے۔ حقیقت میں' تلنگانہ کے قیام کے بعد سے' ریاست کی نمو' ملک کی نمو کی شرح سے تجاوز کررہی ہے۔

تلنگانہ آخری ریاست تھی جو تشکیل پائی لیکن پھر بھی بہت جلد اس نے زرعی شعبے میں حکومت کی جانب سے اٹھائے گئے بہت سے پروگراموں کی وجہ سے نمو حاصل کی۔

مویشیوں' بجلی' صنعت' بنیادی ڈھانچے کی سہولیات اور شہریانے نے تلنگانہ کی معاشی ترقی میں مدد کی۔ تلنگانہ کی ترقی کو جاننے کے لئے اس کا موازنہ قومی اوسط سے کیا جانا چاہیے یا دوسری ریاستوں کے ساتھ جب اس کا موازنہ کیا جائے۔ یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ تلنگانہ قومی اوسط سے تجاوز کررہی ہے اور تیز رفتار ترقی کررہی ہے۔ علیحدہ ریاست کی تشکیل سے قبل تلنگانہ کی جی ایس ڈی پی (موجودہ قیمتوں پر) 14-2013ء میں 4.02% فی صد تھی۔ جب کہ 20-2019ء میں 76.76% فی صد ہوگئی۔ مندرجہ ذیل گراف میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

گراف 15.1: ملک کی جی ڈی پی میں تلنگانہ کا جی ایس ڈی پی حصہ

15.4.2۔ فی کس آمدنی:

کسی ریاست کی ترقی کا موازنہ کرنے کے لئے' اس ریاست کی مجموعی آمدنی اتنی کارآمد نہیں ہوتی ہے۔ ریاست کی آمدنی میں فرق کی وجہ سے' اگر کل آمدنی کا موازنہ کیا جائے تو ہم انفرادی اوسط آمدنی کو جان سکتے ہیں۔ مختلف ریاستوں یا مختلف ممالک کے لوگوں کی آمدنی کا موازنہ کرنے کے لئے' فی کس آمدنی کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔ ریاست کی اوسط آمدنی کو اس ریاست کی آبادی کے ذریعہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس اوسط آمدنی کو فی کس آمدنی بھی کہا جاتا ہے۔

فی کس آمدنی ریاست کی بہتر تصویر پیش کرتی ہے۔ یہ لوگوں کے معیار زندگی کا ایک بالواسطہ اشارہ ہے۔ حکومت کی رپورٹ کے مطابق سال 20-2019ء میں تلنگانہ کی فی کس آمدنی 220 لاکھ روپے (پیشگی تخمینہ) ہے۔ اس عرصہ میں' قومی فی کس آمدنی 1.34 لاکھ ہے۔ تلنگانہ کی فی کس آمدنی قومی فی کس آمدنی کے مقابلے میں بڑھ رہی ہے۔

جی ایس ڈی پی کی طرح ضلعی گھریلو پیداوار کا بھی حساب لگایا جاسکتا ہے' کسی ضلع کی جغرافیائی حدود میں پیدا ہونیوالے سامان اور خدمات کی حتمی قیمت' خاص طور ہر ایک سال کے لئے حساب کی جاتی ہے۔ یہ تخمینہ علاقائی عدم توازن کی نشاندہی کرنے اور اصلاحی اقدامات اٹھانے میں کارآمد ہے۔

سوشیو اکنامک آؤٹ لک 2020ء میں دیئے گئے اعداد و شمار کے مطابق' سال 19-2018ء کے لئے سب سے زیادہ مجموعی ضلعی گھریلو پیداوار (جی ڈی ٹی پی) ضلع رنگا ریڈی (1.73 لاکھ کروڑ) تھا جب کہ سب سے کم ملگو ضلع تھا (5.9 ہزار کروڑ)۔ سب سے زیادہ فی کس آمدنی رنگا ریڈی ضلع کی تھی۔ جس کی آمدنی (3.57 لاکھ) جب کہ سال 19-2018ء میں سب سے کم نارائن پیٹ ضلع (98,220 روپے) تھی۔

معلوم کیجیے
سوشیو اکنامک آوٹ لک 2020 کے مطابق سال 2018-19 میں آپ کے ضلع کی فی کس آمدنی کیا تھی؟

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. آپ کے مطابق تلنگانہ کی جی ایس ڈی پی، ہندوستان کی جی ایس ڈی پی سے زیادہ ہونے کے کیا امکانات ہو سکتے ہیں؟
2. تلنگانہ کے کن اضلاع میں، سب سے کم فی کس آمدنی ریکارڈ کی گئی؟

15.5۔ تلنگانہ میں زرعی شعبہ

15.5.1۔ زرعی شعبہ میں چیلنجز:

راست طور پر زرعی شعبہ بارش پر انحصار کرتا ہے۔ یہ زیر زمین پانی کی گھٹتی ہوئی سطح پر بہت انحصار کرتا ہے۔ ریاست کی آبادی کا 55.49% فی صد حصہ اپنے معاش کے لئے زرعی کاموں پر انحصار کرتا ہے۔ ریاست کی معاشی ترقی بھی زراعت پر زیادہ انحصار کرتی ہے۔ بنیادی طور پر تلنگانہ زراعت پر مبنی ریاست ہے، کیونکہ یہ بڑھتی ہوئی آبادی کو غذا فراہم کرتی ہے، صنعتوں کو خام مال فراہم کرتی ہے، غیر ملکی تجارات کے ذریعے زرعی مصنوعات برآمد کرتی ہے، تالاب، کنال کی تعمیر اور دوسری سہولیات فراہم کرتی ہے۔

زیر زمین پانی کی سطح تیزی سے گھٹتی جارہی ہے کیونکہ جنگلات کی کٹائی کی وجہ سے عالمی درجہ حرارت میں اضافہ، ٹینکوں کا مٹی سے بھرنا، آب پاشی کے پراجیکٹس کی وجہ سے بھی زمین کا درجہ حرارت بڑھتا جارہا ہے۔ اسطرح کسان کئی مسائل کا سامنا کررہے ہیں۔

اعلیٰ پیداوار دینے والے مختلف قسم کے بیج، کیڑے مار ادویات، زرعی ملازمین کی بھرتوں، اوزاروں کی قیمتوں میں اضافے نے بھی کسانوں کو متاثر کیا ہے۔ مرکزی اور ریاستی حکومتوں دونوں کے لئے اہم ایجنڈا تمام معاشی چیلنجوں پر قابو پانا ہے اور معاشی ترقی کو بہتر بنانا ہے۔

تلنگانہ میں زرعی پیداوار کا نمونہ اس طرح ہے:

1. قابل کاشت زمین کے 61% فی صد حصہ میں غذائی اجناس کی کاشت کی جاتی ہے لیکن یہ فی صد آہستہ آہستہ کم ہوتا جارہا ہے۔
2. سال 2018-19 کے دوران دھان، مکئی اور کپاس کی کاشت زیادہ تر کی گئی تھی۔
3. فصلوں کی شراکت بتدریج کم ہورہی ہے اور فصلوں کے اگانے کے علاوہ دوسرے کاموں سے آمدنی میں اضافہ ہورہا ہے۔ باغات کو اہمیت دیتے ہوئے، ریاست کی شناخت باغات کے مرکز والے خطے کے طور پر کی گئی ہے۔ سال 2018-19 میں 12.40 لاکھ ایکر اراضی میں 71.52 لاکھ میٹرک ٹن باغبانی کی فصل کاشت کی گئی تھی۔ باغبانی کی فصلوں کا نمونہ حسب ذیل ہے:

(i) 25.69 میٹرک ٹن پھلوں کی کاشت کرنے کے لئے، 4.42 لاکھ ایکر زمین پر کاشت کی گئی۔

(ii) باغبانی کی کاشت کاری میں ریاست ملک میں تیسرے مقام پر اور پھلوں کی درآمد میں آٹھویں مقام پر فائز ہے۔
تلنگانہ ریاست ہلدی کی کاشت میں پہلے نمبر پر ہے۔

باغبانی کی اہمیت کی نشاندہی کرتے ہوئے' تلنگانہ حکومت نے سبسیڈی کے بہت سے پروگرام متعارف کروائے۔ مویشی پالن' زراعت کی ایک اور حلیف سرگرمی ہے۔حالیہ دنوں میں' زراعت میں مویشیوں کی شراکت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ حکومت نے جانوروں کو صحت کی خدمات فراہم کر کے اس شعبے پر خصوصی توجہ دی ہے۔حکومت جانوروں کے پیروں اور منہ میں ہونے والی بیماریوں کے خاتمے' موبائل ویٹرنری کلینک کی فراہمی اور بھیڑوں اور بکریوں کے کیڑے مارنے کے لئے پروگرام شروع کر رہی ہے۔

آخر میں' زرعی شعبے میں ماہی گیری تیزی سے ترقی کر رہی ہے۔اس شعبے میں روزگار اور آمدنی کی فراہمی بھی کم ہو رہی ہے۔

15.5.2۔ تلنگانہ میں زمین کا استعمال:

تلنگانہ 112.08 لاکھ ہیکٹرس زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ اس رقبہ پر سال 19-2018 کے دوران %41.58 فی صد (46.60 لاکھ ہیکٹرس) زیر کاشت تھا۔اضلاع میں کاشت کی جانے والی اراضی کے سلسلے میں بہت فرق ہے۔زیادہ تر قابل کاشت اراضی نلگنڈہ اور کھمم اضلاع (بالترتیب 8.3 اور 2.5 لاکھ ہیکٹر) ہے۔جب کہ ضلع حیدرآباد جو مکمل طور پر شہری ہے اس کی کوئی زرعی اراضی نہیں ہے۔

زرعی اراضی انعقاد کی مردم شماری 11-2010 کے مطابق' ریاست میں اراصی کے انعقاد کی تعداد 55.54 لاکھ ہے۔ان اراضی کے حصول کا سائز 61.67 لاکھ ہیکٹر تھا۔تلنگانہ میں زمین کے حصول کی جسامت میں روز بروز تخفیف ہوتی جارہی ہے۔سال 11-2010 میں زمین کے انعقاد کی جسامت 1.12 ہیکٹر تھی جب کہ 16-2015ء میں یہ (1) ایک ہیکٹر رہ گیا تھا۔سابقہ اضلاع نظام آباد' کریم نگر' میدک' کھمم اور ورنگل میں %60 فی صد سے زیادہ زمینیں صرف نام کی خاطر ہیں۔زمینوں کے انعقاد کا سب سے بڑا سائز ضلع عادل آباد (1.40) ہیکٹرس میں ریکارڈ کیا گیا ہے جب کہ سب سے کم نظام آباد میں (0.92)۔

15.5.3۔ بارش:

تلنگانہ میں بارش زیادہ تر غیر یقینی ہے۔ریاست میں سالانہ اوسط بارش تقریباً 906 ملی میٹر ہے۔اس میں سے %80 فی صد بارش جنوب مغربی مانسون (جون تا ستمبر) سے ہوتی ہے۔ریاست بھر میں بارش اس طرح نہیں ہوتی ہے۔منڈلوں میں بارش کے پانی کی تقسیم مختلف ہے۔اس کے ساتھ زراعت ایک محاورے کی حیثیت سے تبدیل ہوگئی ہے کہ زراعت خدا کے کرم پر منحصر ہے اور یہ ایک ہوّا بن گیا ہے۔

15.5.4۔ زرعی شعبے میں حکومت کی شراکت:

تلنگانہ میں زرعی شعبے کے لئے بہت سی رکاوٹیں ہیں۔کسانوں کی مدد کے لئے ان پر قابو پانے کے لئے' حکومت نے متعدد اسکیمیں شروع کیں۔ان اسکیموں میں سے کئی کا یہاں پر تبادلہ خیال کیا گیا ہے۔

1. رعیتوں بندھو۔زراعت میں سرمایہ کاری کی حمایت:

رعیتو بندھو اسکیم تلنگانہ حکومت کی جانب سے کسانوں کو زراعت میں سرمایہ کاری کرنے میں مدد دینے کے لئے متعارف کروائی گئی ہے۔اس اسکیم کا آغاز چیف منسٹر تلنگانہ نے ضلع کریم نگر کے حلقہ اسمبلی حضور آباد میں 10 رمئی 2018 کو کیا تھا۔اس اسکیم کے تحت' ہر موسم میں حکومت نے کسان کو زرعی سرمایہ کاری کی حمایت کے لئے 4000 روپئے فی ایکر رقبہ دیا۔

خریف موسم کے دوران سال 2019ء میں رقم بڑھا کر 5000 روپئے کردی گئی۔ربیع 2018ء کے بعد سے یہ رقم کاشتکاروں کے بینک اکاؤنٹس میں براہ راست جمع کردی گئی ہے۔تلنگانہ نگرانی حکومت کی اس اسکیم کو ماڈل کے طور پر لیا گیا ہے اور اس کو مختلف ریاستی حکومتیں بھی نافذ کررہی ہیں اور مرکزی حکومت بھی اسکیم کو مختلف ناموں کے ذریعہ چلا رہی ہے۔

2. رعیتو بیمہ:

رعیتوں بیما اسکیم کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ اس سے تعلق رکھنے والے افراد کو معاشی راحت اور معاشرتی تحفظ فراہم کیا جاسکے۔ جب ایک کسان اپنی زندگی سے محروم ہوجاتا ہے تو اس کی روزمرہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کنبہ کے افراد کو شدید معاشی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔کسانوں کی گروپ لائف انشورنس اسکیم معاشی سلامتی اور ہلاک ہونے والے کسان کے لواحقین کو امداد فراہم کرتی ہے۔18 سال سے 59 سال کی عمر والے افراد اس اسکیم کے تحت اندراج کروانے کے مستحق ہیں۔حکومت کی طرف سے مکمل پریمیم کی ادائیگی لائف انشورنس کارپوریشن آف انڈیا (سب سے بڑی عوامی لائف انشورنس کمپنی) کو ہوگی۔اگر قدرتی یا کسی اور وجہ سے' رجسٹرڈ کسان کا انتقال ہوجاتا ہے تو پھر 10 دنوں کے اندر 50 لاکھ روپئے تاتہین (Nominee) کے اکاؤنٹ میں جمع ہوجائیں گے۔

ان اسکیموں کے علاوہ' منی ہیلت کارڈ کا اجرا' زرعی سرمایہ کاری کے لئے تعاون' بینکوں کے ذریعے قرضوں کی منظوری' فراہم کردہ سبسیڈی والی نرخوں پر بیجوں کی تیاری' پسماندہ طبقات سے وابستہ لوگوں کو ''نیتر الکشمی'' اسکیم متعارف کروائے' زراعت کو مفت بجلی کی 24 گھنٹے فراہمی' کاشت کی گئی فصلوں کو ذخیرہ کرنے کے لئے گوداموں کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا ہے۔اور حکومت نے سبسیڈی والی نرخوں پر چھڑکاؤ' گرین ہاؤز' پولی ہاؤز کی تعمیر پر رعایتی قیمت پر ڈرپ آب پاشی کی فراہمی جانوروں کی پرورش کے لئے موبائیل وٹرنری کلینک' ماہی گیروں کو گاڑیوں کی تقسیم وغیرہ جیسے بہت سارے پروگراموں کو اقتصادی ترقی کے لئے تلنگانہ حکومت نے شروع کئے ہیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. تلنگانہ کی معیشت میں زراعت کا کیا رول ہے؟
2. کسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے شروع کئے گئے تلنگانہ حکومت کی اسکیموں کے بارے میں۔

15.6۔ تلنگانہ میں صنعتی شعبہ:

زراعت اور صنعتیں اقتصادی ڈھانچے کی دو آنکھیں ہیں۔زرعی شعبہ،صنعتی شعبہ کو ضروری خام مال کی فراہمی کرتا ہے۔جب کہ صنعتی شعبہ زرعی شعبوں میں کاشتکاری کے لئے ضروری سامان فراہم کرتا ہے۔ بڑھتی ہوئی آبادی کو روزگار کے مواقع کی فراہمی کے ساتھ ساتھ زرعی شعبے میں بھیس بدلی بے روزگاری کو کم کرنے کے لئے صنعتی شعبے کو ترقی دینے کی ضرورت ہے۔تلنگانہ کی معاشی نمو اور ترقی کے لئے صنعتی نظام ایک اہم حکمت عملی اپناتا ہے۔پسماندہ علاقوں کا استعمال، دستیاب معدونی وسائل اور انسانی وسائل کا استعمال صنعتی نمو کا باعث ہے۔

تلنگانہ ملک کا ایک اہم صنعتی شعبہ ہے۔مجموعی قدر جمع ہونے کے پہلوؤں میں تلنگانہ صنعتی لحاظ سے چھٹے اور آٹھویں نمبر پر ہے۔تلنگانہ حکومت پر جوش خواتین صنعت کاروں اور شیڈول ذاتوں اور طبقات کے لئے تخلیقی سازگار ماحول پر خصوصی توجہ دے رہی ہے۔

15.6.1۔ تلنگانہ میں اہم صنعتیں:

تلنگانہ بھاری صنعتوں کا ایک مرکز ہے جیسے دوائیں، دواسازی، زرعی عمل، سمنٹ، معدنیات پر مبنی، انجینئرنگ، چمڑے، لوہا، اسٹیل، جواہرات، زیورات، بایوٹیکنالوجی، دفاعی صنعتیں۔

تلنگانہ میں انفارمیشن اینڈ ٹکنالوجی، فارماسیوٹیکلز، انجینئرنگ اجزاء، جیسے ٹکنالوجی پر مبنی صنعتوں کا مضبوط گڑھ ہے۔یہ صنعتیں زیادہ تر حیدرآباد اور سابقہ رنگاریڈی اضلاع میں واقع ہیں۔زراعت پر مبنی صنعتیں زیادہ تر سابقہ نظام آباد، کریم نگر اور ورنگل اضلاع میں واقع ہیں۔زراعت پر مبنی صنعتیں زیادہ تر سابقہ نظام آباد، کریم نگر اور ورنگل اضلاع میں واقع ہیں۔ان اضلاع میں صنعتی ترقی کی ضرورت ہے۔

15.6.2۔ نئی صنعتی پالیسی:

معاشی ترقی کے لئے صنعتی حکمت عملی کو اپنانا ضروری ہوتا ہے۔نئی ریاست کے عوام کو پسماندہ علاقوں کی ترقی کی بہت توقعات ہیں۔وسائل کو بڑھانے کے لئے دستیاب وسائل کا استعمال، عوامی صلاحیتوں کا استعمال، ہر گھر میں دولت پیدا کرنے کی مہارتیں، صرف صنعتی نظام تلنگانہ کے لوگوں کی توقعات کو پورا کرسکتا ہے۔

اس سلسلے میں حکومت نے 2014ء میں نیا صنعتی پالیسی فریم ورک 2014' متعارف کروایا۔ تلنگانہ کو صنعتی بنانے کا اولین مقصد ''ریسرچ ٹو انّو ویشن' انّو ویشن ٹو انڈسٹری' انڈسٹری ٹو پراسپرٹی'' ہے۔ تلنگانہ میں صنعت کاری کو چلانے کا نعرہ "Incorporate, Incubate, Innovate" ہے۔ یہ پالیسی باقاعدہ صنعتی' ماحول فراہم کرتی ہے۔ جس میں کاروبار کرنا اتنا ہی آسان ہوجاتا ہے جتنا مصافحہ کرنا۔

.1 جن بنیادی اقدار پر نئی صنعتی پالیسی مبنی ہے وہ اس طرح ہیں:

☆ حکومت کا باقاعدہ فریم ورک صنعتی نمو کو فروغ دیتا ہے۔

☆ صنعتی ترقی ایک پرامن' محفوظ اور ترقی پسند باقاعدہ کاروباری ماحول میں ہوتی ہے۔

☆ صنعتی نظام بڑے پیمانے پر روزگار کے مواقع فراہم کرتا ہے جو کہ نوجوانوں کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔

☆ صنعتی شمولیت شامل ہے معاشرتی مساوات کو حاصل کرنے میں مدد ملتی ہے۔

☆ ایک صنعتی ریاست میں صنعت کاری کے فوائد عام آدمی اور معاشرتی طور پر پسماندہ طبقات تک پہنچیں گے۔

☆ ماحولیات کو محفوظ بنایا جائے اور اس کے امکانی اثرات کو کم کیا جاسکتا ہے۔

.2 نئی صنعتی پالیسی کے مقاصد:

☆ موجودہ صنعتوں کو زیادہ مسابقتی بنانا۔

☆ صنعتی شعبے میں نئے ملکی اور غیر ملکی سرمایہ کاری کو راغب کرنا۔

☆ دیہی اور شہری نوجوانوں کو روزگار کے زیادہ مواقع پیدا کرنے کے لئے پیداواری شعبہ پر توجہ دینا۔

☆ مسابقتی قیمتوں پر اعلیٰ معیار کے سامان کی تیاری۔

☆ عالمی سطح پر شناخت حاصل کرنے کے لئے ''میڈان انڈیا۔ میڈان انڈیا'' برانڈ قائم کرنا۔

☆ کسی بھی بدعنوانی کو برداشت نہیں کرنا۔

☆ معائنہ کو کم کرنا اور سہولیات کو بڑھانا۔

نئی صنعتی پالیسی نے سرمایہ کاروں کو سازگار ماحول فراہم کرکے صنعتی ترقی کو قابل بنایا۔ حکومت نے پانی' بجلی' سڑکیں' زمین جیسی بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کی فراہمی کی بہتری پر توجہ دی۔ اس کے نتیجے میں سرمایہ کاری' روزگار کے مواقع اور پیداوار میں ایکشن کے منصوبے پر عمل درآمد ہوگا۔ اس نے ''سنگل ونڈو سسٹم'' متعارف کروایا جو صنعتوں کو 15 دن کے اندر اجازت دیتا ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کریں:

1. صنعتی شعبے کی کیا ضرورت ہے؟
2. نئی صنعتی پالیسی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟
3. تلنگانہ میں صنعتی ترقی کی وضاحت کریں۔

معلوم کیجیے

اپنے علاقے میں موجود صنعتوں کے بارے میں معلوم کریں۔

15.7۔ تلنگانہ میں خدماتی شعبہ:

وہ سرگرمیاں جو لوگوں کو براہ راست سامان نہیں بناتی ہیں، لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتی ہیں، وہ خدمت شعبے کے تحت آتی ہیں۔ جیسے درس وتدریس، بینکاری وغیرہ ان سرگرمیوں میں شامل لوگ سامان پیدا کرنے کا کام نہیں کرتے۔ وہ لوگوں کو اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔

ریاست کے ترقیاتی مرحلے میں، زرعی معیشت صنعتی معیشت میں بدل جاتی ہے۔ ایک بار جب معیشت تیز رفتاری سے ترقی کرنے لگے تو صنعتی شعبے کے حصص سے خدمت کے شعبے کا حصہ تیزی سے بڑھتا ہے۔ خدماتی شعبہ وہ سرگرمیاں فراہم کرتا ہے جن کو محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ ان سرگرمیوں کو ریاست کی معیشت کے تمام شعبوں میں بڑھایا گیا ہے۔ یہ خدمات صنعتی شعبے اور انسانی وسائل میں سامان پیدا کرنے کے لئے ضرورت سے کم سرمایہ خرچ کر کے فراہم کی جاتی ہیں۔

آج خدمات کے شعبے کو ممتاز شعبے کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ اس شعبے کو تلنگانہ کی ترقی کے لئے سب سے زیادہ تعاون کرنے والا شعبہ تسلیم کیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر تجارت، سیاحت، مہمان نوازی، نقل وحمل، رسد، مواصلات، انفارمیشن ٹکنالوجی اور اس سے وابستہ سرگرمیاں، مرمت، معاشی سرگرمیاں، رئیل اسٹیٹ، تعلیم اور طبی خدمات، سماجی اور انفرادی خدمات، عوامی انتظامیہ جیسی سرگرمیاں خدمت کے شعبے میں شامل ہیں۔

انفارمیشن ٹکنالوجی اور انفارمیشن ٹکنالوجی کی خدمات کی تیاری اور برآمد میں تلنگانہ ملک میں اول پوزیشن پر ہے۔ سیاحت خدمت کے شعبے میں روزگار مہیا کرتی ہے۔ یہ شعبہ براہ راست اور بالواسطہ روزگار مہیا کرتا ہے۔ ریستوران، ٹرانسپورٹ، تفریح، صحت، کپڑے کی صنعت، جواہرات، زیور جیسے ذیلی شعبوں میں بھی براہ راست ملازمت مہیا ہوتی ہے۔ حیدرآباد کی شناخت دنیا میں انفارمیشن ٹکنالوجی کے ایک اہم مرکز کے طور پر کی جاتی ہے۔ انفارمیشن ٹکنالوجی اور انفارمیشن ٹکنالوجی کے قابل خدمات، لاکھوں لوگوں کو براہ راست اور بلاواسطہ روزگار فراہم کرتی ہے۔ انفارمیشن ٹکنالوجی پر مبنی خدمات کے لئے حیدرآباد دنیا کا مرکز ہے۔

جس شعبہ میں بہت سارے مواقع ہیں، وہ سیاحت ہے۔ یہ شعبہ ریاست کی معاشرتی اور معاشی ترقی میں خاطر خواہ مدد کرتا ہے۔ حکومت سیاحت کو بہت سارے مواقع فراہم کر رہی ہے۔ تلنگانہ اسٹیٹ ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن تشکیل دے کر، بہت سارے سیاحتی پیکیج / خدمات مہیا کی گئیں اور غیر ملکی سیاحوں کو راغب کرنے کے لئے بہت سارے جدید طریقوں پر عمل پیرا ہے۔ اس کے نتیجے میں روزگار کے مواقع بڑھتے ہیں اور خدمت کے شعبے میں سیاحت کا حصہ بتدریج بڑھتا جا رہا ہے۔

تلنگانہ میں بہت ساری خوبصورت منادر اور عبادت گاہیں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ اب مقبول سیاحتی مقامات میں تبدیل ہو رہے ہیں۔تلنگانہ اسٹیٹ ٹورزم ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے پاس حیدرآباد کے قریب چلکور بالاجی مندر، بھدراچلم میں سیتارامچند رسوامی مندر، بعد میں سرسوتی دیوی مندر، یادادری میں لکشمی نرسمہا سوامی مندر، ڈیمولواڈا سری راجہ راجیشوری مندر، کونڈ گٹو ہنومان مندر، دھرم پوری نرسمہا سوامی مندر، رامپیت میں رامپا مندر، ورنگل، عالمپور میں جوگولمبا مندر، بہت سارے ترقیاتی کام سیاحوں کو سہولیات فراہم کرتے ہیں۔حکومت نے یادادری مندر کو بطور ٹی ڈی تیار کرنے کے لئے مطلوبہ فنڈز مختص کر دیتے ہیں اس پروجیکٹ کے تحت 400 ایکر نرسمہا سوامی محفوظ جنگلات کی ترقی کے ساتھ حکومت 1600 ایکر کلیانہ منڈلس، مراقبہ کے مندر، ویدباٹا شالس اور کاٹیجوں میں پارک بھی تعمیر کر رہی ہے۔ سیاحت کے شعبے میں استحکام کی وجہ سے لاکھوں افراد روزگار سے محروم ہیں اور وہ ریاست کے سروس سیکٹر کی مجموعی آمدنی میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

خدمات کے شعبے میں کام کرنے والے بہت سے لوگ غیر منظّم شعبے میں ہیں۔خدمت کے شعبے میں روزگار کے مواقع تیزی سے خدمت کے شعبے میں اضافہ نہیں کر رہے ہیں۔اس خدمت کے شعبے میں تمام سرگرمیاں یکساں طور پر نہیں چل رہی ہیں۔تلنگانہ میں مختلف قسم کے لوگ خدمات کے شعبے میں ملازمت کرتے ہیں۔ایک طرف روزگار کے لئے کچھ خدمت سرگرمیوں میں اچھے تعلیم یافتہ اور ہنرمند لوگوں کے لئے، دوسری طرف، چھوٹے دوکاندار، جو مرمت کا کام انجام دیتے ہیں جو بڑی تعداد میں حمل و نقل میں ہیں۔زندگی گذارنا ان کے لئے بہت مشکل ہے چونکہ ان کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔اسی خدمت کے شعبے میں وہ جاری رکھے ہوتے ہیں۔ تو حدمت کے شعبے کا اصرف ایک حصہ اہمیت حاصل کر رہا ہے۔

اپنی ترقی کی جانچ کریں:

1. خدمات کے شعبے سے کیا مراد ہے؟ خدماتی شعبہ میں شروع کی جانے والی چند سرگرمیوں کا ذکر کریں۔
2. تلنگانہ حکومت کس طرح خدماتی شعبہ کو اہمیت دے رہی ہے؟
3. کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ خدماتی شعبے کا صرف کچھ حصہ اہمیت کا حامل ہے؟

15.8۔ بنیادی ڈھانچے کی ترقی:

بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کی ترقی کے لئے بنیادی ڈھانچے کی سہولیات ضروری ہیں۔ بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کے کردار کو کم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ سہولیات براہ راست یا بالواسطہ معیشت کی مدد کرتی ہیں۔

آب پاشی، بجلی کے منصوبے، سڑکیں، پانی کی فراہمی، ریلوے اور ہوائی اڈے وغیرہ اقتصادی (جسمانی) بنیادی ڈھانچے کی سہولیات، اسکول، یونیورسٹیاں، اسپتال، ڈسپنسری وغیرہ سماجی بنیادی ڈھانچے کی سہولیات ہیں۔معاشی بنیادی ڈھانچے کی سہولیات ترقی کو

قابل بناتی ہیں۔ جب کہ معاشرتی انفراسٹرکچر سہولیات اور ریاست کی ترقی کے لئے اہم ہیں۔مثال کے طور پر مشن بھاگیرتا تمام علاقوں کو پینے کے پانی کی فراہمی' مشن کاکتیا ٹینکوں سے گدلا پن کو ختم کرنے اور کالیشورم پراجیکٹ کی بحالی' زرعی شعبوں کو گھنٹے مفت بجلی کی فراہمی اور زرعی شعبے کو آب پاشی کا پانی بنیادی ڈھانچے کی سہولیات مہیا کی گئیں۔

15.8.1۔ آب پاشی:

ریاست کی ترقی اور عوامی بہبود کے لئے' تلنگانہ حکومت نے آبی وسائل کو بڑھانے کے لئے بہت سارے منصوبے بنائے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے مندرجہ ذیل باتیں بتائیں۔

1. زرعی شعبے کو بروقت پانی کی فراہمی۔
2. ریاست کے تمام لوگوں کو پینے کا پانی مہیا کرنا۔
3. صنعتی ترقی کے لئے پانی کی ضرورت

قابل کاشت اراضی کی کم سے کم ایک کروڑ ایکر پانی کی فراہمی کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے' ریاستی حکومت نے آب پاشی کے مختلف منصوبے شروع کئے ہیں اس سلسلے میں' حکومت نے زیر التواء بڑے اور درمیانی آب پاشی منصوبوں' موجودہ آب پاشی کے بنیادی ڈھانچے کی سہولیات' پچھلے آب پاشی منصوبوں اور ٹینکوں کی بحالی کے لئے مکمل ہدف مقرر کیا ہے۔

ریاست میں بہنے والی دریاؤں میں گوداوری اور کرشنا اور ان کی ندیاں موسیٰ' منجیرا وغیرہ ہیں۔ان دریاؤں کا پانی استعمال کرنے کے لئے حکومت نے آب پاشی کے 38 منصوبے شروع کر دئے ہیں ان میں سے 22 بڑے آب پاشی کے منصوبے ہیں' 13 چھوٹے آب پاشی کے منصوبے ہیں ایک سیلابی نہر ہے اور دوسرے دو جدید بنائے جا رہے ہیں۔

1. کالیشورم پراجیکٹ:

تلنگانہ کے پسماندہ علاقوں کو آب پاشی کی سہولیات کی فراہمی کے لئے تلنگانہ حکومت نے دریائے گوداوری سے 180 ٹی ایم سی پانی استعمال کرنے کے لئے کالیشورم پراجیکٹ شروع کیا ہے۔اس پروجیکٹ کے بنیادی مقاصد حسب ذیل ہیں:

☆ 180 ٹی ایم سی کے ڈیویژن کا پانی دریائے گوداوری سے سری ہڈا و یلمبپلی پراجیکٹ اور وہاں سے مڈ مانیر ریزروائر تک پانی کا رخ اونچائی پر اٹھا کر پہنچایا گیا۔

☆ عادل آباد' کریم نگر' میدک' نلگنڈہ اور رنگا ریڈی اضلاع کو اضافی 18.25 لاکھ ایکر فراہم کرنا' حیدرآباد اور سکندرآباد میں پینے کا پانی فراہم کرنا اور صنعتی استعمال کے لئے فراہمی۔

☆ سطحی پانی کو زیر زمین پانی کی سطح کو بحال کرنے کے لئے استعمال کرنا۔

بلاشبہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ کالیشورم پراجیکٹ لوگوں کو پینے کا پانی ،صنعتی استعمال کے لئے' کاشت کے لئے آبپاشی کا پانی مہیا کر کے ترقیاتی کاموں میں کلیدی رول ادا کر رہا ہے۔

2. مشن کاکتیہ:

تلنگانہ میں تالاب سینکڑوں سالوں سے آبپاشی کا پانی مہیا کرنے کا اہم ذریعہ ہیں۔کئی سالوں سے تالابوں کی دیکھ بھال ٹھیک طرح سے نہیں کی گئی تھی اور جمع ہونے والی مٹی کو دور نہ کرنے کی وجہ سے وہ ناپید ہوگئے اور وہ غیر استعمال شدہ ہی رہے۔سطح کے پانی کی دستیابی کم ہوگئی اور اس وجہ سے زیر زمین پانی کا استعمال بہت زیادہ ہوا۔85% فی صد قابل کاشت زمین کے لئے آبپاشی کا ذریعہ ابھی بھی بارش ہے۔تلنگانہ کے غیر منقطع خطہ اور بارش کے اندازکی وجہ سے' کھیتوں میں پانی کی فراہمی اور پانی کے بہاؤ پر قابو پانے کے لئے صرف پانی کے ذخیرے میں صرف کام ہی فائدہ مند ہیں۔ریاست میں زرعی ترقی کے لئے تالاب کا نظام بہت ضروری ہے۔مٹی کی زرخیزی کو برقرار رکھنے' پانی کے تحفظ' سیلاب پر قابو پانے' خشک سالی کی روک تھام' مویشیوں کے تحفظ' آب و ہوا کے تحفظ اور گھریلو استعمال کے لئے پانی کی فراہمی ضروری ہے۔

تلنگانہ حکومت نے 40.531 منرل واٹر ریسورس پراجیکٹس کو بحالی کے علاوہ معاشرتی شراکت کے عدم استحکام کے علاوہ مشن کاکتیہ (مناا ورو۔مناچیروو)۔

3. مشن بھاگیرتا:

تلنگانہ حکومت نے ریاست کے ہر گھر کو پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے لئے''مشن بھاگیرتا'' شروع کیا ہے۔وزیراعظم نے 2/اگست 2016ء کو حلقہ گجویل کے کومتی بنڈہ میں مشن بھاگیرتا کا پرچم بردار آغاز کیا تھا۔ان منصوبوں سے ریاست کے گاؤں اور شہروں میں دریاؤں کرشنا' گوداوری اور دیگر آبی ذخائر سے صاف پینے کے پانی کی فراہم کی گئی ہے۔

15.8.2۔ سڑکیں اور عمارتیں:

حمل و نقل کے نظام میں سڑکیں بہت اہم ہیں۔تعمیراتی سہولیات کی فراہمی میں یہ شعبہ اہم ہے۔ریلوے کی عدم موجودگی میں سڑکیں' اس خطے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔جو خدمت کے شعبے پر منحصر ہے۔حمل و نقل کا نظام وہاں پر اچھی طرح سے کام کرتا ہے جہاں بہترین معاشی مواقع حاصل ہوں گے۔خاص طور پر اچھا حمل و نقل کا نظام سامانوں اور خدمات کو آسانی سے بہاؤ کو یقینی بناتا ہے جو شہری اور شہری علاقوں سے ملتے ہیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کریں۔

1. ریاست تلنگانہ کی ترقی میں بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کے کردار کی وضاحت کریں۔
2. تلنگانہ حکومت نے مشن کاکتیہ کیوں شروع کیا؟

15.9۔ سماجی بہبود اور ترقی ۔فلاحی اسکیمیں:

ریاست تلنگانہ کی تشکیل کے بعد سے حکومت فلاح و بہبود اور معاشرے کے پسماندہ طبقات کی حمایت کے لئے مختلف فلاحی اسکیموں کا اعلان اور اس پر عمل پیرا ہے۔ ان فلاحی اسکیموں کا بنیادی مقصد معاشرے کے پسماندہ طبقات کی ترقی اور انہیں ریاست کی ترقی کا حصہ بنانا ہے۔ غذائی طمانیت کے ایک حصے کے طور پر حکومت عوامی تقسیم کے نظام کے ذریعہ سفید راشن کارڈ رکھنے والے افراد کے لیے خاندان کے ہر فرد کو 6 کلو چاول تقسیم کرتی ہے۔ آسرا پنشن کی کل رقم میں بھی حال ہی میں اضافہ کیا گیا ہے۔ غربت سے متاثرہ خاندان کلیان لکشمی کا فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اقلیتیں قرضوں کا شکار ہوئے بغیر شادی مبارک اسکیموں کا فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ آئی سی ڈی ایس اسکیم کے تحت، ریاستی حکومت غریب حاملہ خواتین کو تغذیہ بخش غذا، مفت صحت چیک اپ، ادویات فراہم کرتی ہے۔ لہٰذا حکومت خواتین کی صحت کو محفوظ بناتی ہے، ریاستی عوام کی زندگیوں اور امن و امان کا تحفظ حکومت کا فرض ہے۔ اس کے ایک حصے کے طور پر، محکمہ پولیس نے حیدرآباد شہر میں سی سی کیمرے لگائے، اس کے تعاون سے خواتین کی حفاظت اور خواتین میں اعتماد پیدا کرنے کے لئے شی ٹیمیں تشکیل دی گئیں۔

معاشرتی پسماندگی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، جب ریاست اس معاشرتی پسماندگی کا خاتمہ کرے۔ معاشرتی اور معاشی طور پر پسماندہ لوگوں کو اپنی آمدنی کی سطح کر بڑھانے اور لوگوں کو غربت کی لکیر سے بالا کرنے میں مدد فراہم کرے تو ریاست ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اس نے معاشرتی اور معاشی طور پر پسماندہ لوگوں کے لئے بہت ساری اسکیمیں شروع کیں۔ آیئے ان پر تبادلہ خیال کرتے ہیں:

15.9.1۔ آسرا پنشن:

غریب عوام کو مہذب اور محفوظ زندگی فراہم کرنے کی حکمت عملی کے تحت، حکومت نے آسرا پنشن اسکیم متعارف کروائی۔ حکومت نے یہ اسکیم بزرگ افراد، ایچ آئی وی سے متاثرہ افراد، بیوہ خواتین، ملازمت کرنے کی صلاحیت سے محروم رہنے والوں، اپنی زندگی سے محروم رہنے والوں، مزدوروں کو آسرا پنشن دی گئی ہے تاکہ وہ ان تمام افراد کو ان کی تکمیل کے قابل بنائے۔ ان کی زندگی کو محفوظ بنائے۔

2019ء کے بعد سے آسرا پنشن کو 1000 روپے سے بڑھا کر 2,016 روپئے کردیا گیا۔ یہ پنشن معمر افراد، بیوائیں، بیڑی ورکرس، نوعمر کارکنوں، اکیلی خواتین کے لئے ہے۔ اسکے علاوہ ایڈز سے متاثرہ افراد اور فیل پا سے متاثرہ افراد کا پنشن 1500 سے بڑھا کر 3,016 روپئے کردیا گیا۔

15.9.2 معاشی امداد کی اسکیمیں:

(i) **شیڈول ذاتوں کے لئے معاشی امداد کی اسکیمیں:** ان اسکیموں کا مقصد خود کی مدد کرنے کے قابل بنانا جس سے آمدنی ہوگی۔ یہ اسکیمیں شیڈول ذات کے معاشرتی اور معاشی ترقی کے لئے ہیں۔ ان اسکیموں کو تلنگانہ شیڈولڈ ذاتوں کو آپریٹو ڈیولپمنٹ کارپوریشن کے ذریعہ نافذ کیا گیا ہے۔

(ii) **شیڈول قبائل کے لئے معاشی امدادی اسکیمیں:** قبائلی علاقوں میں قبائلی عوام کے معیار زندگی کو بہتر بنایا جائے گا تاکہ زراعت، باغبانی، ماہی گیری، معمولی آبپاشی کی اسکیموں، مویشی بانی اور خودروزگار پیدا کرنے والے شعبوں میں معاشی معاونت کا اطلاق کیا جاسکے۔ یہ اسکیم شیڈول قبائل کے افراد کی مدد کے لئے ہے۔

شیڈول قبائل کے لئے ڈرائیور اور مالک کی اسکیم: شیڈولڈ ٹرائب سے تعلق رکھنے والے ڈرائیوروں میں ڈرائیونگ کی مہارت کو بہتر بنانے کے لئے، حکومت نے ماروتی ڈرائیونگ اسکول کے ذریعہ تربیت دی ہے اور ان کو گاڑی بھی سبسیڈی پر فراہم کی گئی ہے۔

(iii) **معاشی امدادی اسکیمیں۔ پسماندہ طبقات کے لئے:** ان اسکیموں کا مقصد اقتصادی آمدنی میں اضافے کے لئے معاشی مدد فراہم کرنا ہے۔ حکومت نے جدید لانڈری میکانیکل یونٹس دینے، حجاموں کے لئے بیوٹیشن کورس کی تربیت دینے، نئی اسکیموں، معاشی سرگرمیوں کے لئے عمومی تربیت دینے کے لئے فنڈز کی منظوری دی۔ اقلیتوں کے لئے بھی اسی طرح کی اسکیمیں نافذ کی جارہی ہیں۔

(iv) **پسماندہ ذاتوں اور پسماندہ قبائل کی لڑکیوں کے لئے کلیان لکشمی اسکیم:** 02/ اکتوبر 2014ء میں تلنگانہ حکومت نے پسماندہ ذاتوں اور پسماندہ قبائل کی 18 سال کی لڑکیوں کے لئے اور والدین کی سالانہ آمدنی 2.9 لاکھ سے زیادہ نہ ہو اس اسکیم کے اہل ہیں، اس اسکیم کے تحت 1,00,116 روپے دلہن کے لئے شادی کے اخراجات کے لئے حکومت کی جانب سے دئے جاتے ہیں۔

(v) **کلیانہ لکشمی اسکیم شیڈولڈ ذاتوں اور شیڈولڈ قبائل کے لئے:** 17-2016 سے یہ کلیانہ لکشمی اسکیم ان دلہنوں کے لئے مختص کی گئی جو شیڈولڈ ذاتوں اور معاشی طور پر پسماندہ لڑکیوں کے لئے ہے۔

(vi) **شادی مبارک:** یہ اسکیم اقلیتی لڑکیوں کے لئے شروع کی گئی ہیں۔ اس اسکیم میں حکومت 1,00,116 روپے ادا کرتی ہے۔ ایسی لڑکیاں جو اقلیت ہوں، 18 سال مکمل کرچکی ہوں اور جن کے والدین کی آمدنی 2.0 لاکھ سے زیادہ نہ ہو، اہل ہیں۔

(vii) **عوامی تقسیمی نظام:** 01-10-2015 سے تلنگانہ میں قومی غذائی تحفظ کا آغاز ہوا۔ اس اسکیم کے تحت، ہر کنبہ کے فرد کو ایک روپیہ فی کلو چاول کی قیمت پر 6 کلو چاول دیا جائے گا۔ انتودیا کارڈ رکھنے والے اور انا یوجنا کارڈ رکھنے والے افراد کو 35 کلوگرام چاول 1 روپیہ فی کلو کی قیمت سے دیا جارہا ہے۔ انا یوجنا کارڈ رکھنے والوں کو 10 کلو چاول مفت میں دیا جاتا ہے۔

(viii) **دوسرے پروگرامز:** ان کے علاوہ آروگیہ لکشمی اسکیم، غذائیت سے بھرپور غذا مہیا کرتے ہوئے، بستی دواخانہ بھی

شروع کیا گیا ہے۔خواتین کو بااختیار بنانے کے مراکز، سکھی مراکز، بیٹی بچاؤ، بیٹی پڑھاؤ، اس طرح لوگوں کے لئے مختلف پروگرام شروع کئے جاتے ہیں۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. تلنگانہ میں چلائی جارہی فلاحی منصوبوں کا ذکر کریں۔
2. شیڈول ٹرائبس کے لئے نافذ شدہ فلاحی منصوبوں کی وضاحت کریں۔

15.11۔ خلاصہ (کلیدی نکات):

☆ تلنگانہ خط استوائی خطے میں خط استوا اور خط سرطان کے درمیان ہے۔

☆ کاشتکاروں کو سرمایہ میں ے مدد کرنے کے لئے ریتو بندھو اسکیم شروع کی گئی ہے۔

☆ غذائی طمانیت، آسرا پنشن، کلیانہ لکشمی، شادی مبارک، کنٹی ویلوگو جیسے پروگرام ہماری ریاست میں انسانی وسائل کو بڑھاوا دیتے ہیں۔

☆ صنعتی اکائیوں کو دن میں اجازت دینے کے لئے سنگل ونڈو سسٹم کے تحت شروع کی گئی۔

☆ صنعتی ترقی کے لئے دیگر ریاستوں اور ممالک سے سرمایہ کاری کو راغب کرنے کے لئے نئی صنعتی پالیسی اپنائی گئی ہے۔

☆ حیدرآباد انفارمیشن ٹکنالوجی کے قابل خدمات کی خدمت کا ایک مرکز ہے۔

☆ زرعی اور صنعتی شعبے کو پانی کی فراہمی کے لئے بہت سارے آب پاشی کے منصوبے اور پرانے آب پاشی کے منصوبوں کو جدید بنانا شروع کیا جارہا ہے۔

☆ پسماندہ طبقات کے لئے آمدنی پیدا کرنے کے لئے معاشی امداد کی اسکیمیں شروع کی گئیں۔

☆ ریاست تلنگانہ میں چھوٹے آب پاشی پانی کے وسائل کو زندہ کرنے کے لئے ''مشن کا کتیہ'' غیر مرکزیت کے لئے سماجی شراکت کے لئے شروع کیا گیا۔

15.12۔ نمونہ امتحانی سوالات:

I. مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 1 یا 2 جملوں میں دیجئے۔

1. معاشی امداد کی اسکیموں کا بنیادی مقصد کیا ہے؟
2. تلنگانہ کے ہر گھر کو پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے لئے کون سا سرکاری پروگرام ہے؟

II. مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 4 یا 5 جملوں میں دیجئے۔

1. کلیانہ لکشمی اور شادی مبارک اسکیم کے بارے میں وضاحت کیجئے۔
2. عوامی تقسیمی نظام کے بارے میں لکھئے۔

III. مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 8 تا 10 جملوں میں لکھئے۔

1. تلنگانہ میں فلاح و بہبود کے لئے شروع کئے گئے پروگراموں کے بارے میں لکھئے۔
2. صنعتی شعبہ میں کون سی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔
3. کسانوں کی مدد کے لئے صنعتی اسکیموں کے بارے میں لکھئے۔
4. تلنگانہ میں بنیادی ڈھانچے کی کون سی سہولیات فراہم کی گئی ہیں؟

IV. متعدد انتخابی سوالات

1. وہ شعبہ جس کو محسوس نہیں کیا جاسکتا ہے (   )

(a) صنعتی شعبہ (b) زرعی شعبہ (c) حمل و نقل کا شعبہ (d) خدماتی شعبہ

2. یہ بنیادی ڈھانچے (جسمانی) میں شامل نہیں ہے (   )

(a) بجلی (b) مندر (c) حمل و نقل (d) اسکولس

15.13۔ حوالہ کتابیں

1. معاشیات' انٹرمیڈیٹ سکنڈ ایئر درسی کتاب' تلگو اکاڈمی۔حیدرآباد 2020
2. سوشیو اکنامک آؤٹ لک 2020 محکمہ منصوبہ بندی۔حکومت تلنگانہ

16 ہندوستان کا آئین۔دیباچہ
Constitution of India - Preamble

16.0۔ آموزشی ماحاصل:

☆ وضاحت کرتا ہے کہ آئین ہندوستان کا بنیادی قانون اور زندہ دستاویز بھی ہے۔
☆ آئین کا تجزیہ کرے گا اور اس میں دکھائی جانے والی بنیادی اقدار کی شناخت کرے گا۔
☆ ہندوستانی آئین کی مسودہ ساز کمیٹی کی وضاحت کرے گا۔
☆ ہندوستانی آئین کے اہداف اور مقاصد کی وضاحت کرے گا۔

16.1 تعارف:

یہ ملک کا ایسا آئین ہے جس کے تحت مختلف دفعات اور دفاتر تشکیل دئے جاتے ہیں اور ان کو عملی شکل دی جاتی ہے۔آئین سیاسی نظام کے ان تمام پہلوؤں کی وضاحت کرتا ہے جو ایک ملک کے پاس ہے اور کسی بھی چیز سے زیادہ اہم ہے۔آئین ان اقدار کی عکاسی کرتا ہے جو سیاسی نظام کا بنیادی حصہ ہیں۔ یہ اقدار نہ صرف حکومت بلکہ شہریوں اور بڑے پیانے پر معاشرے کی بھی رہنمائی کرتی ہیں۔ ہندوستانی سیاسی نظام کی نوعیت کیا ہے؟ ہندوستان کو ایک وفاقی نظام کیوں کہا جاتا ہے؟ پارلیمنٹ میں حکومت کی تشکیل کیوں کہا جاتا ہے؟ ہم اس سبق میں تبادلہ خیال کریں گے۔

16.2۔ ہندوستان کا آئین:

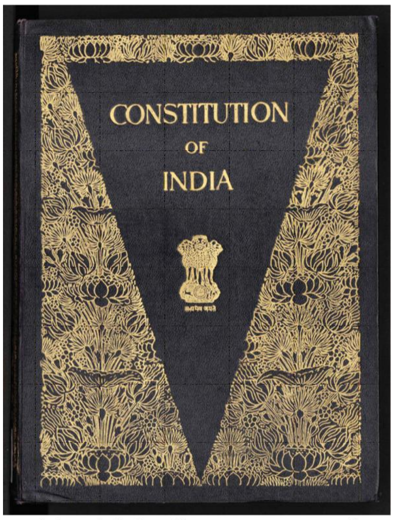

Fig.16.1: Constitution of India

آیئے ہندوستان کے آئین کے بارے میں بات چیت کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے جو سوال کا جواب دیا جانا چاہئے وہ ہے ’’آئین‘‘ کی اصطلاح کا کیا مطلب ہے؟

16.2.1۔ آئین کا مطلب:

آئین کا مطلب ہے بنیادی اصولوں اور قائم کردہ مثالوں (میعادر/واقعات) کا ایک مجموعہ ہے۔ یہ ملک کے مختلف پہلوؤں اور حکومت کے تین اعضا کے تحت بڑے اداروں کے ڈھانچے، اختیارات اور افعال کی نشاندہی، وضاحت اور ان کو منظّم کرتی ہے۔

تین اعضاء: عاملہ، مقنّنہ اور عدلیہ۔ یہ شہریوں کے حقوق اور آزادیوں کی بھی فراہمی کرتا ہے اور انفرادی شہری اور ریاست اور حکومت کے مابین تعلقات کو واضح کرتا ہے۔ آئین کو تحریری یا غیر تحریری طور پر لکھا جاسکتا ہے۔ لیکن اس میں زمین کے بنیادی قوانین شامل ہیں۔ یہ ایک اعلیٰ اور حتمی اختیار ہے۔ کوئی بھی فیصلہ یا اقدام جو اس کے مطابق نہیں ہے وہ غیر آئینی اور غیر قانونی ہوگا۔ ایک آئین بھی اختیارات کے ناجائز استعمال سے بچنے کے لئے حکومت کی طاقت پر حدود رکھتا ہے۔ مزید یہ کہ یہ جامد نہیں ہے بلکہ ایک زندہ دستاویز ہے، کیونکہ اس میں ترمیم کرنے کی ضرورت ہے اور جب اسے جاری رکھنے کی ضرورت ہے اس کی لچکداری لوگوں کی خواہشات وقت کی ضروریات اور معاشرے میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے مطابق تبدیلی کے قابل بناتی ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

1942ء میں کرپس مشن نے باضابطہ طور پر دستور ساز اسمبلی کے قیام کا اعلان کیا۔ اس کے بعد 1946 میں کابینہ کمیشن کے سفارشات پر دستور ساز اسمبلی کا قیام عمل میں آیا۔

16.2.2۔ ہندوستان کا آئین۔ مسودہ:

آئین 26 / جنوری 1950ء کو عمل میں لایا گیا۔ تب سے ہم اس دن کو یوم جمہوریہ کے طور پر مناتے ہیں۔ آئین ہند، ہندوستان کے سیاسی نظام اور اس کے بنیادی مقاصد کی وضاحت کرتا ہے۔

اس کے متعلق دفعات ہیں:

(a) ہندوستان کے مستقل خطے

(b) شہریت

(c) بنیادی حقوق

(d) ریاستی پالیسی کے بنیادی اصول اور بنیادی فرائض

(e) مرکزی سطح اور مقامی سطح پر حکومت کا ڈھانچہ اور کام

(f) سیاسی نظام کے متعدد دیگر پہلو ہیں۔ اس نے ہندوستان کو ایک خودمختار، جمہوری، اشتراکی، سیکولر جمہوریہ کے طور پر متعین کیا۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. آئین سے کیا مراد ہے؟

16.3۔ آئین ساز اسمبلی:

آئین ساز اسمبلی یا آئینی اسمبلی عوامی سطح پر منتخب نمائندوں کی ایک مجلس یا اسمبلی ہوتی ہے جو آئین یا اس جیسی دستاویز کے مسودے کو تیار کرنے یا اس کے منظور کرنے کے مقصد کے لئے بنائی جاتی ہے۔

16.3.1۔ آئینی اسمبلی کے ممبروں کا انتخاب:

آئینی اسمبلی کے ممبران کا انتخاب صوبائی اسمبلیوں کے متناسب نمائندگی کے ایک واحد' قابل منتقلی ووٹ سسٹم کے ذریعے کیا جاتا ہے۔آئینی اسمبلی کی کل ممبر شپ 389 تھی جن میں سے 292 صوبوں کے نمائندے تھے۔93ریاستوں کے نمائندے تھے اور 4 کا تعلق دہلی۔میر وارا' کورگ اور برطانوی بلوچستان سے تھا۔ برطانوی ہندوستانی صوبوں کے 292 نشستوں کے لئے انتخابات 1946 میں مکمل ہوگئے تھے۔

کانگریس نے 208 نشستیں اور مسلم لیگ نے 73 نشستیں حاصل کیں۔اس کے بعد مسلم لیگ نے کانگریس کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کردیا اور سیاسی صورتحال گراوٹ کا شکار ہوگئی۔مسلم لیگ نے ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ آئینی اسمبلی کا مطالبہ کیا۔3 جون 1947 کو ہندوستان کے آخری گورنر جنرل لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے کابینہ کے مشن کے منصوبے کو ختم کرنے کے لئے اپنے ارادے کا اعلان کیا۔اس کا نتیجہ ہندوستان کی آزادی کے ایکٹ 1947 اور ہندوستان کی علیحدگی ہوگئی اور پاکستان بنا تھا۔ ہندوستانی آزادی کا قانون 18/جولائی 1947ء کو منظور ہوا۔اور یہ واقعہ 15/اگست 1947ء کو آزادی کی صورت میں نکلا۔9/ڈسمبر 1946ء کو پہلی بار اجلاس ہوا جس میں 14/اگست 1947ء کو برطانوی پارلیمنٹ کے ایک خودمختار ادارہ اور جانشین کی حیثیت سے دوبارہ اجتماع ہوا۔تقسیم کے نتیجے میں''ماؤنٹ بیٹن منصوبے کے تحت'' پاکستان کی ایک علیحدہ آئینی اسمبلی 3/جون 1947ء کو قائم کی گئی۔پاکستان میں شامل علاقوں کے نمائندوں نے ہندوستان کی آئینی اسمبلی کے ممبر بننے سے انکار کردیا۔

مغربی پنجاب اور مشرقی بنگال کے لئے نئے انتخابات ہوئے۔تنظیم نو کے بعد آئینی اسمبلی کی رکنیت 299 تھی اور اس کا اجلاس 31/ڈسمبر 1947 کو ہوا۔

آئین کا مسودہ مختلف مندوبین مختلف ذاتوں' خطے' مذہب' صنف وغیرہ کے 299 نمائندوں نے تیار کیا تھا۔ان مندوبین نے 3 سال (2 سال 11 ماہ اور 17 دن)' 114 دن بیٹھ کر اس بات پر تبادلہ خیال کیا کہ آئین میں کیا ہونا چاہئے اور کون سے قوانین کو شامل کیا جانا چاہئے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

پہلی آئینی اسمبلی کا اجلاس 9/ڈسمبر 1946ء کو دہلی میں پارلیمنٹ کے مرکزی ہال میں منعقد ہوا۔پہلے اجلاس میں 211 ممبران (9 خاتون ممبران) نے شرکت کی۔یہ اجلاس 12/ڈسمبر 1946 تک چلا۔اجلاس کے پہلے دن (9/ڈسمبر) ڈاکٹر سچدانندا سنہا کو کارگذار صدر اور فرانک انتھونی کو آئینی اسمبلی کا نائب صدر چنا گیا۔11/ڈسمبر 1946ء کو ڈاکٹر آر۔راجندرا پرساد آئینی اسمبلی کے مستقل صدر چن لئے گئے۔

16.3.2۔ مسودہ کمیٹی:

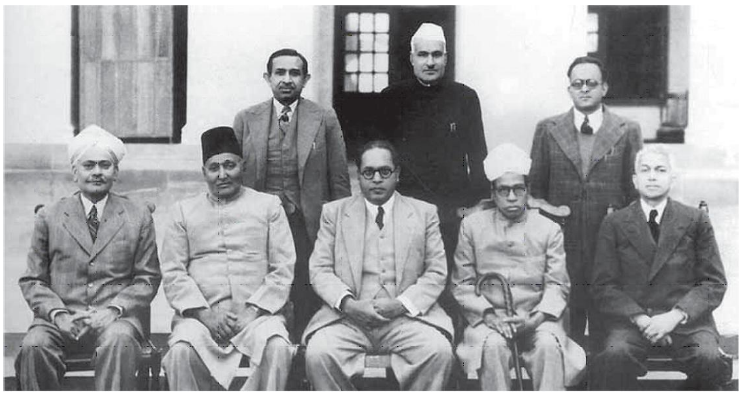

Fig.16.2: Members of Drafting Committee

آئینی اسمبلی کی تمام کمیٹیوں میں سب سے اہم مسودہ کمیٹی تھی جو 29 ر اگست 1947ء کو بنائی گئی تھی۔ اس کمیٹی کو ہی نئے آئین کا مسودہ تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ اس میں سات ممبران شامل تھے۔ ڈاکٹر بی۔آر۔امبیڈکر کی زیر صدارت آئین کی مسودہ کمیٹی تشکیل دی گئی تھی۔

(1) ڈاکٹر بی آر امبیڈکر

(2) این گوپالا سوامی آئینگر

(3) الاڈی کرشنا سوامی ایئر

(4) ڈاکٹر کے۔ایم منشی

(5) سید محمد سعد اللہ

(6) این۔مادھوا راؤ (ان کی جگہ بی۔ایل متر نے لی جو خراب صحت کے سبب مستعفی ہوئے تھے)

(7) ٹی۔ٹی۔کرشنما چاری (ان کی جگہ ڈی۔پی۔کھیتان نے لی' ان کا انتقال 1948ء میں ہوا)

کیا آپ جانتے ہیں؟

بین الاقوامی وکیل بینگل نرسنگ راؤ کو کمیٹی کا چیف مشیر مقرر کیا گیا تھا۔ وہ برما (موجودہ مینمار) کے آئین کے مسودہ کے تیار کرنے والوں میں شامل تھے۔

16.4۔ ہندوستان کا آئین۔ دیباچہ:

کسی بھی آئین کا دیباچہ ایک مختصر تعارفی بیان ہے جو دستاویز کے رہنمائی اصولوں کو پیش کرتا ہے۔ ہندوستان کا آئین بھی ایسا ہی کرتا ہے اس لئے آئینی اقدار ہندوستان کے پورے آئین میں ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن اس کی مثال یہ ہے ''بنیادی اقدار اور فلسفہ جس پر دستور بنی ہے''

16.4.1۔ دیباچہ۔تمہید:

ہم بھارت کے عوام، متانت و سنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو ایک مقتدر سماج وادی غیر مذہبی عوامی جمہوریہ بنائیں اور اس کے تمام شہریوں کے لئے حاصل کریں: انصاف' سماجی معاشی اور سیاسی: آزادی خیال' اظہار' عقیدہ' دین اور عبادت: مساوات بہ اعتبار حیثیت اور موقع: اور ان سب میں اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقن ہو۔ اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج ۲۶ نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں' وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

Subs. by the constitution [Forty-second Amendment] Act, 1976, Sec.2, for "Sovereign Democratic Republic" (w.e.f. 3.1.1977)

Subs. by the constitution [Forty-second Amendment] Act, 1976, Sec.2, for "Unity of the Nation" (w.e.f. 3.1.1977)

16.4.2۔ تمہید۔اقدار:

دیباچہ میں دی گئی اقدار کا اظہار آئین کے مقاصد کے طور پر کیا گیا ہے۔ خودمختاری' سوشلزم' سیکولرازم' جمہوریت' ہندوستان کا جمہوری کردار' انصاف' آزادی' مساوات' بھائی چارہ' انسانی وقار اور قوم کا اتحاد و سلمیت ہیں۔

1. **خودمختاری:** آپ نے تمہید میں پڑھا ہوگا' اس نے ہندوستان کو ''ایک خود مختار سوشلسٹ سیکولر جمہوریہ'' کا اعلان کیا ہے۔ خودمختار ہونے کا مطلب ہے کہ مکمل سیاسی آزادی اور اعلیٰ اختیار ہونا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان داخلی طور پر تمام طاقتور اور بیرونی طور پر آزاد ہے۔ بغیر کسی بیرونی مداخلت (کسی ملک یا فرد کے ذریعہ) اپنے آپ کا تعین کرنا ہے اور اس کے اختیار کو چیلنج کرنے کے لئے کوئی بھی اندر موجود نہیں ہے خودمختاری کی یہ خصوصیت' ہمیں بین الاقوامی برادری میں بحیثیت قوم وقار کا وقار دیتی ہے۔

2. **سوشلزم:** آپ کو معلوم ہوگا کہ ہندوستانی روایتی معاشرے میں معاشرتی اور معاشی عدم مساوات موروثی ہیں یہی وجہ ہے کہ سوشلزم کو ایک آئینی قدر بنایا گیا ہے جس کا مقصد معاشرتی تبدیلی کو فروغ دینا ہے تاکہ تمام قسم کی عدم مساوات کو ختم کیا جا سکے۔ ہمارا آئین حکومت اور عوام کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ تمام شعبوں میں منصوبہ بند اور مربوط سماجی ترقی کو یقینی بنائیں۔

3. **سیکولرازم:** ہم سب خوش ہوتے ہیں جب کوئی یہ کہتا ہے کہ ہندوستان تقریباً تمام بڑے مذاہب کی جگہ ہے۔اس تکثیر کی سیاق وسباق میں (جس کا مطلب ہے ایک سے زیادہ تعداد) سیکولرازم کو ایک عظیم آئینی قدر کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ سیکولرازم کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ملک کسی ایک مذہب یا کسی مذہبی تحفظات سے رہنمائی نہیں کرتی ہے' تاہم' ہندوستانی ریاست مذاہب کے خلاف نہیں ہے اس کے ذریعہ تمام شہریوں کو اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے' تبلیغ کرنے اوراس پر عمل پیرا ہونے کی اجازت دی گئی ہے۔اس کے ساتھ ہی یہ یقینی بناناہے کہ ریاست کا اپنا کوئی مذہب نہیں ہے۔آئین مذہب کی بنیاد پر کسی بھی طرح کے امتیازی سلوک کی سختی سے ممنوع ہے۔

4. **جمہوریت:** تمہید' جمہوریت کو قدر کی حیثیت سے ظاہر کرتی ہے۔حکومت کی شکل کے طور پر یہ لوگوں کی مرضی سے اس کا اختیار حاصل کرتی ہے۔عوام' ملک کے حکمرانوں کا انتخاب کرتے ہیں اور منتخب نمائندے عوام کے سامنے جوابدہ رہتے ہیں۔ ہندوستانی عوام انہیں عالمی سطح پر فرنچائز کے نظام کے ذریعہ مختلف سطحوں پر حکومت کا حصہ بننے کے لئے منتخب کرتے ہیں' جسے ''ایک آدمی ایک ووٹ'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔جمہوریت استحکام' معاشرے میں ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور یہ پرامن سیاسی تبدیلی کو حاصل کرتی ہے اس سے اختلاف رائے اور رواداری کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

5. **جمہوریہ:** ہندوستان نہ صرف ایک جمہوری قوم ہے بلکہ یہ ایک جمہوریہ بھی ہے۔جمہوریہ ہونے کی اہم علامت ہیڈ آف اسٹیٹ کا دفتر ہے' یعنی وہ صدر جس کا انتخاب کیا جاتا ہے اور جسے وراثت کی بنیاد پر منتخب نہیں کیا جاتا ہے۔جیسا کہ نظام عظمی سے ملتاہے۔یہ قدر جمہوریت کو تقویت بخش اور مستحکم کرتی ہے جہاں ہندوستان کے ہر شہری کو ریاست کا سربراہ منتخب ہونے کے مساوی اہل ہیں۔سیاسی مساوات ہی اس دفعہ کا مرکزی خیال ہے۔

6. **انصاف:** کئی اوقات آپ کو یہ بھی احساس ہوسکتا ہے کہ جمہوری نظام تنہا شہریوں کے ساتھ پوری طرح انصاف نہیں دیتاہے۔اب بھی ہمیں بہت سارے معاملات ملتے ہیں جہاں معاشرتی اور معاشی انصاف ہی نہیں بلکہ سیاسی انصاف سے بھی انکار کیا جاتاہے۔یہی وجہ ہے کہ آئین سازوں نے معاشرتی' معاشی اور سیاسی انصاف کو آئینی حق کے طور پر شامل کیا ہے ایسا کرنے سے' انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ سیاسی شہری آزاد شہریوں کو معاشرتی' معاشی استحکام پر مبنی ایک نیا معاشرتی نظام تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کریں۔ہر شہری کو انصاف کا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔انصاف پسند اور یکسانیت پسند معاشرے کا یہ نظریہ ہندوستانی آئین کی اولین اقدار میں سے ایک ہے۔

7. **آزادی:** تمہید میں بنیادی خیالات میں سے ایک کے طور پر فکر' اظہار' عقیدے اور عقائد کی پوجا کی آزادی کو تجویز کیا گیا ہے۔ان کو تمام کمیونٹوں کے ہر ممبر کو یقین دہانی کرانی ہوگی۔

8. **مساوات:** برابری اتنی ہی اہم آئینی قدر ہے جتنی کسی دوسرے کو۔تنظیم ہر شہری کو اس کی بہترین ترقی کی حیثیت اور مواقع کی برابری کو یقینی بناتا ہے۔چونکہ بطور انسان ہر ایک کی عزت نفس ہے اور اس کو بھرپور لطف اندوز ہونے کا حق ہے۔ہمارے ملک اور معاشرے میں موجود کسی بھی شکل میں عدم مساوات کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔لہٰذا تمہید میں خاص طور پر عکاسی کی جانے والی تہلیت کو

ایک اہم قدر قرار دیا جاتا ہے۔

9. بھائی چارہ: تمہید میں بھائی چارہ کو فروغ دینے کے لئے ایک عہد بھی کیا گیا ہے جو کہ ہندوستان کے تمام لوگوں میں مشترکہ بھائی چارہ کی روح ہے۔ بھائی چارہ کی عدم موجودی سے ہندوستان بٹ جائے گا لہٰذا انصاف' آزادی اور مساوات جیسے تمام نظریات کے متناسب معنیٰ' بھائی چارے پر اہم زور دیتا ہے۔ درحقیقت' بھائی چارہ کو نہ صرف معاشرے کے مختلف فرقوں میں' فرقہ وارانہ حتیٰ کہ مقامی امتیازی سلوک کو ختم کرکے' جو ہندوستان کے اتحاد کی راہ میں کھڑے ہیں کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

10. فرد کی عظمت: فرد کی عظمت کو سمجھنے کے لئے بھائی چارہ کو فروغ دینا ضروری ہے۔ ہر فرد کی عزت کو محفوظ رکھنا ضروری ہے جس کے بغیر جمہوریت کام نہیں کرسکتی۔ یہ جمہوری حکمرانی کے تمام عملوں میں ہر فرد کی یکساں شرکت کو یقینی بناتا ہے۔

11. قوم کی یکجہتی اور سالمیت: ملک کی آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے' قوم کا اتحاد و سالمیت بہت ضروری ہے لہٰذا ملک کے تمام باشندوں کے مابین اتحاد کو فروغ دینے کے لئے زور دیا گیا ہے۔ ہمارا آئین توقع کرتا ہے کہ ہندوستانی شہریوں کا فرض ہے کہ ہندوستان کے اتحاد اور سالمیت کو برقرار رکھنا اور ان کا تحفظ کرنا۔

12. بنیادی فرائض: ہمارا دستور شہریوں کے ذریعہ انجام دینے کے لئے کچھ فرائض پیش کرتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ یہ فرائض قانون کی عدالت میں نافذ نہیں ہیں جیسا کہ بنیادی حقوق ہیں لیکن ان فرائض کو شہریوں کو نبھانا ہے۔ بنیادی فرائض کو اب بھی زیادہ اہمیت حاصل ہے کیوں کہ یہ حب الوطنی' قوم پرستی' انسانیت پسندی' ماحولیات' ہم آہنگی کے ساتھ رہائش پذیری' صنفی مساوات' سائنسی مزاج اور تفتیش اور انفرادی اور اجتماعی فضیلت جیسے کچھ بنیادی اقدار کی عکاسی کرتی ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟:

ہندوستان کا آئین 26/ جنوری 1950ء کو نافذ العمل ہوا۔ اسی دن کو بطور یادگار یوم جمہوریہ مناتے ہیں۔

آئینی نفاذ کی تاریخ: 26/ جنوری کا آئینی نفاذ کی تاریخ کے طور پر تاریخی پس منظر موجود ہے۔ نہرو کی زیر صدارت' لاہور میں انڈین نیشنل کانگریس کے اجلاس (31/ دسمبر 1929ء) نے جنوری 26 کو ''یوم مکمل سوراجیا'' قرار دیا۔ اس موقع پر جنوری کو آئین کے نفاذ کی تاریخ مقرر کی گئی تھی۔

اپنی ترقی کی جانچ کیجئے:

1. آ ئینی اقدار کے دو اہم اقدار کے بارے میں لکھئے؟ آپ ان دونوں اقدار کو کیوں اہم سمجھتے ہیں؟

16.5۔ آ ئین ہند۔نمایاں خصوصایت:

آ ئین ہند کی اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں:

تحریری آ ئین:

ہندوستان کا آ ئین سب سے طویل تحریری آ ئین ہے۔ یہ ایک تمہید‘22 حصے‘12 شیڈولز اور 5 ضمیموں‘395 مضامین پر مشتمل ہے۔ یہ قوانین کی حمایت ہے جو سیاسی نظام کی نوعیت اور حکومت کے اعضاء کے ڈھانچے اور کام کی وضاحت کرتی ہے۔ یہ جمہوریہ کے طور پر ہندوستان کے اولین مقصد کا اظہار کرتا ہے۔اس سے شہریوں کے بنیادی حقوق اور بنیادی فرائض کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔ لہٰذا‘ یہ بنیادی آ ئینی اقدار کی بھی عکاسی کرتا ہے۔

سخت اور لچکدار:

ہندوستانی آ ئین نہ تو برطانوی آ ئین کی طرح لچکدار ہے اور نہ ہی امریکی دستور کی طرح سخت ہے۔ یہ تسلسل اور تبدیلی کی قدر کو ظاہر کرتا ہے۔ہندوستان کے آ ئین میں ترمیم کے تین طریقے ہیں:(1)اس کی کچھ شقوں میں پارلیمنٹ میں عام اکثریت کے ذریعہ ترمیم کی جا سکتی ہے۔(2) کچھ خصوصی اکثریت کے ذریعہ۔(3) کچھ میں پارلیمنٹ میں خصوصی اکثریت اور ریاستوں کی منظوری کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

بنیادی حقوق اور بنیادی فرائض:

ہمارا آ ئین حقوق کی ضمانت دیتا ہے ان حقوق کے علاوہ آ ئین میں بنیادی فرائض کی نشاندہی کرنے کی دفعات ہیں جو آرٹیکل 51(اے) میں 42 ویں ترمیم کے ذریعہ آ ئین میں شامل ہیں۔ حالانکہ یہ بنیادی حقوق کی حیثیت سے قابل عمل نہیں ہیں۔ یہ فرائض آ ئین میں شامل بنیادی اقدار کی عکاسی کرتے ہیں۔

ریاستی پالیسی کے رہنمایانہ اصول:

بنیادی حقوق کے علاوہ آ ئین میں ایک سیکشن بھی ہے جسے ریاستی پالیسی کے رہنمایانہ اصول کہتے ہیں۔ یہ آ ئین کی ایک انوکھی خصوصیت ہے۔اس کا مقصد عظیم تر معاشرتی اور معاشی اصلاحات کو یقینی بنانا اور ریاست کے لئے ایسے قوانین اور ایسی پالیسیاں قائم کرنا ہے جو عوام کی غربت کو کم کرنے اور معاشرتی امتیاز کو ختم کرنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔

مربوط اور آزاد عدلیہ:

ریاست ہائے متحدہ امریکہ جیسے وفاقی ممالک کے عدالتی نظام کے برخلاف' ہندوستانی آئین نے ایک مربوط عدالتی نظام قائم کیا ہے۔ اگرچہ سپریم کورٹ قومی سطح پر ہے۔ عدالتوں کی ایک درجہ بندی ہے۔ درجہ بندی میں سب سے اوپر سپریم کورٹ ہے۔ ریاستی سطح پر اعلیٰ عدالتیں اور ضلعی اور نچلی سطح پر ماتحت عدالتیں۔ اس متفقہ عدالتی نظام کا مقصد تمام شہریوں کو یکساں انداز میں فروغ دینے اور انصاف کو یقینی بنانا ہے۔ مزید یہ کہ آئینی شقوں سے ہندوستانی عدلیہ کی آزادی کو یقینی بنایا جاتا ہے جو عاملہ اور مقنّنہ کے اثر ورسوخ سے پاک ہے۔

اکہری شہریت:

ہندوستانی آئین میں اکہری شہریت کی فراہمی ہے۔ کیا آپ اسکا مطلب جانتے ہیں؟ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہر ہندوستانی' ہندوستان کا شہری ہے' خواہ اس کی رہائش ملک میں ہو یا بیرون ملک۔ لیکن پیدائش ہندوستان میں ہوئی ہو۔ یہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے برعکس ہے۔ جہاں دوہری شہریت کا نظام موجود ہے۔ ایک شخص اس ریاست کا شہری ہے جہاں وہ رہتا ہے اور ساتھ ہی وہ امریکی ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا شہری بھی ہے۔ ہندوستانی آئین میں یہ فراہمی یقینی طور پر مساوات' اتحاد اور سالمیت کے اقدار کو تقویت بخشتی ہے۔

عالمگیر بالغ رائے دہندگی:

مساوات اور انصاف کی اقدار کی عکاسی ہوتی ہے یہ آئین کی ایک اور نمایاں خصوصیت ہے۔ ہر ہندوستانی کو مخصوص عمر 18 سال حاصل کرنے کے بعد ووٹ ڈالنے کا حق حاصل ہے۔ مذہب' نسل' ذات' جنس' نزول اور مقام پیدائش یا رہائش کی بنیاد پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جاسکتا۔ یہ حق عالمگیر بالغوں کی رائے دہی کے طور پر جانا جاتا ہے۔

Fig.16.3: Parliament of India

وفاقی نظام اور پارلیمانی طرز حکومت:

آئین کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ ریاست کے ایک وفاقی نظام اور حکومت کے پارلیمانی نظام کی شکل مہیا کرتی ہے۔ وفاقی نظام قوم کے اتحاد و سالمیت کی آئینی قدر کی عکاسی کرتا ہے اور اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اقتدار کی قدر۔ حکومت کی پارلیمانی شکل لوگوں میں عائد کردہ ذمہ داری اور خودمختاری کی اقدار کی عکاسی کرتی ہے۔ یہ ایک اہم پارلیمانی اصول ہے کہ حکومت ہی لوگوں کے نمائندوں پر مشتمل مقنّنہ کے لئے انتظامیہ کی ذمہ داری ہے۔

16.6۔ خلاصہ (کلیدی نکات):

☆ آئین کا مطلب ہے چند بنیادی اصول' بنیادی قاعدوں کا ایک مجموعہ ہے جو ملک کے عاملہ' مقننہ اور عدلیہ کے بڑے اداروں کی شناخت' اس کی وضاحت اور ان کو منظم کرتا ہے۔ یہ اداروں کے اختیارات اور افعال کی بھی وضاحت کرتا ہے۔

☆ یہ شہریوں کے حقوق اور آزادی کی فراہمی اور انفرادی شہری اور ریاست اور حکومت کے مابین تعلقات کو واضح کرتا ہے۔

☆ ہندوستان کا آئین اپنے قائم کردہ نظام کے بنیادی مقاصد کی وضاحت کرتا ہے اس نے ہندوستان میں ایک خود مختار' جمہوری' سوشلسٹ اور سیکولر جمہوریہ قائم کیا ہے۔

☆ معاشرتی تبدیلی لانے اور انفرادی شہری اور ریاست کے درمیان تعلقات کی وضاحت کے لئے دفعات ہیں۔

16.7۔ نمونہ امتحانی سوالات:

I. مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 1 تا 2 جملوں میں دیجئے۔

1. ہندوستانی آئین کی اہم خصوصیات کیا ہیں؟
2. اکہری شہریت کا کیا مطلب ہے؟

II. مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 4 تا 5 جملوں میں دیجئے۔

1. ریاست کی پالیسی کے رہنمایانہ اصولوں میں آئینی اقدار کی کیا عکاسی ہوتی ہے؟
2. ہندوستان کی عدلیہ کو مربوط عدلیہ کیوں کہا جاتا ہے؟

III. مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 8 تا 10 جملوں میں دیجئے۔

1. وفاقی نظام کی اہم خصوصیات کیا ہیں؟
2. یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ ''ہندوستان ایک وفاق ہے لیکن روح میں یکجہتی ہے'' کوئی دو وجوہات بتائیے۔

IV. متعدد انتخابی سوالات

1. دستور ساز کمیٹی کے صدر ( )

(a) ڈاکٹر راجندر پرساد (b) ڈاکٹر بی آر امبیڈکر

(c) جواہر لال نہرو (d) سردار ولبھ بھائی پٹیل

2. 26رجنوری ہر سال__________کے طور پر منایا جاتا ہے، کیونکہ آئین ہند نافذ العمل ہوا ( )

(a) یوم آزادی (b) یوم قانون (c) قومی دن (d) یوم جمہوریہ

3. ہندوستان کی اعلیٰ ترین عدالت ( )

(a) سپریم کورٹ (b) ہائی کورٹ (c) ضلعی کورٹ (d) سیشن کورٹ

4. تمام قسم کی عدم مساوات کو ختم کرنے کے لئے معاشرتی تبدیلی کو فروغ دینا ( )

(a) خودمختاری (b) سیکولرازم (c) سوشلزم (d) جمہوریت

16.8۔ حوالہ کتابیں:

☆ ایس سی ای آر ٹی، تلنگانہ سماجی علوم کی کتابیں

بنیادی حقوق۔فرائض
17 Fundamental Rights - Duties

17.0۔ آموزشی ماحاصل

☆ دستور ہند میں بنیادی حقوق کے بارے میں بیان کرسکیں گے۔

☆ بنیادی حقوق اور انسانی حقوق کے مابین فرق کی وضاحت کرسکیں گے۔

☆ بنیادی فرائض کے بارے میں وضاحت کرسکیں گے۔

17.1۔ تعارف

موجودہ دور میں ''حق تعلیم''، ''حق اطلاعات'' اور ''پرامن احتجاج کے حق'' جیسی اصطلاحات عام طور پر سننے کو ملتی ہیں۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ کیا دستور میں اس کا ذکر کیا گیا ہے یا نہیں؟ دستور ہند ملک کے تمام شہریوں کو چند حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ یہ بنیادی حقوق کہلاتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ دستور ہند ان فرائض کا ذکر کرتا ہے جن کا انجام دینا ہر ہندوستانی شہری پر لازم ہے۔ یہ بنیادی فرائض کہلاتے ہیں۔ اس سبق میں بنیادی حقوق اور بنیادی فرائض کے بارے میں تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔

17.2۔ حقوق اور فرائض کا مفہوم اور اس کی اہمیت:

ہم اکثر حقوق کے بارے میں بات کرتے ہیں لیکن کیا آپ کو حقوق کی اصطلاح کے بارے میں علم ہے؟ حقوق وہ اصول ہیں جو عوام سے مربوط ہوتے ہیں۔ یہ عوام اور مملکت کے مابین چند حدود بندشیں ہیں۔ حقوق کی تعریف یہ ہے کہ فرد کی ترقی کے لئے ضروری ہیں اور جن کو مملکت یا سماج کی جانب سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ حقوق کو اکثر یہ مانا جاتا ہے کہ یہ تہذیب کی بنیاد ہیں اور یہ سماج و کلچر کی بنیادیں تعمیر کرتے ہیں۔

لیکن حقوق کا اصل مطلب تو اسی وقت سامنے آئے گا جب سماج کے افراد اپنے فرائض کو انجام دیں گے۔ فرض وہ ہے جس کی کوئی فرد توقع کرتا ہے یا جو مطلوب ہے۔ مثال کے طور پر: والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کے بچوں پر توجہ دیں۔ آپ کے والدین کے تئیں آپ کے بھی کچھ فرائض ہیں۔ ایک ٹیچر کا فرض ہے کہ وہ طلباء کو تعلیم دے۔ دراصل حقوق و فرائض گاڑی کے دو پہیئے ہیں جن کی صحیح کارکردگی سے زندگی کی گاڑی چلتی ہے۔ حقوق اور فرائض کو اچھی طرح نبھانے پر ہی زندگی خوشگوار بن سکتی ہے۔ حقوق وہ ہیں جو ہم کسی سے اپنے لئے حاصل کرتے ہیں۔ جب کہ فرائض وہ ہیں جو ہم دوسروں کے لئے ادا کرتے ہیں۔ لہٰذا حق اسی وقت جائز ہوگا جب کہ ہم دوسروں کے حقوق بھی ادا کریں۔ حقوق کے جواز کے لئے ہمیں فرائض ادا کرنے ہوں گے۔ اگر ہمیں صحت یا ٹرانسپورٹ کی عوامی

سہولتوں سے استفادے کا حق ہے تو یہ ہمارا فرض ہے کہ دوسروں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیں۔ اگر ہم کو آزادی کا حق ہے تو یہ ہمارا فرض ہے کہ آزادی کا غلط استعمال نہ کریں اور نہ کسی کو نقصان پہنچائیں۔

مشغلہ: نیچے دئے گئے باکس میں اپنے فرائض اور حقوق کو لکھئے جو اپنے خاندان' دوستوں اور پڑوسیوں کے سلسلہ میں آپ پر عائد ہوتے ہیں۔

میرے فرائض

پڑوسیوں سے متعلق	دوستوں سے متعلق	خاندان سے متعلق
.1	.1	.1
.2	.2	.2

میرے حقوق

پڑوسیوں سے متعلق	دوستوں سے متعلق	خاندان سے متعلق
.1	.1	.1
.2	.2	.2

17.3۔ بنیادی حقوق:

بنیادی حقوق کا دستور ہند کے پارٹ سوم میں ذکر کیا گیا ہے۔ ہندوستانی شہریوں کو دستور ہند چھ بنیادی حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ (1) حق مساوات' (2) حق آزادی' (3) استحصال سے تحفظ کا حق' (4) مذہبی آزادی کا حق' (5) تعلیم وتمدن کے حقوق اور (6) دستوری چارہ جوئی کا حق۔ جب کہ یہ بنیادی حقوق آفاقی ہیں۔ دستور نے چندحدود واستثناء کے ساتھ ان کو فراہم کئے ہیں۔

سوچیے

آپ اپنے حقوق اور فرائض کے مابین فرق سے متعلق کیا سوچتے ہیں؟ کیا آپ سوچتے ہیں کہ یہ باہم مربوط ہیں؟ وہ کس طرح؟

1. حق مساوات:

حق مساوات ایک سماج میں بے حد اہم ہے۔ اس حق کا مقصد قانون کی حکمرانی قائم کرنا ہے جب کہ بلا کسی مذہبی طبقہ واری' جنس اور مقام پیدائش کے علاوہ کسی نسلی فرق کے بغیر تمام شہریوں کو مساوی قرار دیا گیا ہے۔

(i) **قانون کے آگے مساوات:** دستور تمام شہریوں کو قانون کے روبرو مساوات کی ضمانت دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کا قانون تمام شہریوں کی یکساں حفاظت کرتا ہے۔ اگر کوئی دو افراد ایک جیسے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں تو بلا کسی امتیاز کے دونوں کو یکساں سزا دی جاتی ہے۔

(ii) **مذہب، نسل، طبقہ، جنس یا مقام پیدائش کی بنیاد پر کوئی امتیاز نہیں:** ریاست کسی بھی فرد کے ساتھ مذہب، نسل، طبقہ و فرقہ یا جنس یا مقام پیدائش کی بنیاد پر امتیازی سلوک نہیں کرسکتی۔ سماجی مساوات کو روبہ عمل لانا ضروری ہے۔ ہندوستان کا ہر شہری دوکانات، ہوٹلیں، عوامی تفریحی مقامات، کنوؤں، تالابوں وسڑکوں کو بنا کسی تفریق کے استعمال کرنے کا فائدہ اٹھانے کا حق رکھتا ہے جب کہ ریاست، بچوں اور خواتین کے لئے مخصوص سہولتیں فراہم کرسکتی ہے۔

(iii) **عوامی روزگار کے سلسلہ میں تمام شہریوں کو یکساں مواقع:** عوامی روزگار کے سلسلہ میں مملکت کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کرسکتی تمام شہریوں کو درخواست داخل کرنے کا حق حاصل ہے۔ وہ قابلیت اور میرٹ کی بنیاد پر روزگار حاصل کرسکیں گے۔ شیڈولڈ کاسٹس (SC)، شیڈولڈ ٹرائبس (ST) اور دیگر پسماندہ طبقات (OBC) کے لئے تحفظات حاصل رہیں گے۔

(iv) **چھوت چھات کا خاتمہ:** ذات پات کا امتیاز چاہے کسی بھی شکل میں ہو قابل سزا جرم ہے۔ قانون میں گنجائش فراہم کی گئی ہے کہ ان لاکھوں افراد کو اونچا اٹھایا جائے جو طبقہ یا پیشہ کی بنیاد پر پسماندگی کی حالت میں ہیں۔

(v) **القابات کا خاتمہ:** برطانوی دور اقتدار کے القابات جیسے سر یا رائے بہادر جو تاج برطانیہ کے تحت دیئے جاتے تھے، ان کا خاتمہ کردیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے امتیاز و تفریق کا اظہار ہوتا ہے۔ البتہ صدر جمہوریہ ہند شہری وفوجی ایوارڈس ان شہریوں کو عطا کرتے ہیں جنہوں نے مختلف شعبوں میں نمایاں کارکردگی انجام دی ہو۔ بھارت رتن، پدم شری، پدم وبھوشن، پدم بھوشن، شہری ایوارڈس ہیں جب کہ ویر چکر، پرم ویر چکر، اشوک چکر فوجی اعزازات ہیں۔

اپنی جانچ آپ:

کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ قانون کے روبرو مساوات پر حقیقی عمل آوری ہورہی ہے؟ چند وجوہات بیان کیجئے۔

2. حق آزادی:

آپ اتفاق کریں گے کہ آزادی ہر ایک جاندار کے لئے اہمیت کی حامل ہے۔ انسان ضرور آزادی پسند کرے گا۔ آپ بھی آزادی کو پسند کرتے ہیں۔

دستور ہند تمام شہریوں کو آزادی عطا کرتا ہے۔ دفعہ 19 تا 22 کے تحت یہ حق فراہم کیا گیا ہے۔ آزادی کا حق ان چھ زمروں پر مشتمل ہے۔

(i) چھ آزادیاں: آرٹیکل 19 (دستور ہند) کے تحت چھ آزادیاں فراہم کی گئی ہیں۔

(a) تقریر اور اظہار خیال کی آزادی۔

(b) پرامن اور بنا کسی ہتھیار کے اجتماع کی آزادی۔

(c) اسوسی ایشن اور انجمنیں بنانے کی آزادی۔

(d) ملک کے اندر کسی بھی مقام تک آزادانہ نقل وحرکت کی آزادی۔

(e) ملک کے کسی بھی مقام پر رہنے اور بود و باش اختیار کرنے کی آزادی۔

(f) کسی بھی پیشہ یا تجارت یا کاروبار کو اختیار کرنے کی آزادی۔

ان آزادیوں کو فراہم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جمہوریت کو بہتر انداز میں چلایا جائے۔ دستور ہند حکومت کو اجازت دیتا ہے کہ وہ ان آزادیوں کو چند جائز حدود میں لائے۔

(ii) دستور کی دفعہ 20 شہریوں کو جرم کے ارتکاب کی بنا سزا سے تحفظ ہے جب کہ شہری نے وہ جرم نہ کیا ہو۔ قانون کی رو سے جو سزا ہے وہی دی جائے گی۔ ایک جرم کی سزا صرف ایک بار دی جائے گی۔ مجرم کو ہی گواہ فراہم کرنے پر زور نہیں دیا جائے گا۔

(iii) شخصی آزادی اور زندگی کا تحفظ: کوئی بھی فرد اپنی یا کسی اور کی زندگی کو خطرے میں ڈال سکتا ہے اور نہ ہی وہ شخصی آزادی کو پامال کر سکے گا۔ دفعہ 21 میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔

(iv) چند مقامات میں گرفتاری اور محرومیت سے تحفظ: دفعہ 22 میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی فرد کو گرفتار کیا جائے تو اسے اس کی اطلاع دی جائے۔ گرفتاری کی وجوہات بتائی جائیں تاکہ وہ اپنی مرضی سے کسی قانون داں کی مدد لے اور اپنا دفاع کر سکے۔

اپنی جانچ آپ (آیئے اپنی جانچ کریں)

1. دستور ہند میں کون کون سی آزادیاں فراہم کی گئی ہیں؟

3. استحصال سے تحفظ کا حق:

آپ نے کبھی سوچا کہ سماج میں استحصال کے کئی راستے ہیں؟ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک چھوٹا بچہ ٹی اسٹال پر یا ایک ان پڑھ آدمی کسی امیر آدمی کے گھر پر جبراً کام کرتا ہے۔ روایتی طور پر ہندوستانی سماج موروثی طور پر استحصال کے کئی راستے فراہم کرتا ہے۔

دستور ہند نے استحصال سے بچانے کے لئے اقدامات کیئے ہیں دستور کی دفعات 23 اور 24 کے ذریعہ دستور ہند نے شہریوں کو استحصال سے تحفظ کی ضمانت دی ہے۔ یہ دو دفعات ہیں:

انسانوں کی خرید و فروخت جبراً مزدوری اور گداگری (بھیک مانگنا) کی دیگر شکلوں پر پابندی لگادی گئی ہے۔ دستور کے تحت یہ مستوجب سزا جرم ہے۔ دستور میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ 14 سال سے کم عمر کوئی بھی بچہ یا بچی کسی خطرناک جگہ سرنگ یا کسی فیکٹری یا کارخانہ میں کام نہ کرے۔ بچہ مزدوری کی روک تھام کے لئے یہ لکھا گیا ملک کو شروع سے ہی اس برائی کا سامنا ہے۔

4. مذہب کی آزادی کا حق:

آپ جیسا کہ جانتے ہیں دستور ہند کے دیباچہ میں بیان ہے ''تمام شہریوں کے عقیدہ و ایمان کی آزادی'' ہندوستان ایک ہمہ مذہبی ملک ہے، جہاں پر ہندو مسلم سکھ عیسائی اور دیگر مذاہب کے لوگ مل جل کر رہتے بستے ہیں۔ دستور یہ واضح کرتا ہے کہ ہندوستان ایک سیکولر مملکت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت کا اپنا کوئی مذہب نہیں۔ لیکن حکومت تمام شہریوں کو یہ آزادی دیتی ہے کہ وہ کسی بھی مذہب یا عقیدہ پر عمل کریں۔ لیکن ان پر لازم ہے کہ وہ کسی دوسرے کے مذہب میں دخل نہ دیں اور نہ کسی کے عقیدے میں مداخلت کریں۔

(i) **آزادی ضمیر و عقیدہ اور مذہب کی تبلیغ کی آزادی:** تمام شہریوں کو آزادی اظہار ضمیر عقیدہ اور مذہب کی تشہیر و تبلیغ کی آزادی حاصل ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ کوئی بھی شخص کسی دیگر شخص کو کوئی مذہب یا عقیدہ اختیار کرنے کے لئے زبردستی کرے۔ اور غیر ضروری بالادستی دکھائے۔

(ii) **مذہبی امور کی انجام دہی کی آزادی:** عوامی سہولت، اخلاق اور صحت کا لحاظ رکھتے ہوئے ہر ایک مذہبی گروہ کو یہ آزادی دی گئی ہے کہ

(a) وہ مذہبی یا خیراتی مقاصد کے لئے ادارے تشکیل دے سکتے ہیں اور انہیں چلا سکتے ہیں۔

(b) مذہب کے لحاظ سے اپنے امور انجام دے سکتے ہیں۔

(c) منقولہ و غیر منقولہ جائیداد رکھ سکتے ہیں۔

(d) اور ان جائیدادوں کا انتظام قانون کے مطابق کر سکتے ہیں

(iii) **کسی مخصوص مذہب کے فروغ کے لئے ٹیکس ادا نہ کرنے کی آزادی:**

کوئی بھی شخص کسی کو مذہبی انداز کے ٹیکس یا کسی مذہب کے فروغ کے لئے ٹیکس ادا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ مذہبی جائیدادوں کا استعمال قانون کے مطابق کیا جائے گا۔

(iv) تعلیمی اداروں میں مذہبی عقیدہ کے مطابق عمل آوری نہیں ہوگی:

کسی بھی تعلیمی ادارہ میں جو ریاست کے فنڈ سے نہ چلایا جاتا ہو' کسی مخصوص مذہب کی ہدایتوں پر عمل آوری نہیں ہوگی۔ جب کہ کوئی ایسا ادارہ جو حکومت کی جانب سے چلایا جاتا ہو لیکن کسی ٹرسٹ کے تحت ہو اس پر اس کا طلاق نہ ہوگا۔ لیکن کسی بھی فرد کو اپنی کسی سرگرمی میں حصہ لینے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ کسی نابالغ بچہ یا بچی کی صورت میں اس کے سرپرست سے اس کی اجازت لینا لازمی ہوگا۔

اپنی جانچ آپ:

1. استحصال سے تحفظ ایک بنیادی حق ہے اس کا اہم مقصد کیا ہے؟
2. آپ کے اطراف میں روزانہ ہونے والے استحصال کی کوئی چار شکلوں کو بیان کیجئے۔

5. تمدنی و تعلیمی حقوق:

ہندوستان ایک ہمہ تہذیبی' رسم الخط' ہمہ لسانی اور ہمہ مذہبی پہلو رکھنے والی وسیع تر جمہوریت ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جمہوریت میں اکثریت کے فیصلے کو اہمیت دی جاتی ہے لیکن جمہوریت کی کامیابی کے لئے اقلیتیں بھی مساوی اہمیت رکھتی ہیں۔ بنیادی حقوق کے باب میں تمدنی و تعلیمی حقوق کا خصوصی تذکرہ کیا گیا کیونکہ عوام کو ان کی زبان اور کلچر سے لگاؤ ہوتا ہے۔ دستور کی دفعہ 29 اور 30 اس ضمن میں وضاحت کرتی ہیں۔

اقلیتوں کی بہبود و تحفظ: کوئی بھی اقلیتی گروپ جو مخصوص زبان' رسم الخط یا کلچر رکھتا ہے اسے اپنے تحفظ کا حق حاصل ہے۔ کوئی بھی شہری کسی ایسے تعلیمی ادارے میں جو ریاست کی جانب سے یا ریاست کے فنڈ کے ذریعہ چلایا جاتا ہو کسی بھی شہری کو مذہب نسل طبقہ یا زبان کی بنیاد پر داخلہ دینے سے انکار نہیں کر سکتا۔

6. دستوری چارہ جوئی کا حق:

بنیادی حقوق انصاف فراہم کرتے ہیں اور دراصل یہ ضمانتیں ہیں۔ یہ قابل نفاذ اور قابل تعمیل ہیں۔ ہر ایک شہری کو حق ہے کہ اگر اسکے بنیادی حقوق پامال ہو رہے ہوں تو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ ہمارے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لئے عدالتی چارہ جوئی کا حق دستور نے ہم کو دیا ہے۔ دفعہ 32 کی رو سے دستوری چارہ جوئی کا حق دیا گیا ہے اگر ان حقوق کو پامال کیا جا رہا ہو تو انصاف کے لئے ہم عدالتوں سے رجوع ہو سکتے ہیں۔

17.4۔ حق تعلیم:

2002ء میں دستور میں 86ویں ترمیم کے ذریعہ بنیادی حقوق کے چیاپٹر میں ایک نئے آرٹیکل 21A کا اضافہ کیا گیا جس میں تعلیم کا حق فراہم کیا گیا ہے۔ یہ ایک دیرینہ مطالبہ تھا۔ وہ تمام بچے جو 6 تا 14 سال عمر کے ہیں (اور ان کے والدین) بنیادی حق کے طور پر مفت اور لازمی تعلیم کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ ملک میں ناخواندگی کے خاتمہ کے لئے اٹھایا گیا یہ بڑا اقدم ہے۔ جب کہ یہ اقدام بے معنی رہا جب کہ 2009ء تک اس پر عمل نہ ہوا قانون حق تعلیم کو پارلیمنٹ نے 2009ء میں منظور کیا۔ یکم اپریل 2010ء سے اس پرعمل آوری کا آغاز ہوا۔اس ایکٹ کی رو سے 6 تا 14 سال کی عمر کے تمام بچے جو اسکول سے باہر ہیں اسکولوں میں داخلہ پائیں گے اور معیاری تعلیم حاصل کریں گے۔

Right of Children to Free and Compulsory Education (RTE) Act, 2009

The RTE Act is meant for providing free and Compulsory Education to all Children in the age group of 6 – 14 years and came into force from 1st April 2010.

Important provisions of RTE Act

- Ensure availability of schools within the reach of the children.
- Improve School infrastructure facilities.
- Enroll children in the class appropriate to his / her age.
- Children have a right to receive special training in order to be at par with other children.
- Providing appropriate facilities for the education of children with special needs on par with other children.
- No child shall be liable to pay any kind of fee or charges or expenses which may prevent him or her from pursuing and completing the elementary education. No test for admitting the children in schools.
- No removal of name and repetition of the child in the same class.
- No child admitted in a school shall be held back in any class or expel from school till the completion of elementary education.
- No child shall be subjected to physical punishment or mental harassment.
- Admission shall not be denied or delayed on the ground that the transfer and other certificates have not been provided on time.
- Eligible candidates alone shall be appointed as teachers.
- The teaching learning process and evaluation procedures shall promote achievement of appropriate competencies.
- No board examinations shall be conducted to the children till the completion of elementary education.
- Children can continue in the schools even after 14 years for the completion of elementary education.
- No discrimination and related practices towards children belonging to backward and marginalized communities.
- The curriculum and evaluation procedures must be in conformity with the values enshrined in the constitution and make the child free of fear and anxiety and help the child to express views freely.

اپنی جانچ آپ:

1. بنیادی حقوق کا مطلب سمجھائیے اوران کے بارے میں وضاحت کیجئے۔

17.5۔ بنیادی حقوق اورانسانی حقوق:

آپ پہلے ہی پڑھ چکے ہیں کہ بنیادی حقوق ہر ایک شہری کے لئے بے حد ضروری ہیں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ شہری ہمیشہ بہتر معیارزندگی، انسانی وقار کے لئے اور ناانصافی واستحصال سے تحفظ کے لئے جدوجہد کرتے آرہے ہیں۔ اس طرح کے حقوق کو بین الاقوامی طور پر تسلیم کیا گیا ہے جو عام طور پر انسانی حقوق کہلاتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 1948ء میں ان حقوق کو مانا ہے اورانسانی حقوق کے آفاقی اعلامیہ میں اس کو جگہ دی گئی ہے۔ چند ایک مسلمہ انسانی حقوق یہ ہیں:

قانون کے آگے مساوات، بھید بھاؤ سے آزادی، حق زندگی، آزادی اور شخصی رازداری آزادانہ نقل وحرکت کی آزادی، حق تعلیم، شادی کرنے اور خاندان بسانے کا حق آزادی فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی، پرامن اجتماع کرنے اور انجمنیں تشکیل دینے کا حق، سماجی تمدنی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا حق، اگر آپ ان حقوق کا بغور مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ انسانی حقوق کتنے اہم ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ کئی ایک انسانی حقوق دستور ہند کے بنیادی حقوق کے باب میں شامل ہیں۔ جو انسانی حقوق بنیادی حقوق کے باب میں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں انہیں دستور ہند کے رہنمایانہ اصولوں میں شامل کیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت ہند نے 1993ء میں قومی انسانی حقوق کمیشن کو قائم کیا گیا تا کہ شہریوں کے انسانی حقوق کی ضمانت دی جا سکے۔

اپنی جانچ آپ کیجئے:

1. چار بنیادی حقوق بتلایئے جو انسانی حقوق بھی ہیں۔

17.6۔ بنیادی فرائض:

26/جنوری 1950ء کو دستور ہند کا نفاذ ہوا اس وقت بنیادی فرائض کا ذکر نہیں کیا گیا تھا۔ یہ توقع کی گئی تھی کہ آزاد ہندوستان کے شہری اپنے فرائض خود انجام دیں گے لیکن حالت ویسی نہیں تھی۔ 1976ء میں دستور میں 42ویں ترمیم کی گئی اور دستور کی دفعہ 51 کے تحت باب چہارم میں دس (10) بنیادی فرائض کو شامل کیا گیا۔ بنیادی فرائض کو بنیادی حقوق کی طرح قانون کے ذریعہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ دستور میں ذیل کے دس فرائض بیان کئے گئے۔

ہر ایک شہری:

1. دستور اس کے نظریات اس کے اداروں، قومی ترانہ اور قومی پرچم کا احترام کرے گا۔
2. ہماری قومی جدوجہد آزادی کے دوران متاثر کن اعلیٰ نظریات کا احترام اور عمل کرنا۔
3. ہندوستان کے اتحاد، سلامتی اور اقتدار اعلیٰ کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہونا۔
4. قوم کی خدمت کے لئے جب بھی اس کی ضرورت پڑے، تیار رہنا۔
5. ہندوستانی عوام کے درمیان قومی اتحاد و بھائی چارہ کو فروغ دینا اور خواتین کے تئیں عزت و احترام کا جذبہ رکھنا۔
6. ہمارے مشترکہ کلچر اور ثقافت کو قدر کی نگاہوں سے دیکھنا اور تحفظ کرنا۔
7. قدرتی ماحولیات جیسے جنگلات، جھیلیں، تالاب اور جنگلی زندگی کا تحفظ کرنا اور اسے فروغ دینا۔

8. سائنسی رجحان کو فروغ دینا' انسانیت اور اصلاح و تعلیم و تجسس کا جذبہ پیدا کرنا۔

9. عوامی املاک کو بچانا اور تشدد سے ان کا تحفظ کرنا۔

10. فردکی اور اجتماعی سرگرمیوں میں ہر پہلو سے ترقی کو بڑھاوا دینا۔

11. ساتھ ہی ساتھ قانون حق تعلیم کے نفاذ کے بعد 2009ء سے اس جملہ کا بھی اضافہ کیا گیا ہے کہ ''ہر ایک سرپرست یا والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے 6 تا 14 سال عمر کے بچوں کو تعلیم کے حصول کے لئے مواقع کی فراہمی کریں۔''

17.7۔ خلاصہ (کلیدی نکات):

☆ ایک فرد کی خودکی ترقی کے لئے حقوق بے حد ضروری ہیں اور جو سماج یا مملکت کی جانب سے تسلیم کئے گئے ہیں۔

☆ فرض وہ ہے جو کسی فرد سے اخلاقی یا قانونی تقاضہ کے تحت یا کسی وجہ سے مطلوب ہے۔

☆ حقوق اور فرائض کا ایک دوسرے پر انحصار ہے۔

☆ تمام حقوق سماج کی جانب سے مسلمہ ہیں چند زیادہ اہم حقوق مملکت کی جانب سے تسلیم کئے گئے ہیں اور دستور میں انہیں جگہ دی گئی ہے۔ یہ حقوق بنیادی حقوق کہلاتے ہیں:

دستور چھ بنیادی حقوق کی ہندوستانی شہریوں کو ضمانت دیتا ہے' وہ یہ ہیں:

(i) حق مساوات' (ii) حق آزادی' (iii) استحصال سے تحفظ کا حق' (iv)

مذہبی آزادی کا حق' (v) تعلیمی و تمدنی حقوق اور (vi) دستوری چارہ جوئی کا حق۔

جب کہ تمام بنیادی حقوق آفاقی ہیں' دستور ان پر چند حدود اور استثناء عائد کرتا ہے۔

☆ 1976ء میں دستور کی 42 ویں ترمیم کے ذریعہ دفعہ 51 A کے تحت باب چہارم میں دس بنیادی فرائض کو شامل کیا گیا ہے۔

☆ بنیادی حقوق کی طرح بنیادی فرائض کو قانون کے ذریعہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ شہری اس کو رضا کارانہ انجام دیتے ہیں۔

17.8۔ امتحانی نمونہ کے سوالات:

I. ان سوالات کے جوابات ایک یا دو سطر میں دیجئے۔

1. دستوری چارہ جوئی کے حق سے متعلق آپ کیا سمجھتے ہیں؟

2. حق آزادی کے تحت حاصل کوئی دو حقوق لکھئے۔

3. قانون حق تعلیم 2009ء کا اصل مقصد کیا ہے؟

II. **ہرایک سوال کا جواب 4 یا 5 سطر میں لکھئے۔**

1. مذہبی آزادی سے متعلق حق کے بارے میں اہم نکات کو بیان کیجئے۔
2. انسانی حقوق کیا ہیں؟ کسی ایک انسانی حق کے بارے میں لکھئے۔

III. **ان سوالات کے جوابات 8 تا 10 سطر میں لکھیئے۔**

1. مناسب مثالوں کے ذریعہ دستور کے بنیادی حقوق کے بارے میں لکھئے۔
2. حق مساوات کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیجئے۔
3. بنیادی فرائض سے متعلق وضاحت کیجئے۔

IV. **ہمہ انتخابی سوالات:**

1. تمام شہریوں کے لئے حق آزادی ان دفعات کی رو سے ہے ( )

(a) آرٹیکل 5 تا 11 (b) آرٹیکل 20 تا 30 (c) آرٹیکل 19 تا 22 (d) آرٹیکل 40 تا 45

2. 6 تا 14 سال عمر کے بچے اس کی رو سے مفت اور لازمی تعلیم کے حقدار ہیں۔ ( )

(a) بنیادی حق (b) بنیادی فرض (c) رہنمایانہ اصول (d) ان میں سے کوئی نہیں

3. ہندوستانی دستور تمام شہریوں کو مذہب وعقیدہ کی آزادی دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان اسطرح کی مملکت ہے۔ ( )

(a) جمہوری (b) جمہوری مملکت (c) مقتدر اعلیٰ مملکت (d) سیکولر مملکت

4. سائنسی رجحان، تجسس پیدا کرنے کے لئے رہنمائی کرتا ہے۔ ( )

(a) رہنمایانہ اصول (b) بنیادی حق (c) بنیادی فرض (d) ان میں سے تمام

17.8۔ حوالہ جاتی کتب:

☆ ایس سی ای آر ٹی تلنگانہ سماجی علم ٹکسٹ بکس

18 مرکزی، ریاستی، مقامی حکومتیں
Governments - Central, State, Local

18.0۔ آموزشی ماحاصل

☆ مرکزی ریاستی اور مقامی حکومتوں کے مابین فرق کو واضح کرسکیں گے۔

☆ وزیر اعظم اور صدر جمہوریہ کے فرائض واختیارات کے بارے میں جانیں گے۔

☆ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان لوک سبھا اور راجیہ سبھا کے فرائض کے بارے میں واضح کرسکیں گے۔

☆ لوک سبھا راجیہ سبھا کے ارکان کی اہلیتوں اور کسی شخص کے صدر جمہوریہ ہند بننے کے لئے مطلوبہ اہلیت کے بارے میں جان سکیں گے۔

☆ سپریم کورٹ کے فرائض واختیارات کے بارے میں جانیں گے۔

☆ مقامی حکومت کی ضرورت اس کے فائدوں اور اس کی مختلف سطحوں کے بارے میں وضاحت کرسکیں گے۔

☆ گرام پنچایت سرپنچ کے اختیارات اور فرائض کے بارے میں واضح کرسکیں گے۔

☆ منڈل پریشد اور ضلع پریشد کی تنظیم اور ذمہ داریوں کے بارے میں وضاحت کرسکیں گے۔

☆ بلدیہ اور شہری کارپوریشن کی تنظیم۔ فرائض اور اختیارات کے بارے میں واضح کرسکیں گے۔

18.1۔ تعارف:

کسی ملک میں حکومتی نفاذ کے ساتھ کارکرد نظام ملک کی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ زراعت، صنعت اور مختلف خدمات کے شعبوں کی ترقی کے لئے حکومت کا رول اہمیت کا حامل ہوتا ہے اس مقصد کے لئے مختلف سطحوں پر مختلف قوانین پر عمل آوری ضروری ہوجاتی ہے۔ دفاع، کرنسی اور بین الاقوامی امور سے متعلق قوانین کون بناتے ہیں؟ جو پوری قوم پر لاگو ہوتے ہیں۔ ریاست میں لا اینڈ آرڈر، صحت پر توجہ اور جنگلاتی علاقہ میں اضافہ کو کون کنٹرول کرتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے؟ اس طرح صحت وصفائی کے معاملات اسٹریٹ لائٹس کے انتظام کو گاؤں کے اندر کون عمل میں لاتا ہے؟

18.2 مرکزی حکومت:

☆ ہندوستان میں اس وقت 28 ریاستیں اور 8 مرکزی زیر انتظام علاقے ہیں، یہ مرکزی حکومت کے کنٹرول میں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرکزی حکومت کی جانب سے بنایا گیا قانون تمام ریاستوں اور مرکزی زیر انتظام علاقوں پر لاگو ہوتا ہے۔ مرکزی سطح کے کام کو تین اعضاء میں تقسیم کیا گیا ہے۔

☆ **عاملہ:** مرکزی عاملہ صدر، نائب صدر، وزیراعظم اور مرکزی مجلس وزراء پر مشتمل ہوتی ہے۔ مرکزی حکومت ملک کے عوام کے لئے مختلف پہلوؤں پر پالیسیاں بناتی ہے۔ اور عوام کو بہتر زندگی فراہم کرنے کے لئے اندرونی بیرونی رکاوٹوں کو دور کرتی ہے۔

18.2.1۔ صدر جمہوریہ: انتخاب:

صدر جمہوریہ ہند ملک کا دستوری سربراہ ہوتا ہے۔ یہ قوم کی شناخت کا تحفظ اور دستوری قدروں کی حفاظت کرتا ہے۔ یہ ملک کا پہلا شہری ہوتا ہے۔ صدر جمہوریہ ہند کو برائے نام اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ صدر جمہوریہ ہند کا انتخاب الکٹورل کالج کے ذریعہ ہوتا ہے۔ الکٹورل کالج، دونوں ایوانوں کے منتخب ارکان، ریاستی اسمبلیوں کے ارکان اور قانون ساز کونسلس کے منتخب ارکان پر مشتمل ہوتا ہے۔

18.2.2۔ صدر جمہوریہ ہند کے عہدہ کے لئے مقابلہ میں حصہ لینے والے امیدواروں کی اہلیت:

☆ وہ ہندوستان کا شہری ہو۔

☆ اس نے اپنی عمر کے 35 سال کی تکمیل کرلی ہے۔

☆ لوک سبھا کے رکن کے انتخاب کی اہلیت رکھتا ہو۔

☆ مرکزی۔ ریاستی اور مقامی حکومتوں کے تحت کسی منافع بخش عہدہ پر فائز نہ ہو۔

18.2.3۔

صدر جمہوریہ ہند اپنے انتخاب کے بعد سے 5 سال تک کی مدت کے لئے عہدہ پر براجمان رہ سکے گا۔ وہ دوبارہ انتخاب کے لئے بھی اہل ہو سکے گا۔

18.2.4۔ مواخذہ کی قرارداد:

صدر جمہوریہ ہند کے مواخذہ کے لئے پارلیمنٹ کے ارکان کے ایک چوتھائی سے زیادہ ارکان کی اکثریت سے 14 دن قبل دینا لازمی ہوگا۔ اس طرح کی قرارداد پارلیمنٹ کی دوتہائی اکثریت سے زیادہ ارکان کی منظوری سے پاس کی جاسکے گی۔ اگر یہ قرارداد دوسرے ایوان کو بھیجی جائے تو دوسرے ایوان کو دوتہائی اکثریت کے ساتھ (جملہ ارکان کی) منظور کرنا ہوگا تب ہی صدر جمہوریہ کو برطرف کیا جاسکتا ہے۔

18.2.5۔ اختیارات اور فرائض:

اختیارات

عام اختیارات	ہنگامی اختیارات
(1) قانون سازی اختیارات،	(1) قومی ہنگامی اختیارات
(2) عاملانہ اختیارات،	(2) دستوری ہنگامی اختیارات،
(3) مالی اختیارات،	(3) مالی ہنگامی اختیارات
(4) عدالتی اختیارات	

18.2.6۔ قانون سازی کے اختیارات:

صدر جمہوریہ کو دونوں ایوانوں کو طلب کرنے اور لوک سبھا تحلیل کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ وہ لوک سبھا میں دو اینگلو انڈین ارکان کو نامزد کرسکتا ہے اور 12 ارکان راجیہ سبھا کے لئے نامزد کرتا ہے جب پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے اجلاس نہ ہورہے ہوتے ہیں تو صدر جمہوریہ کسی مسئلہ پر آرڈیننس جاری کرسکتا ہے۔ وہ بلوں پر دستخط کرتا ہے جو بعد میں قانونی شکل اختیار کرتے ہیں وہ بلوں کو دوبارہ غور کے لئے واپس بھی بھیج سکتا ہے۔

18.2.7۔ عاملانہ اختیارات:

صدر جمہوریہ کے عاملانہ اختیارات میں حسب ذیل عہدوں پر تقرری بے حد اہمیت کی حامل ہے۔

(1) وزیر اعظم ہند

(2) مرکزی مجلس وزراء

(3) انڈین اٹارنی جنرل

(4) کمپٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل آف انڈیا

(5) سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کے چیف جسٹس

(6) ریاستوں کے گورنرس اور مرکزی زیر انتظام علاقوں کے لفٹننٹ گورنرس

(7) چیف الکشن کمشنرس

(8) صدرنشین قومی انسانی حقوق کمیشن وغیرہ۔

18.2.8۔ مالیاتی اختیارات:

صدر جمہوریہ پارلیمنٹ کو مالی بلوں کی منظوری دیتا ہے۔ کنٹنجنسی فنڈ آف انڈیا کا استعمال کرتا ہے۔ وہ 5 سال کے لئے صدر نشین فینانس کمیشن کا تقرر کرتا ہے۔ فینانس کمیشن اور کمپٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل کی رپورٹس کی پیش کردہ رپورٹیں صدر جمہوریہ کو بھیجی جاتی ہیں۔ پارلیمنٹ کے روبرو پیش کئے جانے والے سالانہ بجٹ پر دستخط کرتا ہے۔

18.2.9۔ عدالتی اختیارات:

کسی سزا میں کمی کرنے' معاف کرنے اور درخواست رحم پر غور کرنے کا صدر جمہوریہ کو اختیار ہے' دستور سے متعلقہ موضوعات پر قانونی ماہرین سے مشورہ طلب کرسکتا ہے۔

دفاع کے تین شعبوں کا سپریم کمانڈر صدر جمہوریہ ہوتا ہے۔ وہ جنگ یا مذاکرات کا اعلان کرسکتا ہے۔ بین الاقوامی فورمس میں وہ ملک کی نمائندگی کرتا ہے۔ دیگر ممالک کے سفراء کے کاغذات نامزدگی کو وصول کرتا ہے۔

18.2.10۔ ہنگامی اختیارات:

(A) قومی ہنگامی (ایمرجنسی) اختیار:

بیرونی مداخلت جنگ یا مسلح دخل اندازی کی صورت میں۔

(B) ریاستوں میں:

ریاست کے گورنر کی پیش کردہ رپورٹ پر اس وقت جب کہ ریاستی حکومتیں دستوری تقاضوں کے مطابق کام نہ کر رہی ہوں' صدر جمہوریہ ایمرجنسی نافذ کرسکتا ہے۔ اس وقت جب کہ صدر جمہوریہ کو مالیاتی بحران کے خطرے کا اندیشہ ہو وہ مالیاتی ایمرجنسی نافذ کرسکتا ہے۔

18.3۔ نائب صدر۔ انتخاب' اختیارات:

دونوں ایوانوں کے منتخبہ و نامزد ارکان کی جانب سے خفیہ ووٹنگ سسٹم کے ذریعہ متناسب نمائندگی کے مطابق نائب صدر کو منتخب کیا جاتا ہے۔ یہ اپنے عہدہ پر 5 سال براجمان رہتا ہے۔ اگر نائب صدر مستعفی ہوجائے یا ان کا انتقال ہوجائے تو الکشن کمیشن آف انڈیا اندرون چھ ماہ انتخاب عمل میں لائے گا۔

نائب صدر جمہوریہ ہند راجیہ سبھا کا ایکس آفیشیو چیرمین ہوتا ہے۔ وہ راجیہ سبھا کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔ اگر ایوان کے ووٹ مساوی تعداد میں تقسیم ہوجائیں تو وہ اپنے ووٹ کا استعمال کرتا ہے۔ وہ جنرل ووٹنگ میں حصہ نہیں لیتا کیونکہ وہ راجیہ سبھا کا رکن نہیں ہوتا ہے۔ صدر جمہوریہ کی علیحدگی استعفیٰ یا موت کی صورت میں وہ صدر ہند کے عہدہ کا جائزہ لیتا ہے جس کو چھ ماہ تک توسیع دی جاسکتی ہے۔

18.4۔ وزیر اعظم ہند۔ انتخاب:

وزیر اعظم مرکزی حکومت کی حقیقی عاملہ کا سربراہ ہوتا ہے۔ صدر جمہوریہ کے اختیارات برائے نام ہوتے ہیں۔ وزیر اعظم اور مرکزی مجلس وزراء کے فیصلوں کو صدر جمہوریہ منظوری دیتا ہے۔ لوک سبھا انتخابات کے بعد اکثریت حاصل کرنے والی پارٹی کے لیڈر کو صدر جمہوریہ حکومت بنانے کی دعوت دیتا ہے۔ یہی لیڈر روز وزیر اعظم بنتا ہے۔

18.4.1۔ وزیر اعظم۔ اختیارات و فرائض:

وزیر اعظم کابینہ کا لیڈر ہوتا ہے۔ جہاں کابینی وزراء' مملکتی وزراء اور مجلس وزراء کے نائب وزراء ہوتے ہیں۔ وہ وزراء کو پورٹ فولیو دیتا ہے۔ کابینہ کے اجلاسوں کا ایجنڈہ مقرر کرتا ہے۔ کابینہ کے اجلاسوں کی صدارت بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ وہ ایوان کا لیڈر ہوتا ہے۔ وہ کابینہ کے فیصلوں کو پارلیمنٹ میں پیش کرتا ہے۔ وہ اپوزیشن جماعتوں کے ساتھ اہم موضوعات پر بحث کرتا ہے۔

18.4.2۔ مرکزی کابینہ کی وزارت:

وزیراعظم کابینہ کا سربراہ ہوتا ہے جہاں پر کابینی وزراء۔ مملکتی وزراءاور مجلس وزراء کے نائب وزراءہوتے ہیں۔

اپنی جانچ آپ:

1. صدرجمہوریہ ہند کے عہدہ پر انتخاب لڑنے کسی امیدوار میں کون کون سی قابلیتیں ہونا ضروری ہیں؟
2. وزیراعظم کے اختیارات اور فرائض کو بیان کیجئے۔

18.5۔ مقنّنہ۔ پارلیمنٹ:

پارلیمنٹ قانون سازی کرنے والا ملک کا اعلیٰ ترین ادارہ ہے۔ مرکزی مقنّنہ میں صدرجمہوریہ ہند، پارلیمنٹ کے دونوں ایوان لوک سبھا اور راجیہ سبھا شامل ہیں۔

18.5.1۔ پارلیمنٹ۔ لوک سبھا کی ہیئت:

پارلیمنٹ کا ایوان زیریں لوک سبھا کہلاتا ہے۔ لوک سبھا کے جملہ ارکان کی تعداد 545 ہے۔ ریاستوں اور مرکزی زیر انتظام علاقوں سے راست طور پر 543 ارکان منتخب کئے جاتے ہیں۔ اگر دو اینگلو انڈین منتخب ہو کر نہ آئیں تو صدر جمہوریہ ہند دو اینگلو انڈین ارکان کو نامزد کرتے ہیں۔ لوک سبھا کی میعاد 5 سال ہے۔ لوک سبھا کی کاروائی اچھے انداز میں چلانے کے لئے اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کا انتخاب کیا جاتا ہے۔

شکل۔ 18.1: ہندوستانی پارلیمنٹ، نئی دہلی

18.5.2۔ لوک سبھا ارکان کے لئے اہلیت:

☆ وہ ہندوستان کا شہری ہو۔

☆ عمر کے 25 سال مکمل کئے ہوں۔

☆ منافع بخش عہدہ پر فائز نہ ہو۔

☆ پارلیمان کے لئے درکار دیگر اہلیتوں کا حامل ہو۔

18.5.3 ۔ لوک سبھا کے اختیارات ۔ چند اہم فرائض:

☆ اپوزیشن اور حکمران طبقہ کو مختلف بلوں پر مباحث کے لئے وقت مختص کرے رائے شماری کروائے اور نتائج کا اعلان کرے۔

☆ صدر جمہوریہ کے خطبہ پر تحریک تشکر پیش کرے۔

☆ سالانہ بجٹ کو منظور کرے۔

☆ مالی بلوں کے ساتھ ساتھ عام بلس بھی ایوان کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔

18.6۔ پارلیمنٹ ۔ راجیہ سبھا:

پارلیمنٹ کا ایوان بالا راجیہ سبھا ہے۔ یہ معمرین کا ایوان بھی کہلاتا ہے۔

18.6.1۔ پارلیمنٹ ۔راجیہ سبھا کی ہیئت:

راجیہ سبھا کے جملہ ارکان کی تعداد 250 ہے۔راجیہ سبھا کے اجلاسوں کی صدارت نائب صدر جمہوریہ کرتا ہے۔ارکان میں سے ہی نائب صدر نشین کا انتخاب کیا جاتا ہے۔مرکزی زیر انتظام علاقوں اور ریاستوں سے 238 ارکان منتخب کئے جاتے ہیں جب کہ ادب سائنس آرٹس اور سماجی خدمات جیسے شعبوں کی نمایاں خدمات انجام دینے والی شخصیات میں سے 12 ارکان نامزد کئے جاتے ہیں۔

18.6.2۔ راجیہ سبھا ارکان کی اہلیت:

☆ وہ ہندوستان کا ایک شہری ہو۔
☆ اپنی عمر کے 30 سال مکمل کر چکا ہو۔
☆ کسی منافع بخش عہدہ پر فائز نہ ہو۔
☆ پارلیمنٹ کی جانب سے درکار دیگر اہلیتوں کا حامل ہو۔

18.6.3۔ راجیہ سبھا۔ چند اہم اختیارات و فرائض:

☆ نائب صدر راجیہ سبھا کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔
☆ راجیہ سبھا انڈین ایڈمنسٹریٹیو خدمات کے لئے فیصلے کرتی ہے۔
☆ عارضی بلس راجیہ سبھا میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔
☆ مختلف بلوں پر مباحث اور ووٹنگ راجیہ سبھا میں ہوتی ہے۔
☆ بجٹ پر مباحث بھی ہوتے ہیں۔

18.7۔ مرکزی عدلیہ:

مرکزی عدلیہ مرکزی حکومت کا ایک اہم عضو ہے۔حکومت کے کام کرنے کا ثبوت (انداز کارکردگی) عدلیہ فراہم کرتی ہے۔

18.7.1۔ سپریم کورٹ آف انڈیا:

سپریم کورٹ آف انڈیا نے 26 جنوری 1950 سے کام شروع کیا۔دستور کی مسودہ ساز کمیٹی کے ارکان نے برطانیہ اور امریکہ کے عدالتی نظام کو ذہن میں رکھا تھا۔جب کہ انہوں نے سپریم کورٹ کی نوعیت اور اختیارات متعین کئے تھے۔برطانوی دستور سے دستور کی حکمرانی اور امریکہ کے دستور سے عدالتی نظر ثانی کے نظریہ کو اختیار کیا گیا۔

18.7.2۔ سپریم کورٹ کی ہیئت:

سپریم کورٹ میں 30 ججس اور ایک چیف جسٹس ہوتا ہے۔سپریم کورٹ کا مرکزی دفتر دہلی میں ہے۔سپریم کورٹ کے فیصلے سارے ملک میں قابل نفاذ ہوتے ہیں۔ چیف جسٹس آف انڈیا اور دیگر ججس کو پارلیمنٹ کی جانب سے قرارداد منظور کئے جانے کی

صورت میں صدر جمہوریہ ہند چند وجوہات پر ہی برطرف کر سکتے ہیں۔

18.7.3۔ ججس کی اہلیت:

وہ سپریم کورٹ کا جج ہو۔ ہائی کورٹ میں کم از کم 5 سال تک جج رہ چکا ہو یا ہائی کورٹ میں کم سے کم 10 سال تک وکیل رہ چکا ہو۔ صدر جمہوریہ ہند کی نظر میں ایک بہترین فیصلہ کرنے والا ہو۔ ہندوستان کا شہری ہو۔

18.7.4۔ سپریم کورٹ کے ججس کی مدت کار:

چیف جسٹس آف انڈیا اور دیگر ججس عمر کے 65 سال کی تکمیل تک اپنے عہدہ پر برقرار رہ سکتے ہیں۔

18.7.5۔ سپریم کورٹ۔ اختیارات۔ فرائض:

☆ سپریم کورٹ کے دائرۂ کار کے تحت مرکز اور ریاستوں یا ریاستوں کے مابین تنازعات کی یکسوئی کی جاتی ہے۔

☆ فوجداری اور شہری دستور سے متعلقہ موضوعات پر ٹرائل کئے جاتے ہیں ہائی کورٹس کے دئے گئے فیصلوں پر غور کیا جاسکتا ہے۔

☆ جب بھی درکار ہو سپریم کورٹ آف انڈیا' صدر جمہوریہ ہند کو مشورہ دے سکتا ہے۔

☆ سپریم کورٹ کے فیصلوں کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ سپریم کورٹ کو کورٹ آف ریکارڈز بھی کہا جاتا ہے۔

☆ مرکزی و ریاستی حکومتوں کے بنائے گئے قوانین پر تبصرہ کرتا ہے اور دستور و دستوری قدروں کے تحفظ کا کام انجام دیتا ہے۔

☆ فیصلوں پر دوبارہ غور کرتا ہے۔ اسے عدالتی نظر ثانی کہتے ہیں۔

اپنی جانچ آپ:

1. لوک سبھا کے ارکان کے لئے درکار اہلیتیں کون سی ہیں؟

2. راجیہ سبھا کی ہیئت ترکیبی کو بیان کیجئے۔

18.8۔ ریاستی حکومت:

ریاستی حکومتوں کا ڈھانچہ اور تنظیم بھی مرکزی حکومت جیسا ہی ہوتا ہے۔ مرکز میں صدر جمہوریہ کی طرح ریاست میں گورنر ہوتا ہے۔ مرکز میں جس طرح وزیر اعظم ہوتا ہے۔ ریاستوں میں چیف منسٹر ہوتے ہیں۔

18.8.1۔ گورنر:

گورنر ریاستی عاملہ کا دستوری سربراہ ہوتا ہے۔ گورنر ریاست میں مرکز کا نمائندہ ہوتا ہے۔ گورنر کا تقرر صدر جمہوریہ ہند کرتے ہیں۔ ریاست کے تمام کام گورنر کے نام سے ریاستی حکومت انجام دیتی ہے۔ گورنر کی میعاد عام طور پر 5 سال ہے۔

گورنر کی اہلیت:

☆ وہ ہندوستان کا شہری ہو۔

☆ اپنی عمر کے 35 سال مکمل کر لئے ہوں۔

☆ وہ پارلیمنٹ یا کسی ریاستی اسمبلی کا ممبر نہ ہو۔

☆ وہ کسی منافع بخش عہدہ پر فائز نہ ہو۔

گورنر کے اختیارات:

عاملانہ اختیارات: گورنر چیف منسٹر کا تقرر کرتا ہے اور چیف منسٹر کے مشورے سے ریاستی وزراء کا تقرر کرتا ہے۔ وہ ریاست میں مختلف کمیشن کے چیرمین کا تقرر کرتا ہے اور ریاست کی یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرس کا تقرر کرتا ہے۔ جس وقت اسمبلی سیشن نہ ہو تو وہ آرڈیننس جاری کرسکتا ہے۔ وہ ریاستی حکومت کے ایڈوکیٹ جنرل اور چیف سکریٹریز کا تقرر کرتا ہے۔

مقننہ اختیارات: گورنر اسمبلی و دیگر ایوان کے اجلاس طلب کرسکتا ہے۔ وہ اسمبلی کے ایوان زیریں کو تحلیل کرسکتا ہے۔ وہ ریاستی کونسل میں ارکان کے 1/6 تعداد کو نامزد کرسکتا ہے۔ اگر ایوان کے لئے کوئی اینگلو انڈین منتخب نہ ہو تو وہ ایک اینگلو انڈین رکن نامزد کرتا ہے۔ ریاستی اسمبلی کی جانب سے بھیجے گئے بلز کو گورنر ہی منظوری دیتا ہے۔

مالی اختیارات: بجٹ کو ریاستی اسمبلی میں پیش کرنے کی اجازت گورنر دیتا ہے۔ ریاستی رقمی بلز کو پیش کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ وہ ریاستی مفاجاتی فنڈ کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

عدالتی اختیارات: ریاستی سطح پر قانون کے خلاف کئے گئے کسی جرم کی سزا منسوخ یا معاف کرنے کا گورنر کو اختیار ہے۔ وہ رحم کی درخواستوں پر غور کرسکتا ہے اور فیصلہ کرسکتا ہے۔

18.8.2۔ چیف منسٹر:

ریاست میں چیف منسٹر کا نمایاں رول اور کلیدی پوزیشن ہوتی ہے۔ وہ ریاستی مجلس وزراء کا سربراہ ہونے کے ناطے حکومتی امور کو انجام دیتا ہے۔ وہ ایوان میں اکثریتی پارٹی کا لیڈر ہوتا ہے۔ ریاستی اسمبلی کے ارکان کی جو اہلیت بتائی گئی ہے چیف منسٹر پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جب تک اس کو ایوان میں اکثریت حاصل ہے وہ اپنے عہدہ پر براجمان رہتا ہے۔

چیف منسٹر کا انتخاب:

گورنر ایوان میں اکثریتی پارٹی کے لیڈر کا چیف منسٹر کی حیثیت سے تقرر کرتا ہے۔

چیف منسٹر کے اختیارات:

وزارت کی تشکیل میں چیف منسٹر اپنی ذمہ داری نبھاتا ہے۔ وہ مجلس وزراء تشکیل دیتا ہے۔ اگر چیف منسٹر استعفیٰ دے دے تو فی الفور مجلس وزراء کو بھی منسوخ کر دیا جاتا ہے۔ وہ مجلس وزراء کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔ وہ ریاستی اسمبلی کا قائد ہوتا ہے۔ ریاستی حکومت کا ترجمان اعلیٰ چیف منسٹر ہی ہوتا ہے۔ گورنر سے ریاستی اسمبلی کی تحلیل کی درخواست کرنے کا خصوصی اختیار اس کو حاصل ہے۔ مرکزی حکومت سے رابطہ بنائے رکھتا ہے۔

مجلس وزراء (کونسل آف منسٹرس):

مرکز کی طرح ریاستی حکومت میں بھی کابینی وزراء اور نائب وزراء ہوتے ہیں۔ ریاست میں حکومت کرنے کی ذمہ داری مجلس وزراء نبھاتی ہے۔ یہ عوامی پالیسیاں بناتی ہے اور مختلف محکموں سے تال میل رکھتی ہے۔ حکومت کی پالیسی کا فیصلہ یہی کرتی ہے۔ ریاستی اسمبلی میں منظورہ بجٹ اور پالیسی کے مطابق یہ مالیہ خرچ کرتی ہے۔

18.9۔ ریاستی اسمبلی:

ریاست میں قانون سازی اسمبلی کرتی ہے۔ ریاستی اسمبلی اسٹیٹ اسمبلی بھی کہلاتی ہے۔ اس کو ایوان عوامی نمائندگان بھی کہا جاتا ہے۔ اسے ایوان زیریں بھی کہتے ہیں۔

شکل۔18.2: قانون ساز اسمبلی، تلنگانہ

اسمبلی کی ہیئت واہلیت:

ہر ریاست میں اسمبلی ہوتی ہے اس کے ارکان ایم ایل اے یعنی Member of Lagislative Assembly کہلاتے ہیں۔ تلنگانہ اسمبلی میں 119 ارکان ہیں۔ تمام ارکان راست انتخاب کے ووٹوں کے ذریعہ منتخب کیے جاتے ہیں۔

ریاستی اسمبلی کے لئے مقابلہ کرنے والے امیدوار میں درکار اہلیتیں حسب ذیل ہیں:

☆ ہندوستان کا ایک شہری ہو۔

☆ اپنی عمر کے 25 سال کی تکمیل کرلی ہو۔

☆ کسی منافع بخش عہدہ پر فائز نہ ہو۔

☆ پارلیمنٹ کے قانون کے مطابق درکار اہلیت کا حامل ہو۔

ریاستی اسمبلی کے اختیارات:

قانون سازی کے متعلقہ موضوعات کو تین زمروں میں مرکزی فہرست، ریاستی فہرست اور مشترکہ فہرست میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اسمبلی ریاستی فہرست کے موضوعات پر اور مشترکہ فہرست میں شامل موضوعات پر قانون سازی کرتی ہے۔ اسمبلی تمام رقمی بلز کو منظوری دیتی ہے۔ ایوان اسپیکر اور ڈپٹی اسپیکر کا بھی انتخاب کاروائی چلانے کے لئے کرتا ہے۔

18.10۔ اسٹیٹ لیجسلیٹیو کونسل: State Legislative Council

ریاستی قانون ساز کونسل ودھان پریشد بھی کہلاتا ہے۔ اس وقت آندھراپردیش، بہار، کرناٹک، مہاراشٹرا، اترپردیش اور تلنگانہ میں قانون ساز کونسلس موجود ہیں۔

قانون ساز کونسل کی ہیئت:

تلنگانہ قانون ساز کونسل میں چالیس (40) ارکان ہیں۔ 35 ارکان کا انتخاب ہوتا ہے۔ جب کہ پانچ ارکان کو نامزد کیا جاتا ہے۔ ایک تہائی ارکان کا انتخاب بلدیات۔ بلدی کارپوریشنس اور ضلع پریشد ارکان میں سے کیا جاتا ہے۔ 1/12 ارکان کا انتخاب گریجویٹس اور 1/12 ارکان کا انتخاب ٹیچرس سے کیا جاتا ہے۔ ایک تہائی ارکان اسمبلی کی جانب سے منتخب کئے جاتے ہیں۔ مابقی ارکان کا انتخاب گورنر کی جانب سے لٹریچر سائنس آرٹس اور سماجی خدمات میں ان کے تجربہ اور خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے۔ صدرنشین اور نائب صدرنشین کے انتخاب کے لئے قابلیتیں:

☆ وہ ہندوستان کا شہری ہو۔

☆ عمر کے 30 سال کی تکمیل کی ہو۔

☆ منافع بخش عہدہ پر فائز نہ ہو۔

☆ پارلیمنٹ کی جانب سے صراحت کردہ دیگر قابلیتیں رکھتا ہو۔

قانون ساز کونسل کے اختیارات:

ریاستی اسمبلی کی جانب سے منظورہ قراردادوں کو غور کے بعد منظور کرسکتی ہے۔ وہ ان قراردادوں کو مسترد یا اس میں ترمیم بھی کرسکتی ہے۔ وہ کسی فیصلہ کے بغیر تین مہینوں تک تاخیر کرسکتی ہے۔ بعد میں وہ قراردادیں اسمبلی کو واپس کردی جائیں گی۔

18.11۔ ریاستی عدلیہ ہائی کورٹ:

شکل۔18.3: تلنگانہ ہائی کورٹ

ریاستی عدالتی نظام کا اعلیٰ ادارہ ہائی کورٹ ہوتا ہے۔ ملک کی تمام بڑی ریاستوں میں ہائی کورٹس قائم ہیں۔

ہائی کورٹ کی ہیئت۔ مدت کار:

ہائی کورٹ ایک چیف جسٹس اور چند دیگر ججس پر مشتمل ہوتی ہے۔ چیف جسٹس اور دیگر ججس کا انتخاب صدر جمہوریہ ہند کرتا ہے۔ وہ اپنی عمر کے 62 سال مکمل ہونے تک اس عہدہ پر کام کرسکتے ہیں۔

اہلیتیں:

☆ وہ ملک کا شہری ہو۔

☆ وہ دس سال تک عدالتی نظام میں کارکردگی انجام دے چکا ہو۔

☆ وہ کسی بھی ہائی کورٹ میں بغیر کسی وقفہ کے دس سال تک ایڈوکیٹ رہ چکا ہو۔

اختیارات:

سیول اور کریمنل مقدمات میں ہائی کورٹس اپنے فیصلے دیتی ہیں۔ وہ Habeas Corpus جس بیجا جیسی رٹ درخواستوں پر کاروائی بنیادی حقوق کے تحفظ کے لئے کرتی ہیں۔ ضلع عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کی سماعت کرتی ہیں۔ سیشن کورٹ کی جانب سے جاری کردہ سزائے موت کے فیصلے ہائی کورٹ سے منظوری کے بعد عمل میں آتے ہیں۔ ہائی کورٹس کے فیصلے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ یہ کورٹ آف ریکارڈ بھی کہلاتی ہے۔ دستور کے مطابق نہ ہونے پر قوانین اور آرڈیننس کو ہائی کورٹ کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ عدلیہ سے متعلق امور میں وہ گورنر کو مشورہ دے سکتی ہے۔ لا کورٹس اور ٹریبونلس کی نگرانی کرتی ہے۔ ہائی کورٹ کا چیف جسٹس گورنر سے عہدہ و رازداری کا حلف لیتا ہے۔

اپنی جانچ آپ:

1. ریاستی نظم ونسق میں چیف منسٹر کے رول کی وضاحت کیجئے۔
2. ہائی کورٹ کے جج بننے کے لئے کیا اہلیتیں ہونی چاہئیں؟

18.12۔ مقامی حکومت۔ضرورت۔فائدے:

دیہی وشہری لوکل باڈیز آزادی کے بعد بلونت رائے مہتا کمیٹی (1957ء) کی سفارشات پر وجود میں آئیں۔ریاستی حکومتیں مختلف اداروں اور کارکردگی وتنظیم بہتر انداز میں چلانے مختلف کمیٹیاں تشکیل دیتی ہیں اس کمیٹی کی سفارشات کے مطابق مرکزی وریاستی حکومتیں شہری ودیہی مقامی خوداختیاری اداروں کو مستحکم کرنے مناسب قدم اٹھائیں گی۔(دستور کی 73ویں اور 74ویں ترمیمات کے مطابق)

مقامی عوام ہی مقامی مسائل کو اچھی طرح جانتے ہیں۔مقامی ترقی ان ضروریات کی بنیاد پر ہے۔جن کو مقامی سطح پر پورا کیا جانا چاہئے۔فیصلہ سازی کے عمل میں مقامی عوام کو بھی موقع دیا جانا چاہئے۔عوام کے مسائل فی الفور حل کئے جائیں۔مقامی سطح پر دستیاب انسانی وطبعی ذرائع بہتر استعمال کرنا چاہئے۔

مختلف سطحوں پر مقامی حکومت

مقامی حکومت

دیہی:		شہری:	
گرام پنچایت	(1)	نگر پنچایت،	(1)
منڈل پریشد،	(2)	میونسپلٹی	(2)
ضلع پریشد	(3)	میونسپل کارپوریشن	(3)

18.12.1۔ گرام پنچایت:

سرپنچ، نائب سرپنچ اور وارڈ ممبرس گرام پنچایت میں ہوتے ہیں۔وارڈ ممبرس کی کم سے کم تعداد 5 ہے۔ایک شخص جو 21 سال عمر مکمل کیا ہو اور جس کو تین سے زائد بچے نہ ہوں، وہ الیکشن کے لئے اہلیت رکھتا ہے۔گاؤں کے ووٹرس اس کا انتخاب کرتے ہیں۔منتخب ارکان نائب سرپنچ کو منتخب کرتے ہیں۔حکومت گرام پنچایت کے سکریٹری کا تقرر کرتی ہے۔گرام پنچایت کے تمام ووٹرس گرام سبھا کہلاتے ہیں۔گرام سبھا کے اجلاسوں کی صدارت سرپنچ کرتا ہے۔

گرام پنچایت کے فرائض:

- ☆ سڑکوں کی تعمیر ومرمت، ڈرینج، کنالس کی تعمیر ومرمت اور قبرستانوں کا انتظام۔
- ☆ برقی کی فراہمی: پیدائش واموات کے رجسٹر کا نظم، ٹیکہ اندازی، پینے کے پانی کی فراہمی، چھوٹے پلوں، پبلک پارکس کی تعمیر اور کھاد کی تیاری۔ان قومی فرائض سے ہٹ کر چند اور بھی فرائض ہیں:

☆ ریسٹ ہاؤزس کا انتظام، لائبریریز چلانا، جدید زرعی طریقوں پر عمل آوری، ماں اور بچہ کی صحت کی دیکھ بھال۔

18.12.2۔ منڈل پریشد کی ہیئت اور اس کے فرائض:

ایک منڈل کے تمام گرام پنچایتوں کے سرپنچ منڈل پریشد کے ممبر ہوتے ہیں۔منڈل پریشد میں ووٹرس ایم پی ٹی سی (منڈل پریشد ٹریٹری حلقہ واری کمیٹی) کا انتخاب کرتے ہیں۔ یہ ارکان منڈل پریشد کے صدر کو منتخب کرتے ہیں۔ضلع پریشد اسمبلی حلقہ جاتی کمیٹی (زیڈ پی ٹی سی) کے ارکان، اگریکلچرل مارکٹ کمیٹی کے چیرمین منڈل پریشد اجلاسوں کے مستقل مدعوئین ہوتے ہیں۔حکومت منڈل پریشد ڈیولپمنٹ آفیسر کا تقرر کرتی ہے۔منڈل پریشد کا صدرنشین منڈل پریشد کے اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔

☆ ترقیاتی منصوبوں پر عمل آوری کے لئے منڈل پریشد کام کرتی ہے۔

☆ دواخانوں اور پینے کے پانی کی فراہمی۔

☆ کاٹیج انڈسٹریز سماجی وخواتین کی بہبود۔جراثیم کش دواؤں اور کھادوں کی فراہمی۔

☆ جدید زرعی طریقوں کا استعمال منڈل پریشد کے فرائض بھی شامل ہیں۔

18.12.3۔ ضلع پریشد۔ہیئت اور فرائض:

ہر ضلع میں ایک ضلع پریشد ہوتی ہے۔حیدرآباد ضلع (تلنگانہ) میں کوئی ضلع پریشد نہیں ہے۔کیونکہ یہ مکمل طور پر شہری علاقہ ہے۔ضلعی سطح پر ضلع پریشد ہی فریادرس پنچایت راج ادارہ ہے۔زیڈ پی ٹی سی ارکان ضلع پریشد کے صدرنشین کا انتخاب کرتے ہیں۔ضلع پریشد کے اجلاسوں کی صدارت چیرمین کرتا ہے۔حکومت چیف ایگزیکیٹو آفیسر کا تقرر کرتی ہے۔

ضلع پریشد منڈل پریشد کے سالانہ بجٹ کو منظور کرتی ہے۔منڈل پریشد کی سرگرمیوں سے تال میل کرنے مرکزی وریاستی حکومتیں گرانٹ جاری کرتی ہیں جس کو ضلع پریشد و منڈل پریشد کو مختص کرتا ہے۔ثانوی اسکولوں کا انتظام کرتی ہے۔ضلع پریشد منڈل پریشد اور گرام پنچایتوں کی ترقی کے لئے مرکزی وریاستی حکومتوں کو تجاویز پیش کرتی ہے۔

18.13۔ شہری مقامی حکومتیں:

18.13.1۔ نگر پنچایت:

بڑے گاؤں جن کی آبادی 11 تا 25 ہزار ہوتی ہے۔اور دیہاتوں سے عوام شہروں کو منتقل ہوتے ہیں نگر پنچایت کہلاتے ہیں۔ یہاں ایک صدرنشین اور پانچ ارکان ہوتے ہیں۔ انتخابات 5 سال کے لئے بالغ رائے دہی کے ذریعہ کروائے جاتے ہیں۔

18.13.2۔ میونسپلٹی:

بلدیہ کے اراکین' کونسلرس کہلاتے ہیں۔ یہ ارکان راست عوام کے ذریعہ منتخب ہوتے ہیں۔ ہر ایک میونسپلٹی میں ایک چیرمین اور ایک وائس چیرمین ہوتے ہیں۔ کونسلرس ان کو منتخب کرتے ہیں جن کی میعاد 5 سال ہوتی ہے۔ حکومت بلدیہ کمشنر کا تقرر کرتی ہے۔ ووٹ کے حق کے بغیر کمشنر بلدیہ کے ہر ایک اجلاس میں شریک ہوتا ہے۔ بلدیہ کی قراردادوں پر عمل کروانا کمشنر کی ذمہ داری ہے۔ سڑکوں کا انتظام' اسٹریٹ لائٹس' پینے کا پانی' صحت عامہ' پیدائش و اموات کا رجسٹر' اسکول' مارکٹس' پارکس' لائبریریز اور شادیوں کا رجسٹریشن بلدیہ کے فرائض میں شامل ہے۔ تفریحی ٹیکس امکنہ ٹیکس اور پراپرٹی ٹیکس بلدیہ کی آمدنی کے ذرائع ہیں۔

18.13.3۔ میونسپل کارپوریشن:

بلدیہ کے نمائندے عوام کی جانب سے منتخب کئے جاتے ہیں۔ یہ ارکان کارپوریٹرس کہلاتے ہیں۔ کارپوریٹرس ہی میئر اور ڈپٹی میئر کا انتخاب کرتے ہیں۔ میئر اجلاسوں کی صدارت کرتا ہے۔ گورنمنٹ کمشنر کا تقرر ا یگزیکیٹو آفیسر کے طور پر کرتی ہے۔ میونسپل کارپوریشن کا پہلا شخص میئر ہوتا ہے۔

18.14۔ ضلع کی ترقی میں کلکٹر کا رول:

ضلع نظم ونسق میں ضلع کلکٹر کا اہم رول ہوتا ہے۔ ضلع نظم ونسق کا سربراہ یہی ہوتا ہے۔ کلکٹر ایک آئی اے ایس عہدیدار ہوتا ہے۔ وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بھی ہوتا ہے۔ وہ حکومت کے مختلف محکموں میں تال میل انجام دیتا ہے۔ وہ حکومتی اسکیمات پر عمل آوری کرتا ہے۔ انتخابات کے وقت وہ چیف الکشن آفیسر ہوتا ہے۔ مرکزی وریاستی حکومتوں کی جانب سے ضلع کلکٹر مردم شماری کے کاموں کی ذمہ داری لیتا ہے۔ حکومت اور عوام کے مابین رابطہ کار کے بطور فرائض انجام دیتا ہے۔

اپنی جانچ آپ:

1. مقامی حکومت سے متعلق آپ کیا سمجھتے ہیں؟
2. دیہی وشہری حکومتوں کے بارے میں لکھئے۔

18.15۔ خلاصہ (کلیدی نکات):

☆ نظم ونسق ریاستی مرکزی ومقامی حکومتوں کے ذریعے ہوتا ہے۔ مرکزی حکومت میں عاملہ عدلیہ اور مقنّنہ تینوں محکموں کے فرائض ہیں۔

☆ صدر جمہوریہ کو قانون سازی' عاملانہ اور مالی اختیارات' عدالتی اختیارات اور ہنگامی اختیارات حاصل ہیں۔

☆ قوم کی ترقی میں وزیر اعظم ایک اہم رول انجام دیتا ہے۔

☆ پارلیمنٹ لوک سبھا اور راجیہ سبھا پر مشتمل ہے۔ یہ قانون سازی کرتے ہیں۔ ریاستوں میں ریاستی حکومتیں ہوتی ہیں۔ گورنر چیف منسٹر مقنّنہ کی جانب سے بنائے گئے قوانین پر عمل کرواتے ہیں۔

☆ مقامی ترقی کے لئے دیہی نظم و نسق اور شہری نظم و نسق تشکیل دئے گئے ہیں۔ گاؤں کی سطح پر سرپنچ سربراہ ہوتا ہے اور ترقیاتی کاموں کو انجام دیتا ہے۔

18.16۔ نمونہ امتحانی سوالات:

.I ان سوالات کے جوابات ایک یا دو سطر میں لکھئے۔

.1 صدر جمہوریہ کے لئے الیکشن کس طرح ہوتا ہے؟

.2 تحریک مواخذہ کیا ہے؟

.3 صدر جمہوریہ کے قانون سازی اختیارات کی وضاحت کیجئے۔

.4 صدر جمہوریہ کے کسی دو ہنگامی اختیارات کو لکھئے۔

.5 مرکزی مجلس وزراء کے تین طرح کے وزراء کون سے ہیں؟

.II ان سوالات کے جوابات 4 یا 5 سطروں میں لکھئے۔

.1 ریاستی چیف منسٹر کے اختیارات کیا ہیں؟

.2 ریاستی اسمبلی اور کونسل میں فرق بیان کرو۔

.3 ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے لئے اہلیت کیا ہونی چاہیے؟

.III ان سوالات کے جوابات 8 تا 10 سطروں میں دیجئے۔

.1 کیا آپ کے گاؤں میں مقامی حکومت کے ادارے کام کر رہے ہیں جیسا کہ بتایا گیا ہے؟ مثالوں سے وضاحت کیجئے۔

.2 ہندوستانی سپریم کورٹ کے اختیارات کے بارے میں لکھئے۔

.3 موجودہ دور میں لوکل باڈیز کو کس طرح مستحکم کیا جاسکتا ہے؟ چند تجاویز دیجئے۔

18.17۔ حوالہ جاتی کتب:

☆ سیوکس۔ انٹرمیڈیٹ سکنڈ ایئر تلگو اکیڈمی شائع کردہ۔ 2011ء

☆ سوشیل اسٹڈیز۔ نویں جماعت کی درسی کتاب حکومت آندھرا پردیش شائع شدہ 2011ء

☆ ڈیموکریٹک پراکٹسس۔ II دسویں جماعت کی درسی کتاب (این سی ای آر ٹی NCERT)

19 ہندوستان میں جمہوریت۔چیالنجس
Democracy in India - Challenges

19.0 آموزشی ماحاصل

جمہوریت کا مفہوم اوراس کی ابتداء کے بارے میں واضح کرسکیں گے۔

جمہوریتوں کے اقسام کو بیان کریں گے۔

جمہوریت کی خصوصیات اوراس کے اصولوں کی وضاحت کریں گے۔

جمہوریت میں انتخابات کی اہمیت کوتسلیم کرسکیں گے۔

جمہوریت کودرپیش چیالنجس کی وضاحت کرسکیں گےاوران سے نمٹنے کے لئے مناسب تجاویز پیش کرسکیں گے۔

جمہوریت کومستحکم کرنے کے لئے شہریوں کی حصہ داری کی ضرورت کوواضح کرسکیں گے۔

19.1 تعارف:

ہندوستان کے قومی قائدین نے برطانیہ سے سیاسی آزادی حاصل کرنے کے لئے لڑائی لڑی تھی لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ ایک کارکرد منظّم سماج کی تشکیل بھی چاہتے تھے۔وہ ایک ایسا سماج چاہتے تھے جو ناانصافی اور نابرابری سے پاک ہو۔انسانی وقار کا تحفظ ہو،شہری حقوق کی حفاظت کے ساتھ سب کے لئے انصاف اوریکجہتی بھی ہو۔ہندوستان بالآخر آزاد ہوااور دنیا کی وسیع تر جمہوریتوں میں سے ایک جمہوری مملکت بن گیا۔26 جنوری 1950ء کونافذ کردہ دستور کی عملی تعبیر کے لئے ہم نے اقدامات کئے۔گذشتہ 70 برسوں سے ہم نے کامیابی کے ساتھ انتخابات کروائے ہیں اور پرامن طور پر مرکزی وریاستی حکومتوں کی منتقلی عمل میں لائی ہے۔عوام نے آزادی کومحسوس کیا اور مذہبی آزادی بھی انہیں حاصل ہے۔جمہوریت اورترقی کے لئے اچھی حکومت شفافیت اور جوابدہی کے اصول ضروری ہیں۔موجودہ دور میں جمہوریت کے تحفظ کے سلسلہ میں کئی رکاوٹیں ہیں۔اس سبق میں ہم جمہوریت کو درپیش خطرات اوراس سے ابھرنے کے لئے اقدامات کے بارے میں بحث کریں گے۔

19.2 جمہوریت۔معنی مفہوم اورابتداء:

جمہوریت کا تصور 5 ویں صدی قبل مسیح میں یونان کے شہر ایتھنز میں وجود میں آیا۔یونانی زبان میں Demo کا مطلب عوام اور Kartos کے معنی حکومت یا اتھاریٹی کے ہیں۔جمہوریت کا مطلب عوام کی حکومت یا عوام کی جانب سے حکومت کے ہیں۔آپ جانتے ہیں کہ جمہوریت ایک ایسا طرز حکومت ہے یا طریقہ حکومت ہے جس میں عوام کے نمائندوں کی جانب سے حکومت چلائی جاتی ہے۔

19.2 جمہوریت کی اقسام:

حکومت کی تشکیل کے لحاظ سے جمہوریت کی دو قسمیں ہیں:

(1) راست جمہوریت

(2) بالواسطہ جمہوریت

1. **راست جمہوریت:** راست جمہوریت میں عوام بلاواسطہ طور پر اپنی حکومت کا انتخاب کرتے ہیں اپنی ترقی کے لئے قوانین اور پالیسیاں خود بناتے ہیں۔ کم آبادی اور کم رقبہ والے مما لک میں اس طرح کا نظام چلایا جاسکتا ہے۔

2. **بالواسطہ جمہوریت:** اس طرز جمہوریت میں شہری اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں جو عوام کی فلاح و بہبود کے لئے پروگرامس بناتے ہیں اور سیاسی فیصلے کرتے ہیں۔ یہ طرز جمہوریت محدود اور بالواسطہ ہے۔ وقتاً فوقتاً عوامی نمائندوں کو چنا جاتا ہے۔اس طریقہ حکومت میں عوام کی حصہ داری بہت کم ہے۔

اپنی جانچ آپ:

1. جمہوریت کیا ہے؟
2. جمہوریت کی اقسام بیان کرو۔

19.3 جمہوریت کی کلیدی خصوصیات:

جمہوریت ایک بہترین طرز حکومت ہے۔ یہ عوام کے مختلف گروپس پر مشتمل ہے جو مختلف کلچر، اقدار، رویے اور رسم و رواج رکھتے ہیں۔ جمہوریت عوامی وقار میں اضافہ کرتی ہے۔ کیونکہ یہ سیاسی مساوات کے اصول پر مبنی ہے۔ کوئی ایک فرد یا گروپ جمہوریت کا تحفظ نہیں کرسکتا۔ عوام کی جانب سے قائدین و عہدیداروں کو ایک مقررہ وقت دیا جاتا ہے اور یہ عوام کے ووٹ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ آیئے جمہوریت کی خصوصیات کے بارے میں بحث کریں۔

19.3.1 انتخابات:

ایک جمہوری سیاسی نظام میں انتخابات بے حد اہم رول ادا کرتے ہیں۔ ہر ایک سیاسی نظام انتخابات کو جمہوریت کی ایک علامت کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ الیکشن عوام کو یہ موقع فراہم کرتے ہیں کہ وہ اپنے پسندیدہ شخص کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کریں۔ ملک میں آزادی کے بعد آفاقی بالغ رائے دہی کو اختیار کیا گیا۔ اس نظریہ کے تحت ہر وہ شخص جس کی عمر 18 سال سے زائد ہو، دستوری طور پر ووٹ دینے کا حق رکھتا ہے۔

جمہوریت میں انتخابات کی اہمیت:

1. **قیادت کا انتخاب:** کسی پسندیدہ امیدوار یا پارٹی کے حق میں ووٹ کے ذریعہ اپنے قائدین کو چننے کا موقع انتخابات ہی ہندوستانی شہریوں کو فراہم کرتے ہیں۔

2. **لیڈرشپ کی تبدیلی:** ہندوستان میں انتخابات ایک ایسا ہتھیار ہیں جو حکمران پارٹی کے خلاف عوام کے غصہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ دیگر جماعتوں کے حق میں ووٹ اور نمائندوں کے انتخاب کے ذریعہ عوام یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ ایک عظیم طاقت ہیں۔

3. **سیاسی حصہ داری:** ایک سیاسی جماعت کے قیام کے ذریعہ آزادانہ طور پر انتخابات لڑنے کی ہر ایک شہری کو آزادی ہے۔ وہ کسی بھی ایجنڈہ کے تحت ایسا کرسکتا ہے۔

4. **خود کی اصلاح کا موقع:** الیکشن ہر پانچ سال میں ایک بار منعقد ہوتا ہے جس کے ذریعہ عوام کو اور سیاسی جماعتوں کو موقع ملتا ہے کہ وہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کریں اور اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کریں۔

19.3.2۔ اکثریت کی حکومت:

جب انتخابات منعقد ہوتے ہیں تو عوام کی آدھی تعداد سے زیادہ ووٹرس اپنے نمائندوں کے ذریعہ حکومت تشکیل دیتے ہیں۔ جمہوریت میں سیاسی فیصلے اکثریت ہی کرتی ہے۔ جمہوریتوں کا یہ فرض ہے کہ وہ سب کے حقوق کا تحفظ کریں۔ تہذیبی شناخت' سماجی اصولوں اور مذہبی سرگرمیوں کی حفاظت کی جائے۔

19.3.3۔ انفرادی حقوق:

ملک کے تمام شہریوں کو حق ہے کہ وہ اپنے نمائندوں کا انتخاب راست یا بالواسطہ طور پر ووٹ کے ذریعہ کریں۔ شہریوں کے بنیادی حقوق کا احترام و تحفظ کیا گیا ہے۔ جمہوریتوں کا ابتدائی فرض ہے کہ وہ شہریوں کے بنیادی حقوق جیسے آزادی اظہار مذہب کا تحفظ کریں۔ قانون کے تحت سب کے یکساں تحفظ کو یقینی بنایا جائے کہ وہ سماجی زندگی میں سیاسی معاشی اور تہذیبی تمام لحاظ سے حصہ لیں۔ مواقع ان کو حاصل ہوں۔

19.3.4۔ باہمی تعاون اور مفاہمت/ڈپلومیسی:

ہر ایک سماج میں مختلف موضوعات ہوتے ہیں جو تمام شہریوں کے لئے اہمیت رکھتے ہیں۔ ایک جمہوریت میں ترقی کے لئے اتحاد و بھائی چارہ اہم ہوتا ہے۔ عوام کے مابین برادرانہ تعلقات بھی اہم ہیں۔ یہ ملک کے لئے فائدہ مند ہوگا۔ جب عوام ایک دوسرے کی خواہشات کا احترام کریں گے تو اس سے جمہوریت و رواداری کو استحکام حاصل ہوگا۔

19.3.5۔ قانون کی حکمرانی:

کوئی بھی شخص (صدر یا شہری) قانون سے بالاتر نہیں ہے۔ قانون کے آگے سب مساوی ہیں۔ جمہوری حکومت قانونی کی حکمرانی اور بالادستی کے لئے کام کرتی ہے۔

یہاں پر ایک آزاد عدلیہ ہے۔جس کو قانون کی حکمرانی کے سلسلہ میں اعلیٰ تر مقام حاصل ہے جو قانون، امن، سلامتی اور عوام کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

اپنی جانچ آپ:

1. آپ کس طرح یہ کہہ سکتے ہیں کہ جمہوریت میں عوام کی قبولیت یا عوام کی مرضی اہمیت رکھتی ہے؟
2. اگر آپ ایک ڈکٹیٹر شپ کے تحت ہوں (جہاں عوام کی مرضی نہ چلے) تو سوچیے کہ آپ کس طرح حکومت پر تنقید کریں گے؟

19.4۔ جمہوریت۔ چیالنجس:

دنیا میں جدید طرز حکومت کے لحاظ سے جمہوریت ایک بہترین حکومت ہے۔کوئی طرز حکومت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔کیا جمہوریت کو کامیابی کے ساتھ چلایا جاسکے گا؟ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ملک میں تمام گروپس اور تنظیموں کے ساتھ ساتھ جمہوریت کئی چیالنجس کا سامنا کررہی ہے۔

19.4.1۔ ناخواندگی:

جمہوریت کو سمجھنے اور اسے پروان چڑھانے کے لئے تعلیم ایک اہم ہتھیار ہے۔عوام کے وقار کی جانچ کے لئے تعلیم ایک اہم عنصر ہے۔تعلیم کے ذریعہ ملک کے مختلف موضوعات، مطالبات اور دلچسپیوں کو سمجھا جاسکتا ہے۔آزادی کے بعد پہلے عام انتخابات کے وقت ہماری شرح خواندگی صرف 18.33 تھی۔خواتین کی خواندگی کی شرح بہت کم یعنی صرف 9.9 تھی۔

صرف تعلیم ہی راست طور پر ملک کے معاشی سیاسی اور سماجی ڈھانچہ کو تبدیل نہیں کرسکتی۔تعلیم جمہوریت اور جمہوری شہریت کے لئے اپنی حصہ داری کی تکمیل کرتی ہے۔مختلف سماجی معاشی اور تہذیبی پس منظر کے بچوں کے لئے مساوی مواقع فراہم کرتی ہے۔ تعلیم معلومات ہنر اور اقدار ورویوں کو سنوارنے کے لئے جمہوریت کو بہت کچھ عطا کرتی ہے۔جس کے نتیجے میں شہریوں کو سوجھ بوجھ اور قابلیت حاصل ہوتی ہے تاکہ وہ اپنے نمائندوں کا بہتر انتخاب کرسکیں۔

شرح خواندگی			
سال	شرح خواندگی(%)	مرد(%)	خواتین(%)
2011	74.4%	82.14%	65.46%

جمہوریت کی کامیابی میں ناخواندگی ایک رکاوٹ ہے۔ان پڑھ لوگ شاطر سیاستدانوں کی باتوں میں اوران کے وعدوں کے جال میں آجاتے ہیں۔ناخواندہ لوگ حکومت کی اسکیمات سے فائدہ بھی نہیں اٹھا سکتے۔وہ عوامی نمائندوں سے سوال بھی نہیں کرسکتے اور پالیسی فیصلوں میں دخل بھی نہیں دے سکتے۔

19.4.2۔ سماجی ومعاشی عدم مساوات:

ہندوستان تغیرات وتبدیلیوں کا گھر ہے۔ایسی تبدیلیاں جو کبھی مثبت ہوتی ہیں اور کبھی منفی۔جن سے کئی چیالنجس ابھرتے ہیں۔ہمارے ملک میں تمام ہی عوام مل جل کر رہتے ہیں اور دستور کے بنیادی اصول سیکولرازم کا احترام کرتے ہیں لیکن بعض اوقات سماجی ومعاشی عدم مساوات کی وجہ سے جمہوریت کو چیالنجس درپیش ہوتے ہیں ان میں سے چند کا جائزہ لیتے ہیں۔

غربت:

جمہوریت کا کامیابی کے لئے غربت بھی رکاوٹ ہے۔غربت حقوق اور عدم مساوات سے راست تعلق رکھتی ہے۔بے روزگاری غربت کا اہم سبب ہے۔حالیہ رپورٹس کے مطابق دیہی علاقوں میں رہنے والی آبادی کا 25 فیصد سطح غربت سے نیچے زندگی گزارتا ہے۔شہری علاقوں میں حالت کچھ بہتر ہے' جہاں سطح غربت سے نیچے زندگی گزارنے والوں کا فیصد 13 ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

سطح غربت: انسانی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے خدمات اور اشیاء کو خریدنے کے لئے مطلوب اقل ترین قیمت (یا آمدنی) کو سطح غربت کہتے ہیں۔

آر بی آئی کے سابق گورنر رنگا راجن کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق سطح غربت شہری علاقوں میں فی یوم چارروپیہ اور دیہی علاقوں میں 32 روپے مقرر کی گئی ہے جولوگ یہ رقم خرچ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے وہ سطح غربت سے نیچے زندگی گزارنے والے شمار ہوتے ہیں۔

غربت دوطرح سے جمہوریت کے لئے خطرہ ہے۔تمام لوگ مساوی ہیں اس نظریہ کی نفی غربت کرتی ہے۔دوسرا یہ کہ غریب لوگ پالیسی بنانے اجتماعی ذمہ داری ادا نہیں کرسکتے۔غریب عوام اپنے ووٹ استعمال کرنے اور الیکشن میں حصہ لینے کے لئے آگے نہیں آتے۔

1. طبقہ واریت اور فرقہ واریت:

ہندوستان میں پیدائش سے ہی ذات ایک اہم سماجی عنصر ہے۔ہم جانتے ہیں کہ ملک میں کئی ذاتوں اور مذاہب کے باوجود لوگ آپس میں مل جل کر رہتے ہیں۔لیکن ان حالات میں (موجودہ دور میں) ہندوستانی جمہوریت طبقہ واری اور مذہب کی بنیاد پر کئی خطرات سے دوچار ہے۔ مذہب اور علاقہ کے امتیاز کے ساتھ سیاست لوگوں کو علیحدہ کر رہی ہے۔انتخابات کے وقت سیاسی پارٹیاں مذہب اور ذات کی بنیاد پر اپنے امیدوار کھڑا کر رہی ہیں۔رائے دہندوں کو بھی مذہب اور ذات کے نام پر گمراہ کیا جا رہا ہے۔ مذہب اور ذات کی بنیاد پر جیتنے والے امیدوار صرف اپنے اپنے مذاہب اور ذات کی ترقی کے لئے کام کرتے ہیں۔ذات اور مذہب کا یہ امتیاز کبھی کبھی سیاسی عدم استحکام بھی پیدا کر دیتا ہے۔

2. علاقہ واریت:

1967ء کے انتخابات کے بعد ملک کی مختلف ریاستوں میں علاقہ واریت کے جذبات کو فروغ حاصل ہوا۔علاقہ واری تحریکوں کے سبب ملک کی ترقی کے سلسلہ میں تفریق و امتیاز کو بڑھاوا ملا۔ فی کس آمدنی۔ روزگار کے مواقع کے فقدان اور آبپاشی کی سہولتوں میں تفریق جیسے اختلافات پیدا ہوئے۔کئی علاقہ واری پارٹیوں نے علاقہ واری جذبات و احساسات کو ابھارتے ہوئے جمہوری حکومتوں کے لئے کئی خطرات پیدا کر دئے۔علاقہ واری تحریکوں کے باعث امن اور سلامتی کو خطرہ لاحق ہو گیا۔بعض اوقات علاقہ واری نظریات نے علیحدگی پسندانہ رجحان کی شکل اختیار کر کے جمہوریت کے لئے خطرات پیدا کر دئے۔

اپنی جانچ آپ:

1. علاقائی سیاسی پارٹیوں کی چند مثالیں دیجئے۔
2. مذہب اور ذات کے جوکھم کیا کیا ہیں؟

3. جنسی عدم مساوات:

جمہوری سماجوں میں جنسی مساوات ایک اہم عنصر ہے۔حکومتی ایجنسیاں یکساں انسانی حقوق کی فراہمی کے لئے کوشش کرتی ہیں۔مرد اور خواتین اپنے طبقہ کی ترقی کے لئے کام کرتے ہیں۔قانون سازی کے عمل میں خواتین کا حصہ اور نمائندگی کافی نہیں ہے۔سیاسی پارٹیاں خواتین کے لئے بہت کم نشستیں رکھتی ہیں۔ بہت کم تعداد میں خاتون نمائندگی ایک سنگین مسئلہ ہے۔ خواتین ریزرویشن بل کی بھی پارلیمنٹ میں تائید نہیں کی جا رہی ہے۔مردوں کے ساتھ خواتین کو یکساں مواقع حاصل نہیں ہیں۔ مقننہ میں جب خواتین کی حصہ داری ہوگی تب ہی خواتین کی بہبود کے لئے کام کئے جا سکیں گے۔

19.4.3۔ دھاندلیاں (کرپشن):

جمہوریت میں اہم انتخابات کے موقع پر روپیہ پیسہ سے ووٹرس کو لبھانا ایک عام بات ہوگئی ہے۔ ووٹرس اچھے امیدواروں کو کامیاب کرنے کے بجائے کبھی کبھی اس امیدوار کو ووٹ دیتے ہیں جو زیادہ سے زیادہ رقم اور تحائف ان کو دے۔ اس قسم کا کرپشن جمہوریت اور جمہوری اصولوں کو داغ دار کررہا ہے۔ کرپشن ایک ایسا غیر قانونی کام ہے جو آرام و آسائش والی زندگی گزارنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ ملک میں اس وقت کرپشن سیاسی عدم استحکام ادارہ جاتی کمزوریوں کا باعث اور ملک کی سلامتی کے لئے خطرہ پیدا کررہا ہے۔

19.4.4۔ سیاست میں جرائم اور تشدد کی نوعیت:

ہندوستانی سیاست میں جرم اور تشدد سرایت کر گیا ہے۔ کئی ایک مجرمانہ سرگرمیوں کے حامل امیدوار عوامی نمائندوں کے طور پر مسلسل منتخب ہوتے جارہے ہیں۔ انتخابات سے متعلقہ قوانین بنانے کے سلسلہ میں الیکشن کمیشن آف انڈیا کو محدود اختیارات ہیں۔ اس طرح کا عمل اچھی حکمرانی اور جمہوری طریقہ کار کے لئے تباہ کن ہے۔

جمہوریت پر جرائم و تشدد کے اثرات:

- ☆ مزید جرائم اور دھاندلیوں کا فروغ
- ☆ سماجی اقدار کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ سماجی انتشار کا باعث
- ☆ جمہوریت کے لئے ضروری منصفانہ انتخابات کے لئے خطرہ
- ☆ کرپشن اور تفریق کو بڑھاوا دینے کا باعث

19.4.5۔ میڈیا:

میڈیا ہندوستان میں اپنا ایک اثر رکھتا ہے۔ انتخابات کے دوران سیاستدان اپنی پارٹی کی پالیسیوں سے واقف کروانے اور رائے دہندوں کو راغب کرنے سوشیل میڈیا کا استعمال کرتے ہیں۔ میڈیا حکومت اور جمہوری کارکردگی کو بھی متاثر کرتا ہے۔ تعلیم یافتہ لوگوں کے مقابلے میں ان پڑھ ان سے زیادہ متاثر ہوجاتے ہیں۔ سوشیل میڈیا پر اطلاعات بغیر کسی چھان بین کے وائرل کروادی جاتی ہیں جس سے جمہوریت کو خطرہ ہے۔

19.4.6۔ سیاسی پارٹیوں میں انحراف:

جمہوریت کو لاحق اہم مسائل میں سیاسی جماعتوں میں انحراف کا مسئلہ بھی شامل ہے۔ ایک شخص اپنے ذاتی فائدے کے لئے پارٹیاں بدلتا رہتا ہے۔ موقع پرستی کے سبب وہ پارٹی وابستگی کو ترک کرکے عوامی رائے کو کچلتا اور سیاسی عدم استحکام پیدا کرتا ہے۔ وہ جمہوریت کے وقار کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مسئلہ پر تمام سیاسی پارٹیاں مل بیٹھ کر غور کریں۔ ملک میں مرکزی و ریاستی سطح پر کئی مرتبہ ایسی کوششیں ہوتی ہیں۔ ریاست مغربی بنگال میں 1979ء میں قانون مخالف

پارٹی تبدیلی (قانون انسداد انحراف) نافذ کیا گیا۔ دستور میں 52ویں ترمیم کے ذریعہ مرکزی حکومت نے پارٹی انحراف کو روکنے پہلا قانون 1985ء میں بنایا۔ قانون انسداد انحراف کے مطابق ان صورت میں پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے لئے کسی بھی مقنّنہ کے رکن کو نا اہل قرار دیا جاتا ہے۔

1. جب ایک منتخبہ قانون ساز رکن جب کسی پارٹی کے ٹکٹ پر چنا جاتا ہے اور رضا کارانہ طور پر پارٹی سے مستعفی ہو جاتا ہے۔
2. اگر کسی پارٹی کے ارکان اس پارٹی کی قرارداد کی مخالفت میں ووٹ دیں یا قرارداد کے خلاف میں غیر حاضر ہیں تو وہ اپنی رکنیت کھو دیں گے۔
3. اگر منتخبہ آزاد امیدواران کی پارٹی میں شمولیت اختیار کریں تو ان کی ممبر شپ منسوخ کر دی جائے گی۔
4. اگر ارکان پارلیمنٹ ریاستی قانون ساز اداروں کے لئے نامزد کئے جائیں اور کسی دیگر پارٹی میں شامل ہو جائیں تو ان کی رکنیت ختم کر دی جائے گی۔ اگر وہ اپنی نامزدگی کے اندرون چھ ماہ کسی سیاسی پارٹی میں شامل ہو جائیں تو ان کی رکنیت منسوخ نہیں کی جائے گی۔

19.5۔ مسائل کا حل:

اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ ہندوستانی جمہوریت کئی خطرات سے دوچار ہے۔ اگر یہ خطرات بڑھتے رہے تو ہندوستانی جمہوریت پر ایک سوالیہ نشان لگ جائے گا۔ جمہوریت غائب ہو جائے یا ملک ڈکٹیٹر شپ کے تحت آ جائے تو بڑا یا بدبختی ہوگی یا ملک بیرونی حکمرانی کے تحت آ جائے گا۔ لہٰذا ہمیں ان خطرات سے نمٹنا ہوگا۔ اس سے نمٹنے کے لئے حکومتی ایجنسیوں۔ سیاسی جماعتوں اور شہری سماج کے مابین تال میل ضروری ہے۔ چند ایک خطرات کا ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

19.5.1۔ آفاقی تعلیم:

سیاسی سماجی معاشی اور تہذیبی اداروں میں عوام کی حصہ داری کے لئے خواندگی بے حد اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارے ملک میں شرح خواندگی بہت کم ہے۔ دستور نے 6 تا 14 سال عمر کے بچوں کے لئے مفت اور لازمی تعلیم کی وکالت کی ہے۔ ریاستی و مرکزی حکومتیں اس پر عمل آوری کر رہی ہیں۔

سروا سکشھا ابھیان جیسی اسکیمات و پروگراموں کے ذریعہ خواندگی میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ خواندگی کا مطلب صرف لکھنا پڑھنا نہیں بلکہ اپنے حقوق اور فرائض کے بارے میں واقف ہونا بھی ہے۔ NCF-2005 اور قانون حق تعلیم نے 2009ء میں ہر ایک بچہ کو تعلیم کی فراہمی ایک بنیادی حق قرار دیا ہے۔

حکومت نیشنل لٹریسی مشن، دوپہر کے کھانے کی اسکیم اور اقامتی اسکولوں وغیرہ کے ذریعہ سے ناخواندگی کو دور کرنے مختلف پروگرامس پر عمل کر رہی ہے۔حکومت نے نیشنل ایجوکیشن پلان 2020ء پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ تعلیم پر مزید توجہ دی جاسکے۔

19.5.2۔ غربت کا خاتمہ:

غربت کا خاتمہ کرنا نہ صرف ایک معاشی بلکہ سیاسی ضرورت بھی ہے۔عوام کو بنیادی سہولتوں کی فراہمی اور غربت کے خاتمہ کے لئے حکومت مختلف پروگرامس اور اسکیموں پر عمل کر رہی ہے۔جامع دیہی ترقیاتی پروگرام (IRDP) کے ذریعہ حکومت خودروزگاری ان لوگوں کو فراہمی کی کوشش کر رہی ہے جو سطح غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔پرائم منسٹر گرامین آواس یوجنا کے تحت غریب عوام کے لئے مکانات تعمیر کئے جارہے ہیں۔غریب عوام کو قرض اور سبسیڈی فراہم کی جارہی ہے۔حالیہ دنوں میں سیلف ہیلپ گروپس کے ذریعہ عوام کو روزگار فراہم کرنے این جی اوز اور سماجی کارکن اہم رول انجام دے رہے ہیں۔ مہاتما گاندھی نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گیارنٹی ایکٹ (MNREGA)‘ 2005ء میں وجود میں لایا گیا۔تاکہ کام کے لئے تیار غیر ہنرمند دیہی نوجوانوں کے لئے سال بھر میں کم از کم 100 دن روزگار فراہم کیا جاسکے۔

قومی تباہیوں اور قحط سالی کے دور میں یہ مدت 150 دن کی ہوجاتی ہے۔اگر اختیارات کی غیر مرکوزیت اور مختلف انسداد غربت پروگراموں پر مشترکہ طور پر عمل کیا جائے تو شاید غربت میں کچھ کمی ہوجائے گی۔

19.5.3۔ جنسی نابرابری کا خاتمہ

جمہوریت اپنے بنیادی اصولوں، آزادی، مساوات، بھائی چارہ اور انصاف کے سلسلہ میں جانی جاتی ہے۔لیکن عالمی و قومی سطح پر خواتین ولڑکیوں کو ان کا مستحقہ مقام نہیں دیا گیا۔اس طرح جمہوریت کے اصولوں کو بھلا دیا گیا۔دستور کی دفعہ 14 کے مطابق سماجی ومعاشی معاملات میں خواتین کو مردوں کے برابر حقوق حاصل ہوں، سیاسی سماجی ومعاشی سطح پر خواتین کو برابری کا مقام دیا جائے، جنسی مساوات اسی وقت حاصل ہوں گے جب کہ تمام سطحوں پر خواتین کو حقوق دئے جائیں۔حکومت ہند جنسی مساوات کے حصول کے لئے کئی ایک قدم اٹھا رہی ہے۔

مرکزی حکومت نے 11 تا 18 سال عمر کی نوجوان لڑکیوں کی بھلائی کے لئے SABALA نام کی اسکیم شروع کی۔ محکمہ بہبودی خواتین واطفال نے ''بیٹی پڑھاؤ بیٹی بچاؤ'' اسکیم شروع کی۔خواتین کی تعلیم کے لئے کوششیں کی جارہی ہیں۔جنانی سرکھشا یوجنا شروع کی گئی تاکہ پیدائش کے وقت ماں اور بچہ کی صحت کی نگہداشت کی جاسکے۔اور نومولود بچوں کی اموات کو روکا جائے۔ اسکولی تعلیم میں جامع تبدیلیاں کی گئیں ۔ (NCF 2005 کے ذریعہ)۔کستوربا گاندھی بالیکا ودیالیہ

(KGBVs) کے قیام کے ذریعہ تعلیمی طور پر پسماندہ طبقات کی لڑکیوں کے لئے مفت قیام اور تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ اسپیشل آشرم اسکولس کے ذریعہ سے اور دیگر اسکیموں کے ذریعہ لڑکیوں کی تعلیم کے فروغ کے لئے کوششیں کی جارہی ہیں۔ خواتین ور لڑکیوں کے لئے چند دیگر اسکیمات یہ ہیں:

''قومی پالیسی برائے بہبودی خواتین 2001ء''

اس پالیسی کا اہم مقصد خواتین کی بہبود وترقی اور فروغ کو رکھا گیا۔

- ☆ ''بیٹی بچاؤ۔ بیٹی پڑھاؤ'' کا مطلب خواتین کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- ☆ ''سوکنیا سمردھی اکاؤنٹ'' خاندانوں کو ان کی لڑکیوں کے لئے بچت میں مدد دیتا ہے۔
- ☆ ''ون اسٹال سنٹر اسکیم'' خواتین کو تشدد یا گھریلو تشدد سے بچانے میں مدد کرتا ہے۔
- ☆ ''پردھان منتری اجوالا یوجنا'' کا مطلب سطح غربت سے نیچے زندگی گزارنے والی خواتین کو مفت ایل پی جی کنکشنس دینا ہے۔
- ☆ ''مہیلا ہاتھ'' خواتین ہنرمندوں اور سیلف ہیلپ گروپس کی خواتین کو مدد کرتا ہے۔
- ☆ ''راجیو گاندھی نیشنل کرچ'' کام کرنے والی خواتین کو ان کے بچوں کے لئے ڈے کیئر خدمات فراہم کرنے کی اسکیم ہے۔
- ☆ ''میٹرنٹی بینیفٹ پلان'' کمزور وحاملہ خواتین کی مدد کرنے کا پروگرام ہے۔

19.5.4- علاقائی عدم توازن کا خاتمہ:

آزادی کے بعد حکومت ہند نے علاقائیت کو روکنے کے لئے کی اقدامات کئے۔ متوازن علاقائی ترقی کو یقینی بنانے پلاننگ کمیشن قائم کیا گیا۔ 5 ویں اور چھٹویں شیڈول میں خودمختاری عطا کرنے اور ریاستوں کی تنظیم نو کے علاوہ سہ لسانی فارمولہ پسماندہ ریاستوں کو خصوصی گرانٹس اختلافات وتنازعات دور کرنے بین ریاستی کونسل قائم کئے گئے' مرکز کے علاوہ ریاستوں نے بھی اقدامات کئے۔ قبائیلی اور پہاڑی علاقوں کو ترقی دینے مرکزی حکومت کوششیں کررہی ہے۔ ویسٹرن گھاٹس ڈیولپمنٹ پروگرامس' خشک سالی سے متاثرہ ریاستوں کی ترقی کے لئے اور ریگستانی علاقوں کی ترقی کے لے پروگرامس بنائے گئے۔

ملک کے دور دراز کے علاقوں کو ملک کے دیگر علاقوں سے جوڑنے ٹرانسپورٹ کے قیام کے ذریعہ سے ترقی ہوگی۔ تعلیم کے ذریعہ طویل مدتی اقدامات کئے جاسکیں گے۔ اس کا مقصد مستقبل کے ہندوستانیوں کو تیار کرنا ہے۔ نئے ادارہ جاتی ڈھانچوں جیسے نیتی آیوگ کے مشوروں اور تجاویز پر عمل کیا جارہا ہے تاکہ پسماندہ علاقوں کو ترقی دی جاسکے۔ باہمی تعاون کے ذریعہ ریاستوں اور مختلف علاقوں کی یکساں ترقی کو یقینی بنایا جارہا ہے تاکہ وہ پسماندگی کو پیچھے چھوڑ دیں اور ملک کی ترقی میں اپنا حصہ ادا کریں۔

قدرتی وسائل سے ہر ایک علاقہ کو برابر استفادہ حاصل کرنے کا موقع دیا جانا چاہیئے۔علاقائی توقعات کے نام پر علاقائی پارٹیاں' علاقائی رجحانات کو پروان چڑھاتی ہیں۔عوام کو ان پارٹیوں سے ہوشیار رہنا ہوگا۔اس طرح کی چند کوششوں اور اقدامات کے ذریعہ ہم علاقائی تفاوت (تفریق) کو دور کر سکتے ہیں۔

19.5.5۔ جرائم اور تشدد:

سپٹمبر 2018ء میں پانچ ججس پر مشتمل ایک دستوری بنچ نے متفقہ طور پر کہا کہ انتخابات میں حصہ لینے سے قبل تمام ہی امیدواروں کو اپنے مجرمانہ ریکارڈ کو الیکشن کمیشن کے روبرو پیش کرنا چاہیئے۔ٹریبونل نے کہا کہ رائے دہندوں کو واقف کروانے امیدواروں کے مجرمانہ ریکارڈ سے متعلق الکٹرانک و پرنٹ میڈیا کے ذریعہ وسیع تر تشہیر کی جانی چاہیئے۔کوئی بھی سیاسی پارٹی مجرمانہ کردار کے حامل امیدواروں کو ٹکٹ نہ دے۔الیکشن کمیشن ایسے امیدواروں کو نااہل قرار دے گا۔اگر ایسے امیدوار انتخابات جیت جائیں تو انتخابات کے بعد الیکشن کمیشن ان کے الیکشن ورکنیت کو کالعدم قرار دے گا۔اپیکس کورٹ نے یہ بھی ہدایت دی کہ ایسے امیدواروں (مقابلہ کرنے والے) کے مجرمانہ کردار کے متعلق تفصیلات پارٹی کی ویب سائیٹ پر پیش کی جائیں۔ووٹرس خود امیدوار کی شخصیت کو دیکھ کر ووٹ دیں گے۔جمہوریت میں کسی بھی قسم کے تشدد کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ تشدد مذہبی وطبقاتی سنگین اختلافات کے سبب بھڑکتا ہے۔جس سے زیادہ تر غریب لوگ متاثر ہوتے ہیں۔خواتین اور کمزور طبقات شدید متاثر ہوتے ہیں۔لہٰذا جو لوگ تشدد برپا کرتے ہیں ان کو سخت ترین سزائیں دلوانی چاہیئے۔ہمیشہ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہنے اور ان کی نشاندہی کرنے کی ضرورت ہے۔

اپنی جانچ آپ:

1. علاقائی عدم توازن یا تفریق کو کم کرنے کے لئے حکومت کون کون سے اقدامات کر رہی ہے؟
2. علاقائی عدم مساوات کو دور کرنے کے لئے چند تجاویز پیش کیجئے۔

19.6۔ جمہوریت میں شہریوں کا کردار:

ہندوستان ساری دنیا میں ایک ایسا عظیم ملک ہے جہاں قدیم رسم و رواج اور کلچر کے ساتھ ساتھ جدید جمہوری خصوصیات پائی جاتی ہیں۔جیسا کہ آپ جانتے ہیں ہمارے ملک میں جمہوری حکومت ہمارے منتخبہ نمائندوں کے ذریعہ چلائی جاتی ہے۔اس تناظر میں ملک میں مقامی ریاستی ومرکزی سطح پر حکومتی کام کاج کے لئے ہر شہری ذمہ دار ہے۔ہر ایک شہری اس ضمن میں اہم رول ادا کرتا ہے۔کیا ہندوستانی شہری اپنے فرائض پورے کر رہے ہیں؟ آیئے دیکھیں۔

شہریوں کے رول کے اہم مواقع موجود ہیں اگر شہری حصہ نہ لیں تو جمہوریت ہی بے معنی ہے۔کیا آپ جانتے ہیں کہ تمام بالغ رائے دہندے عوامی نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہے کہ عوامی حصہ داری سے حکومت بنتی ہے۔ اچھے امیدواروں (قائدین) کے انتخاب میں عوام ہی اہم رول ادا کرتے ہیں۔حصہ داری کا مطلب صرف ووٹ دینا نہیں ہوتا

بلکہ ذمہ داریوں اورحقوق کے تئیں بیدار ہونا بھی ہے۔ سیاسی پارٹیوں کی رکنیت سازی پروگرام حصہ داری اور غیر سیاسی رضا کارانہ تنظیموں میں سرگرم رول ادا کرنا' عوام کی ذمہ داری ہے۔شہری سماج میں حصہ داری مختلف گروپس میں کام کرنے اور اقدار کو سمجھنے' سیکھنے کا اور رواداری کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ایک جمہوریت میں ہر ایک شہری ان تمام واقعات سے واقف ہوتا ہے جو ملک کو متاثر کرتے ہیں۔ جیسے معیشت' ماحولیات اور خارجہ پالیسی۔عوامی زندگی میں حصہ لینا جمہوریت میں اہم رول ادا کرتا ہے۔

19.7۔ جوابدہی کا نظام:

جمہوریت کا مطلب عوام کی ایسی حکومت جو عوام کے روبرو جوابدہ ہوتی ہے۔اگر عوام اپنے حقوق وفرائض سے واقف ہوں اور اسے ادا کریں تو ایک اچھی جمہوری حکومت قائم ہوسکتی ہے۔

> ڈاکٹر بی آر امیڈکر نے کہا ہے: عوام کو اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کرنا ہوگا' یہ حقوق انہیں منت سماجت یا درخواست کے ذریعہ نہیں بلکہ مسلسل جدوجہد کے ذریعہ حاصل ہوں گے۔عوام قربانی کے لئے بکریوں کو پیش کرتے ہیں وہ قربانی کے لئے ببر یا شیر کو پیش نہیں کرتے۔''

حقوق کے ضمن میں شہریوں پر ایک جمہوریت میں کئی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ہمیشہ دیکھنا ہوگا کہ حکومت کیا کررہی ہے؟ حکومت اور حکومتی ادارے شفاف اور جوابدہ ہوں۔شہریوں کو قانون کی پابندی کرنی ہوگی۔اگر عوام یہ دیکھیں کہ انتخابات کے وقت کئے جانے والے وعدے سیاستداں پورے نہیں کررہے ہیں تو عوام کو میڈیا کے ذریعہ انہیں بے نقاب کرنا چاہئے اور حکومت وحکومتی عہدیداروں کو جوابدہ بنانا چاہئے۔مسائل کے حل کے لئے پرامن طور پر جدوجہد کرنا چاہئے۔قانون حق معلومات 2005 ایک ایسا ہتھیار ہے جو حکومت کو جوابدہ بنانے شہری استعمال کرسکتے ہیں' حکومت کو جوابدہ بنانے چند اور اقدامات بھی ہیں جو ذیل میں بیان کئے جارہے ہیں۔

شکایتوں کی وصولی کے لئے فورم کا قیام: حکومت کو چاہئے کہ وہ آن لائن پلیٹ فارمس یا دیگر مواصلاتی ذرائع استعمال کرے تاکہ شہری اپنی شکایتیں اور درخواستیں حکومت کو پیش کرسکیں۔عہدیداران شکایتوں کی یکسوئی کریں۔

1. **تنازعات کی موثر یکسوئی:** شہریوں اور حکومت کے مابین تنازعات' حکومت اور سرکاری ملازمین کے درمیان تنازعات کی یکسوئی عاجلانہ انداز میں ہو اور انصاف ہو۔عدالتیں جزوی مداخلت کرسکتی ہیں۔
2. **نگرانی:** شہریوں کو حکومتی عہدیداروں کے روبرو جوابدہ بنانے حکومت نے عہدیداروں کے حقوق اور فرائض کی وضاحت کردی ہے۔عہدیداروں کو ذہنی الجھنوں کا سامنا نہ کرنا پڑے ایک ایسا نظام ترتیب دیا جائے جس میں عہدیداروں کی شفافیت اور جوابدہی کی نگرانی کی جاتی رہے۔

19.8۔ خلاصہ (کلیدی نکات):

☆ جمہوریت ایک ایسا نظام ہے جس میں حکومت عوام کے منتخبہ نمائندوں کے ذریعہ چلائی جاتی ہے۔

☆ جمہوریت کی دو قسمیں ہیں: (1) راست جمہوریت۔ (2) بالواسطہ جمہوریت۔ ہمارے ملک نے کثیر آبادی کے سبب بالواسطہ جمہوریت کے طریقہ کو اختیار کیا ہے۔

☆ انتخابات کو جمہوریت میں بڑی اہمیت دی جاتی ہے اور عوام کو بنیادی حقوق حاصل ہیں۔ ہندوستانی جمہوریت کو مخصوص مسائل، غربت، ناخواندگی اور آبادی کی کثرت کا سامنا ہے۔

☆ جنسی عدم مساوات، طبقہ واریت، مذہبی منافرت، علاقہ واریت، پارٹیوں میں انحراف، وغیرہ جمہوریت میں عوام کی حصہ داری کے لئے خطرہ ہیں۔ حکومتوں کو بھی جوابدہ ہونا چاہئے۔

19.9۔ مثالی امتحانی سوالات:

I. ان سوالات کے جوابات ایک یا دو سطر میں لکھئے۔

1. جمہوریت کی کتنی اقسام میں درجہ بندی کی جاسکتی ہے؟
2. ہندوستان نے نمائندہ جمہوریت کو اختیار کیا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

II. ان سوالات کے جوابات 4 یا 5 سطر میں دیجئے۔

1. کیا آپ جمہوری حکومت کی تائید کرتے ہیں؟ وہ کیسے؟
2. قانون کی حکمرانی سے کیا مراد ہے؟

III. ان سوالات کے جوابات 8 یا 10 سطروں میں لکھئے۔

1. جمہوریت کو درپیش چیالنجس بیان کیجئے۔ ان میں سے کوئی دو کی وضاحت کیجئے۔
2. ''جمہوریت کی کامیابی کے لئے عوام کی حصہ داری بے حد اہمیت رکھتی ہے'' وہ کیسے؟
3. کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میڈیا اپنا فرض بخوبی نبھا رہا ہے؟

IV. ہمہ انتخابی سوالات (Multiple Choice Questions):

1. جمہوریت ان میں سے کس اصول پر چلتی ہے؟

(a) سیکولرازم (b) سیاسی مساوات (c) تفریق (d) معاشی مساوات

2. مہاتما گاندھی نیشنل رورل ایمپلائمنٹ گیارنٹی ایکٹ کا اہم مقصد

(a) 100 دن روزگار کی تخلیق (b) 200 دن روزگار کی تخلیق

(c) سال بھر روزگار کی فراہمی (d) بے روزگاری پر بھتہ یا معاوضہ

20 عصر حاضر کے امور ہندوستان میں متعلقہ قوانین
Contemporary Issues - Related Laws in India

20.0۔ آموزشی ماحاصل:

☆ ان سماجی مسائل کی وضاحت کرسکیں گے جن کا موجودہ دور میں ہندوستان کو سامنا ہے۔

☆ خواتین اور بچوں کے خلاف تشدد کی روک تھام کرنے مناسب ہدایتوں اور مشوروں کو جان سکیں گے۔

☆ دفعہ 370 کی تنسیخ (خاتمہ) کی وضاحت کرسکیں گے۔

20.1۔ تعارف:

ہم نے اس سے قبل کے اسباق میں پڑھا ہے کہ نوآبادیاتی نظام کے دوران ہندوستانیوں نے متعدد مسائل کا سامنا کیا ہے تھا۔آزادی کے بعد سے آج تک تشکیل پانے والی ہر ایک حکومت نے غریبی و بے روزگاری کے خاتمہ کی بات کرتی آئی ہے۔لیکن اس کی عملی تعبیر ابھی تک سامنے نہیں آئی ہے۔عوام کو تنگ کرنے اور خواتین کو ہراساں کرنے کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔رشوت کا بازار گرم ہے‘ ماحولیات کی تباہی ہورہی ہے۔بچپن کی شادیاں بھی ہورہی ہیں۔ہم اس سبق میں چند اہم سماجی‘ معاشی اور سیاسی موضوعات کا جائزہ لیں گے اور ریاستی ومرکزی حکومتوں کی جانب سے اس کی روک تھام کے لئے بنائے گئے قوانین کا بھی جائزہ لیں گے۔

20.2۔ سماجی اور معاشی موضوعات:

منظم طور پر زندگی گزارنے کے عمل کو سماج کہتے ہیں۔مختلف خصوصی کلچر‘لسانی‘ مذہبی عقائد‘روایات طبقات کے ساتھ آج کل ہر ایک سماج زندگی گزارتا ہے۔سماجی مسائل سماج میں انتشار پیدا کرتے ہیں۔جو بتدریج سماجی زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔اگر ایک سماجی مسئلہ کو حل کیا جاتا ہے تو دوسرا مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے۔سماج میں بھائی چارگی کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔یہ سماجی مسائل سماج کے کمزور طبقات کو زیادہ متاثر کرتے ہیں۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ چند اہم موضوعات جو عصر حاضر (موجودہ دور) میں حکومتوں کو متاثر کرتے ہیں اور ان سے متعلقہ قوانین پر غور کرتے چلیں۔

20.2.1۔ ذات پات کا نظام:

ہندوستان میں ذات پات کا نظام قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔یہ ذات پات کا نظام ہر اس شخصی کی توقعات پر مبنی ہے جو اس ذات سے جڑا ہوا ہے۔سماج میں تمام ذاتیں باہمی تعاون کے ذریعہ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کریں۔

زمانہ جوں جوں گزرتا گیا' اونچی ذات کے لوگوں نے نچلی ذات والوں کو پسماندہ بنا کر رکھ دیا۔ ان لوگوں کے حقوق پامال کردئے گئے۔ طبقہ میں بھی ان کا استحصال کیا گیا۔ بتدریج یہ لوگ غربت وامتیاز کی دلدل میں پھنستے چلے گئے۔ جمہوریت انسانی مساوات کو فروغ دیتی ہے۔ بیشتر اوقات ملک کے مفاد پر ذات کے مفاد کو ترجیح دی گئی جس کے باعث قومی اتحاد کا نظریہ مجروح ہوا ہے۔ سماج مصنوعی طبقات میں تقسیم ہو گیا۔ ذات کی بنیاد پر تفریق نے بعض اوقات تشدد کو ہوا دی۔ ذات پات کی تفریق یعنی بھید بھاؤ چاہے وہ کسی شکل میں کیوں نہ ہو ایک جرم ہے۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں ذات بھی ایک اہم وجہ ہے۔ ذات کی بنیاد پر تفریق کے خاتمہ کو روکنے حکومت نے اقدامات کئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(a) دستور کی دفعہ 46 کے مطابق حکومت کو چاہئے کہ وہ ایس سیز اور ایس ٹیز' درج فہرست قبائل و پسماندہ طبقات کی تعلیم پر خصوصی توجہ مرکوز کرے تاکہ وہ معاشی طور پر ترقی کرسکیں۔

(b) سیول رائٹس پروٹکشن ایکٹ 1955ء کی دفعہ 17 چھوت چھات کی کسی بھی شکل پر امتناع عائد کرتی ہے۔

(c) ایس سی (SC)۔ ایس ٹی (ST) (انسداد ہراسانی) ایکٹ 1989 نے ایس سی۔ ایس ٹی کے خلاف مظالم کو انڈین پینل کوڈ کے تحت جرم قرار دیا گیا ہے اور خصوصی عدالتوں میں مقدمات اور سزائیں دلوانے کی بات کہی گئی ہے۔

(d) 65ویں دستوری ترمیمی ایکٹ 1990: درج فہرست اقوام وقبائل (ایس سی۔ ایس ٹی) کے لئے قومی کمیشن 12 مارچ 1992ء کو تشکیل دیا گیا۔

20.2.2۔ خواتین سے متعلق موضوعات:

ویدک دور سے ہی خواتین اپنا رول ہندوستان میں ادا کررہی ہیں۔ سماج کی تشکیل میں خواتین کا رول بے حد اہم ہے۔ خواتین آبادی کا نصف ہیں۔ مردوں کے برابر حقوق کی مستحق ہیں۔ وہ تمام سوسائٹیز جو خواتین کا احترام کرتے ہیں اور انہیں تعلیمی مواقع فراہم کرتے ہیں۔ ترقی یافتہ اور خوش حال سماج کہلائے جانے کے قابل ہیں۔

سماج میں اہم رول ادا کرنے کے باوجود خواتین ساری دنیا میں گھریلو تشدد کا شکار بنی ہوئی ہیں۔ خواتین عوامی مقامات' پارکس' دفاتر حتیٰ کہ گھروں میں تک محفوظ نہیں ہیں۔ وہ خواتین جو جنسی تشدد کا شکار بنی ہیں' بعض اوقات ذہنی توازن کھو بیٹھتی ہیں۔ خواتین کو ذہنی و سماجی اذیتیں دی جاتی ہیں۔ چند لڑکیوں اور خواتین کو جبری طور پر اغوا کرکے انہیں قحبہ گری پر مجبور کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک ہی کام پر خواتین کو مناسب اجرت بھی نہیں دی جاتی۔

یہ تمام چیزیں خواتین کے ساتھ امتیاز اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔خواتین اورلڑکیوں کا اس سے تحفظ کیا جانا چاہیئے۔خواتین کوان کے حقوق اورقوانین سے واقف کروانے کی ضرورت ہے۔اس کے ذریعہ ہی ہم خواتین کو ہراسانی اورگھریلوتشدد سے بچاسکتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں:

خواتین اورلڑکیوں کے تحفظ کے لئے قوانین:

☆ **انسداد جہیز ہراسانی قانون 1961**: جہیز مانگنا اور جہیز دینا ایک جرم ہے' خلاف ورزی کرنے والوں کو پانچ سال کی جیل اور 15 ہزارروپیہ جرمانہ ادا کرنا ہوگا۔

☆ **انسداد گھریلوتشدد قانون 2005**: تمام قسم کے گھریلوتشدد قولی یا غیرقولی یا جنسی ہراسانی جومتاثرہ نے بیان کیے ہوں۔ان سے آئی پی سی کی دفعہ A 489 کے تحت تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔

☆ **نربھیاایکٹ**: مرکزی حکومت کی جانب سے خواتین ولڑکیوں کے تحفظ کے لئے 2013ء میں ایک قانون منظور کیا گیا۔

☆ **کام کے مقامات پر خواتین کو جنسی ہراسانی سے تحفظ کا قانون 2013**: خواتین اپنے ان افسروں کے خلاف شکایت درج کرواسکتی ہیں جوجنسی ہراسانی اور کام کے مقامات پر ہراسانی کا باعث ہوں۔

☆ **مسلم ویمن (شادی کے سلسلہ کے حقوق کا تحفظ) ایکٹ 2019**: پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے اس قانون کو منظور کیا۔یہ قانون یکبارگی تین طلاق کی مخالفت کرتا ہے۔طلاق بدعت اوراس طرح کے دیگرطریقوں کو غیرقانونی قرار دیتا ہے۔اس طرح کی طلاق دینے والے مسلم شوہر کو تین سال کی جیل اور جرمانہ ہوگا۔

20.2.3۔ بچوں سے متعلق قوانین:

18 سال تک کی عمر کے تمام بچے' بچے ہی کہلاتے ہیں (بنا کسی تفریق جنس کے)۔آج کے بچے کل کے شہری ہیں۔حکومت کو چاہیئے کہ وہ بچوں کے حقوق کا تحفظ کرے۔دستور میں بتائے گئے ان اصولوں کے تحت سماج کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی حفاظت کرے۔''ایک صحت مندانہ ماحول بنایا جائے اور بچوں کو تمام مواقع اور سہولتیں دی جائیں کہ وہ آزادی ووقار کے ساتھ زندگی گزاریں۔ ان کا بچپن اور جوانی اخلاقی اورطبعی استحصال سے پوری طرح محفوظ ہو۔''

بچوں سے متعلقہ موضوعات پرغورکرنے سے پہلے آیئے ہم دیکھیں کہ بچوں کے حقوق کیا کیا ہیں؟

بچوں کے حقوق:

(1) حق زندگی۔

(2) والدین کے ساتھ وقت گذارنے کا حق۔

(3) معلومات حاصل کرنے کا حق اور میڈیا کے ذریعہ دنیا کو جاننے کا حق۔

(4) ضرر پہنچانے والے واقعات اور تشدد سے حفاظت کا حق۔

(5) معذور بچوں کی صورت میں زندہ رہنے کے لئے خصوصی توجہ اور ترقی پر توجہ کا حق۔

(6) اچھی صحت اور طبی نگہداشت کئے جانے کا حق۔

(7) مادری زبان کے استعمال، روایات اور مذہب پر چلنے کا حق۔

(8) کھیلنے کودنے کا حق۔

(9) مضر اثرات والی دواؤں کے استعمال، بیچنے یا تیار کرنے سے تحفظ کا حق۔

(10) اس وقت جب کہ انہیں نظر انداز کیا جا رہا ہو یا کسی مصیبت کا سامنا ہو اس سے تحفظ کا حق۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

آپریشن مسکان یا آپریشن اسمائیل:

وہ بچے جو یتیم ہیں کیونکہ ان کے والدین فوت ہو چکے ہیں یا جو گھر چھوڑ کر چلے گئے ہوں آپریشن مسکان پولیس ٹیموں کی جانب سے شروع کیا جانے والا پروگرام ہے جو ایسے بچوں کی نشان دہی ریاست بھر میں عوامی مقامات پر کرتا ہے۔ اور ان بچوں کی مدد کرتا ہے۔

ان تمام حقوق کے باوجود کئی بچے تعلیم سے دور ہیں اور صنعتوں، معدنی کانوں اور کھیتوں یا کارخانوں میں بچہ مزدور کی حیثیت سے کام پر لگا دئے گئے ہیں۔ انہیں اور ان کے بھائیوں و بہنوں کو محفوظ زندگی گزارنے دینا ان کے والدین کی ذمہ داری ہے۔ چند بچوں کو فروخت کر دیا جاتا ہے اس سے ان کے بچپن کو نقصان پہنچتا ہے اس سے ان کی ذہنی و طبعی ترقی متاثر ہوتی ہے۔ غربت، اچھے اسکولوں کا نہ ہونا، تعلیم کی اہمیت سے واقف نہ ہونا، بچہ مزدوری کی اہم وجوہات میں سے ہے۔ کئی لڑکیوں کی شادیاں بچپن میں ہی کر دی جاتی ہے اور کام کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اگر وہ قانون سے واقف ہوں گے تو ہی وہ محفوظ رہ سکیں گے۔

1. **بچپن کی شادی کی روک تھام کا قانون:** شادی کے وقت لڑکی کی عمر 18 سال مکمل اور لڑکے کی عمر 21 سال ہو۔ بچپن کی شادی کی صورت میں لڑکا لڑکی کے علاوہ ان تمام افراد کو سزائیں ہوں گی جنھوں نے اس شادی کو کروایا ہوگا۔

2. **فیکٹریز ایکٹ 1948:** چودہ (14) سال سے کم عمر کے تمام بچوں کو فیکٹریز میں کام پر رکھنے پر پابندی ہے۔

3. **کانکنی ایکٹ 1952:** زمینی کانوں (خطرناک جگہوں) یا ایسے علاقوں پر کوئی بھی بچہ کام نہیں کرے گا۔

4. **بچہ مزدوری قانون 1986:** کوئی بھی بچہ خطرناک یا غیر خطرناک کاموں کو نجام نہیں دے گا۔

5. **بچوں کو جنسی ہراسانی سے تحفظ کا قانون 2012:** اس قانون کے تحت بچوں کے جنسی استحصال اور عریانیت سے متعلقہ جرائم سے محفوظ رکھنے ایک سخت قانونی ڈھانچہ تیار کیا گیا ہے۔

اپنی جانچ آپ:

1. بچہ مزدوری کے سسٹم کی کوئی دو وجوہات بیان کیجئے۔

20.2.4۔ نقل مقامی:

2011ء کی مردم شماری کے مطابق 30.7 کروڑ عوام ہندوستان کو نقل مکانی کئے ہیں۔ آبادی میں سے ہر ایک چوتھا شخص نقل مقامی کرنے والا شخص ہے۔ وہ شخص جو اپنے مقام پیدائش سے چھ مہینے یا اس سے زائد عرصہ سے دیگر مقام پر منتقل ہو چکا ہو تارک وطن کہلاتا ہے۔ نقل مقامی کے سیاسی سماجی و دیگر وجوہات ہیں۔ نقل مقامی تین طرح کی ہے۔

(1) بین الاقوامی تارکین وطن: یہ ایک ملک سے دوسرے ملک منتقل ہوتے ہیں۔ (2) قومی تارکین وطن: وہ ملک کے اندرون ایک مقام سے دوسرے مقام منتقل ہوتے ہیں۔ (3) موسمی نقل مقامی کرنے والے: ایسے لوگ ایک مدت یا موسم کے بعد گھر واپس ہو جاتے ہیں۔

روزگار کے زیادہ سے زیادہ مواقع، اعلیٰ ملازمتیں مناسب اجرتیں وغیرہ عوام کو نقل مقامی پر مجبور کرتے ہیں۔ زیادہ آبادی کم روزگار، کم ترین اجرتیں، نقل مقامی سے روکتی ہیں۔ نقل مکانی کے باعث عوام مالی اعتبار سے مستحکم ہوتے ہیں ان کی قوت خرید میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہنرمندی کا فائدہ ہوتا ہے۔ نقل مکانی سے متعدد مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں جو سنگین ہوتے ہیں۔ نقل مقامی سے تناؤ و بے چینی ہوتی ہے۔ غذا اور ماحول میں تبدیلی کے علاوہ کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مائیگرنٹ ورکرس کے تحفظ کے لئے حکومت نے چند اقدامات کئے ہیں چند ایک یہ ہیں:

☆ انسانی حقوق کے آفاقی اعلامیہ کی دفعہ کے مطابق سماج کے ہر فرد کو سماجی تحفظ کے حصول کا حق ہے۔

☆ **بین مملکتی مائیگرنٹ ورک مین ایکٹ 1979ء:** (ایمپلائمنٹ ریگولیشن اور خدمات کے شرائط) یہ مائیگرنٹ ورکرس کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ اس قانون کے تحت مائیگرنٹس کی خدمات کے شرائط کو بہتر بنایا جاتا ہے۔

کنٹراکٹ لیبرا یکٹ (ریگولیشن اینڈ ابویشن) 1970: کنٹرا کٹ ورکرس کی خدمات کی شرائط کو بہتر بنانے اور انہیں استحصال سے بچانے کے لئے یہ قانون بنایا گیا ہے۔

ورکرس کے حقوق کے تحفظ کے لئے لیبر کمیشن قائم کیا گیا۔

امیگریشن ایکٹ 1983 وہ قانون ہے جو بیرونی تارکین وطن ہندوستانیوں کے مائیگریشن روزگار کے لئے بنایا گیا ہے۔ یہ کام کے لئے بیرون ملک جانے والے افراد کی شرائط کے تحفظ کے لئے نافذ کیا گیا۔

اپنی جانچ آپ:

1. امیگریشن کے سلسلہ میں تارک وطن ورکرس کن مسائل کا سامنا کر رہے ہیں؟

20.2.5۔ رشوت اور دھاندلیاں:

کم وقت میں آسانی کے ساتھ غیر منصفانہ طور پر زیادہ دولت کمانا رشوت اور دھاندلی کہلاتا ہے۔ کرپشن کی کئی شکلیں ہیں افراد کا اپنی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کرنا اور حقوق کا مطالبہ کرنا' دھاندلی کی تعریف میں آتا ہے اخلاقی قدروں پر عمل نہ کرنا چوری اور عوامی املاک کو ضائع کرنا بھی بدعنوانی و دھاندلی ہے۔ بے ایمانی' استحصال' غلط استعمال اور اسکامس وغیرہ ان میں سے چند ہیں۔ رشوت اور بدعنوانیوں کے باعث عوام مسائل کا شکار ہیں۔ وہ اپنے مسائل کے حل سے قاصر ہیں۔ وہ انصاف کے حصول اور حقوق سے استفادہ کرنے سے محروم ہیں۔

قانون حق معلومات:

یہ قانون 2005ء میں نافذ کیا گیا۔ اس ایکٹ کی رو سے حکومتی عہدیدار عوام کو مناسب معلومات کی فراہمی کے پابند ہیں۔ ورنہ ان کے خلاف کارروائی کی جاسکتی ہے۔

عوامی خدمات کے حق کا قانون:

ہندوستان کی 19 ریاستوں میں نافذ کیا گیا۔ حکومت عوام کو مقررہ وقت میں خدمات کی فراہمی کی پابند ہے۔ قانون کے مطابق اگر کوئی ملازم سرکار خدمات کی فراہمی سے قاصر رہا تو اس کو سزا دئے جانے کا میکانزم رکھا گیا ہے۔

ہندوستان میں انسداد بدعنوانی قوانین:

اس کے تحت ہندوستان میں سرکاری ملازم پر بدعنوانی پر جرمانہ عائد کیا جاسکتا ہے۔

(1) انڈین پینل کوڈ 1860

(2) انکم ٹیکس ایکٹ 1961 کی دفعات

(3) اینٹی کرپشن ایکٹ 1988

(4) بے نامی دولت کی منتقلی (امتناع) ایکٹ 1988 کے تحت بے نامی رقومات و جائیداد کی منتقلی پر امتناع ہے۔

(5) منی لانڈرنگ پر امتناع کا قانون 2002ء: میں کرپشن کے خلاف اقوام متحدہ کنونشن کی تائید کی ہے جو اقدامات کئے گئے اور انہیں 2011ء میں منظوری دی گئی چند ایک اقدامات یہ ہیں

(6) لوک پال اور لوک آیوکتا ایکٹ 2013

(7) انکشاف کرنے والوں کے تحفظ کا قانون 2011ء

حکومت متعدد قوانین پر عمل کر رہی ہے۔ لیکن رشوت کے جراثیم جس وقت سماج سے ختم ہوں گے اسی وقت عوام سماج اور عہدیداروں میں تبدیلی عمل میں آئے گی۔

20.2.6۔ منشیات (Drugs):

الکوحل، الکوحل پر مشتمل نشہ آور اشیاء تمباکو، بیڑی، سگریٹس، ہیروئن، کوکین، گانجہ وغیرہ ایسے ڈرگس ہیں جن پر امتناع عائد ہے۔ بعض نوجوان اور بالغ افراد ایسی لعنتوں کا شکار ہیں۔ ہم عمر افراد کی جانب سے مجبور کرنا، بے سکونی، بے چینی اور خاندان میں تنازعات وغیرہ اس کی وجوہات میں سے ہیں۔ شروع میں مزہ آنے لگتا ہے اور رفتہ رفتہ نشہ کی عادت پڑ جاتی ہے۔ ڈرگس بے شمار جرائم کا سبب ہیں اس کے شکار افراد چوری اور دیگر جرائم کرنے سے شرم محسوس نہیں کرتے۔ تعلیم سے دور ہو جاتے ہیں، کوئی کام نہیں کر سکتے، دوستوں اور رشتہ داروں کو بھول کر تنہائی پسند ہو جاتے ہیں طبی ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر انہیں ڈرگس نہ ملے تو خودکشی کرنے سے بھی پیچھے نہیں ہٹتے۔

اس طرح کے منشیات دیگر ملکوں سے ہمارے ملک کو اسمگل کئے جاتے ہیں۔ اور اسمگلنگ کے ذریعہ کروڑہا روپئے کمائے جاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے ذریعہ نوجوانوں کا مستقبل تاریک کر دیا جا رہا ہے۔ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف ڈرگس رپورٹ 2010ء نے خاندان اور سماج پر زور دیا کہ وہ نوجوانوں کو منشیات کی لت سے بچانے اپنا کردار ادا کریں۔ ہمہ رخی خاندانی حکمت عملی اور نفسیات و دلی ہمدردی کے ذریعہ علاج (+CB) منشیات سے متاثرہ افراد کے علاج کا ایک طریقہ ہے۔

ڈرگس سے متعلقہ قوانین:

نارکوٹک ڈرگس اور نفسیاتی متاثر کرنے والی اشیاء کا ایکٹ (NDPS): اینٹی ڈرگ اور نفسیاتی متاثر کرنے والے ڈرگس کی منتقلی و کاروبار سے متعلق قانون 1988ء کو پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا تھا تاکہ نارکوٹکس کو باقاعدہ بنایا جائے۔ نارکوٹکس کنٹرول بیورو (NCB) ہندوستان کا اہم قانونی ادارہ ہے جو ڈرگس کے غلط استعمال و منتقلی کو روکتا ہے۔ جو کوئی بھی NDPS ایکٹ کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اسے امتناعی اشیاء کی رقوم کی بنیاد پر سزا بھگتنا پڑے گا۔

20.3۔ سیاسی پہلو:

ہم نے گذشتہ سبق میں سیکھا کہ جب ملک نے آزادی حاصل کی تو ایک دستور تیار کیا گیا اور ایک جمہوری نظام حکومت تشکیل دیا گیا۔ ایک جمہوریت میں عوام کی توقعات اور مفادات کا خیال رکھا جاتا ہے آزادی اور ملک کی تقسیم ساتھ ساتھ ہوئے چند ریاستوں میں سلامتی اور امن کا مسئلہ چھایا رہا اور دہشت گردی کے واقعات ہوئے ریاست جموں اینڈ کشمیر میں بھی مسائل رہے۔

آیئے جموں و کشمیر کے واقعات کا جائزہ لیں:

20.3.1۔ دفعہ 370

برطانوی دور اقتدار سے ملک کی آزادی کے وقت ملک میں 550 ایسے صوبے تھے جہاں راجہ مہاراجاؤں کی حکومت تھی۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل نے ان شاہی ریاستوں کو ہندوستان میں ضم کروانے میں دلچسپی دکھائی۔ انہوں نے شاہی ریاستوں کو شاہی خاندانوں سے مذاکرات کے ذریعہ ضم کروایا۔ 15 ؍اگست 1947ء کو کشمیر۔ حیدرآباد اور جونا گڑھ کی ریاستوں کو چھوڑ کر تمام شاہی ریاستیں بھارت میں شامل ہو چکی تھیں۔

ہندوستان اور پاکستان حالانکہ 1947ء میں علیحدہ مملکتیں بن چکے تھے لیکن کشمیر کسی بھی ملک کا حصہ نہیں بنا تھا۔ اس سال 20 اکٹوبر کو پاکستانی فوج کی مدد سے کچھ قبیلے کشمیر میں داخل ہوئے، جب کشمیر کے مہاراجہ ہری سنگھ نے ہندوستان سے کہا کہ وہ ان کی فوجی مدد کرے۔ انھوں نے ہندوستان میں کشمیر کے انضمام کی شرط سے اتفاق کیا۔ ہندوستان کی آرمی نے پاکستان کی فوجوں کو بھگایا۔ پاکستان اس وقت کشمیر کے ایک تہائی حصہ پر قابض ہو چکا تھا۔ جو اب پاکستانی مقبوضہ کشمیر کہلاتا ہے۔ ہری سنگھ نے 26 ؍اکٹوبر کو جموں و کشمیر کے بھارت سے الحاق کے معاہدے پر دستخط کردئے۔ 26 ؍اکٹوبر 1947 کو کشمیر انڈین یونین کا حصہ بن گیا۔ یہ الحاق دفاع خارجہ امور اور مواصلات کے شعبوں میں ابتدائی طور پر رہا۔ جولائی 1949ء میں کشمیر کی سیاسی جماعت نیشنل کانفرنس کے سربراہ نے کشمیر کے لئے خصوصی اختیارات عطا کرنے کی اپیل کی جس پر حکومت ہند کے ساتھ مذاکرات شروع ہوئے۔ حکومت ہند نے بالآخر آرٹیکل 370 کے ذریعہ جموں و کشمیر کو خصوصی موقف عطا کیا۔

پاکستان نے ہندوستان کے خلاف تین جنگیں لڑیں، 1947ء میں برصغیر کی تقسیم ہوئی کشمیر میں علیحدگی پسند تحریکوں کی پاکستان نے مدد کی۔ لائن آف کنٹرول کے دونوں طرف کے علاقے ہندوستان و پاکستان میں تقسیم ہوئے۔ اس LoC پر برابر پاکستانی و ہندوستانی فوجوں کا آمنا سامنا ہوتا رہتا ہے۔

مرکزی حکومت نے دفعہ 370 کی تنسیخ کا فیصلہ کیا۔ اس دفعہ سے کشمیر کو خصوصی موقف حاصل تھا۔ مرکزی حکومت نے کشمیر میں امن کے لئے ریاست میں مداخلت کی مرکزی کابینہ کی منظوری اور صدر جمہوریہ ہند کی منظوری کے بعد جموں و کشمیر تنظیم نو بل 2019ء سات دہوں کے بعد عمل میں آیا اور 5 ؍اگست 2019ء کو آرٹیکل 370 منسوخ کر دیا گیا۔

جموں وکشمیر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ جموں وکشمیر اور لداخ۔ جموں وکشمیر کو اسمبلی کے ساتھ مرکزی زیر انتظام علاقہ قرار دیا گیا۔ لداخ کو اسمبلی کے بغیر مرکزی زیر انتظام علاقہ قرار دیا گیا۔

اپنی جانچ آپ:

1. دہشت گردی سے ہونے والے مسائل بیان کیجئے۔

20.4- خلاصہ (کلیدی نکات):

☆ حکومت کو چاہیئے کہ وہ قانون پر سختی سے عمل کروائے اور کمزور طبقات پر ہونے والے مظالم کو روکے۔

☆ خواتین کے ساتھ امتیاز، گھریلو تشدد، جنسی ہراسانی اور خواتین سے متعلق قوانین کے بارے میں بیداری پیدا کرنا ہوگا۔

☆ اگر ہم بچہ مزدوری، انسانی اسمگلنگ، بچوں کو ہراسانی کو رکوائیں گے اور آفاقی مفت تعلیم کے نظریہ پر عمل کریں گے تو ہم بچوں کی ہمہ جہتی ترقی کو یقینی بنا سکیں گے۔

☆ ڈرگس سے متعلقہ قوانین کو بتا کر اور واقف کروانے کے ذریعے ہم نوجوانوں کو منشیات کی لعنت سے محفوظ رکھ سکیں گے۔ انہیں صحیح راستہ بتا کر اپنے ملک کا مستقبل روشن کر سکیں گے۔

☆ مائیگرنٹ لیبرس کو مائیگرنٹ قوانین کو جاننا ہوگا اور انتظامیہ کے ساتھ وہ اس مسئلہ پر بحث کر سکتے ہیں۔

☆ جموں کے خصوصی موقف کی دفعہ 370 کو ختم کر دیا گیا اور جموں وکشمیر کو دو حصوں جموں وکشمیر اور لداخ میں تقسیم کر دیا گیا۔ جموں وکشمیر کو اسمبلی کے ساتھ مرکزی زیر انتظام علاقہ اور لداخ کو اسمبلی کے بغیر مرکزی زیر انتظام علاقہ قرار دیا گیا۔

20.5۔ امتحانی نمونہ کے سوالات:

I. ان سوالات کے جوابات ایک یا دو سطر میں لکھئے۔

1. ذات پات کی لعنت سے ہونے والے کوئی دو مسائل بیان کیجئے۔

2. نقل مقامی (مائیگریشن) کے فائدے کیا کیا ہیں؟

II. ان سوالات کے جوابات 4 یا 5 سطر میں لکھئے۔

1. خواتین کے تحفظ سے متعلق کوئی دو قوانین کی وضاحت کیجئے۔

2. کرپشن کے خاتمہ کے لئے اٹھائے جانے والے چند اقدامات کے بارے میں لکھئے۔

III. **ان سوالات کے جوابات 8 یا دس (10) سطروں میں دیجئے۔**

1. بچوں کے حقوق اور بچوں کے تحفظ سے متعلق قوانین کے بارے میں لکھیے۔

2. منشیات کی عادت سے کیا کیا مسائل پیدا ہو جاتے ہیں؟ وضاحت کیجئے۔

IV. **ہمہ انتخابی سوالات (Multiple Choice Questions):**

1. کرپشن کے خاتمہ کے سلسلہ میں اہم قانون ( )

(a) نربھیا ایکٹ (b) انفارمیشن ایکٹ (c) ٹیکس کے قوانین (d) آرٹیکل 370

2. مرکزی زیر انتظام علاقے جو آرٹیکل 370 کے خاتمہ کے بعد تشکیل دیئے گئے۔ ( )

(a) جموں و کشمیر اور لداخ (b) جموں اور لداخ (c) لداخ اور دیو دمن (d) دہلی اور لداخ

سماجی اور معاشی ترقی۔ محروم طبقات کی بااختیاری
21 Social and Economic Development - Empowerment of Disadvantaged Groups

21.0۔ اکتسابی ماحاصل:

☆ سماجی معاشی اور پائیدار ترقی کے تصورات کی وضاحت کرے گا۔

☆ انسانی وسائل کی ترقی رپورٹ 2019 کی روشنی میں ملک میں سماجی ومعاشی ترقی کے درمیان خلیج کا تجزیہ کرے گا۔

☆ سماج کے چند طبقات کی پسماندگی کی وجوہات بیان کرے گا۔

☆ سماجی انصاف پر تبصرہ کرے گا۔

☆ محروم طبقات کی ترقی کے لئے حکومت کی جانب سے عمل درآمد ہونے والی اسکیمات اور پروگرامس پر بحث کرے گا۔

21.1۔ تعارف:

ایک گروہ یا سماج کی ترقی کا اندازہ مختلف شکلوں میں لگایا جاتا ہے۔ ترقی کا اندازہ کس طرح لگایا جائے یہ جاننے سے پہلے ہمیں ترقی کیا ہے؟ یہ جاننا ہوگا۔ آیئے مختلف شعبہ جات کے متعلق ترقی کے تصورات کو جانتے ہیں۔

21.1.1۔ ترقی کیا ہے؟

جب ایک سماج اپنی ترقی کے معین مقاصد تک پہنچنے کے لئے مستقل جدوجہد کرتا ہے تو اس سلسلے میں سماج میں پیدا ہونے والی معیاری تبدیلیوں کو ترقی کہا جاتا ہے۔ فطری طور پر ایک ملک/سماج کی ترقی کی پیائش معاشی عوامل کی اصطلاح میں کی جاتی ہے تو اسے معاشی ترقی کہا جاتا ہے۔

خام گھریلو پیداوار، قومی آمدنی، فی کس آمدنی وغیرہ معاشی ترقی کے پیمانہ جات ہیں۔

21.1.2۔ خام گھریلو پیداوار (GDP):

ایک سال کی مدت میں ملک میں پیدا کی جانے والی مکمل اشیاء اور خدمات کی جملہ قدر کو خام گھریلو پیداوار کہتے ہیں۔

21.1.3 قومی آمدنی:

ایک سال میں ایک ملک کے تمام افراد کی جملہ آمدنی کو قومی آمدنی کہا جاتا ہے۔

21.1.4- فی کس آمدنی:

فی کس آمدنی ایک ملک کی قومی آمدنی کا اوسط ہے جو اس کی جملہ آمدنی سے تقسیم کرکے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

سرگرمی:

(1) ہندوستان کی GDP، قومی آمدنی اور فی کس آمدنی معلوم کرو۔

21.2- سماجی ترقی:

معاشی ترقی بحیثیت مجموعی ایک ملک کے نظام کی معاشی اصطلاح میں ترقی کی سطح کو شمار کرتی ہے۔ یہ اس ملک کی عوام کی ترقی کی ٹھیک ٹھیک پیمائش نہیں کرسکتی۔ سماجی ترقی ایک نظام میں ترقی کی پیمائش، عوامی روزگار، سماجی انصاف، صنعتی مساوات، وسائل کی تقسیم وغیرہ کی اصطلاح کی جاتی ہے۔ یعنی سماجی ترقی اسی وقت ہوسکتی ہے جب کہ معاشی ترقی کے نتائج کو تمام افراد میں مساوی طور پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ گو کہ معاشی وسماجی ترقی دو علیحدہ چیزیں ہیں دونوں کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق پایا جاتا ہے۔

یہ اشاریہ تاہم یہ طئے نہیں کرتا کہ کیا ترقی کے ثمرات سماج کے تمام طبقات تک پہنچ رہے ہیں۔ لہٰذا عوام کی مجموعی ترقی کی پیمائش کے لئے انسانی ترقی کا تصور ابھرا۔

سرگرمی:

(1) کیا ہندوستان میں سماجی ومعاشی ترقی ایک ساتھ ہوتی ہے؟

21.3- انسانی ترقی:

انسانی ترقی جو ایک نظام میں بڑے پیمانے پر عوام کی ترقی کو مجموعی طور پر جانچتی اور پیمائش کرتی ہے، نہ صرف آمدنی پر توجہ مرکوز کرتی ہے بلکہ اس کے معیار اور تقسیم پر بھی توجہ دیتی ہے۔ انسانی ترقی کے تصور کو ایک پاکستانی ماہر معاشیات ڈاکٹر محبوب الحق نے ایک ہندوستانی ماہر معاشیات نوبل لاریٹ انعام یافتہ پروفیسر امرتیہ سین کے ساتھ مل کر ترقی دی۔ اقوام متحدہ ترقی پروگرام (UNDP) مختلف ممالک کی 1990 سے ہر سال انسانی ترقی کی پیمائش کرتی ہے اور ایک سالانہ رپورٹ مرتب کرتی ہے۔

انسانی وسائل کی ترقی کی رپورٹ 1990 کے مطابق ہندوستان سب سے نیچے ہے۔ 2019 کی رپورٹ کے مطابق جملہ 189 ممالک میں ہمارا ملک 129 مقام پر ہے۔

حکومت ہند نے بھی ریاست واری انسانی ترقی کا اشاریہ تیار کرتی ہے۔ نقشہ 21.1 کے ذریعہ مختلف ریاستوں کی ترقی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

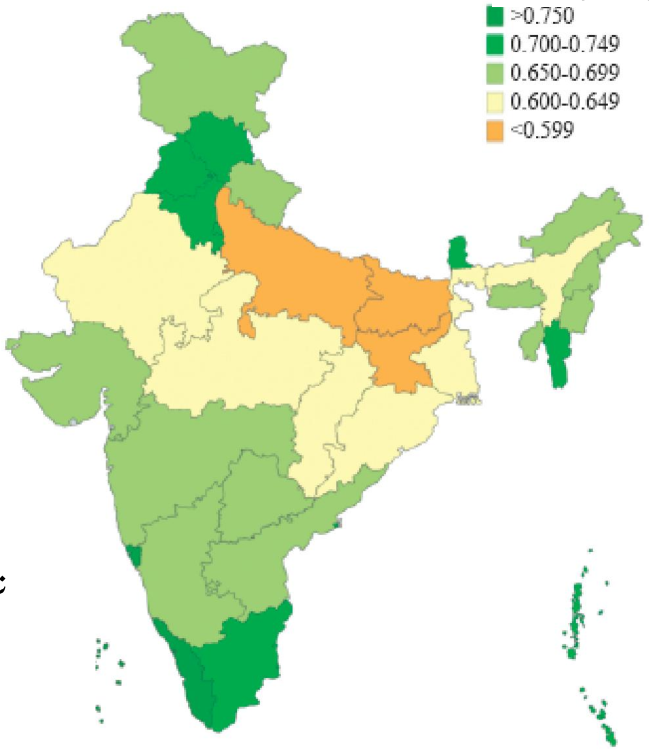

نقشہ 21.1:ہندوستانی انسانی ترقی کا اشاریہ 2018

سرگرمی:

(1) انسانی ترقی رپورٹ کے مطابق ہماری ریاست کا کیا مقام ہے؟ دو وجوہات بیان کرو۔

21.4۔ پائیدار ترقی:

ترقی کے نام پر ہم قدرتی وسائل کا بے تحاشہ استعمال کررہے ہیں' اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو معدنی وسائل جیسے کوئلہ' پٹرول' گیس وغیرہ چند دہوں میں ختم ہوجائیں گے۔ ہم فضائی اور آبی وسائل کو آلودہ کررہے ہیں' آنے والی نسلوں کے لئے وسائل چھوڑے بغیر تمام وسائل کا استعمال ہم خود کررہے ہیں۔کیا یہ ترقی کے صحیح معنی ہیں؟غور کیجئے۔

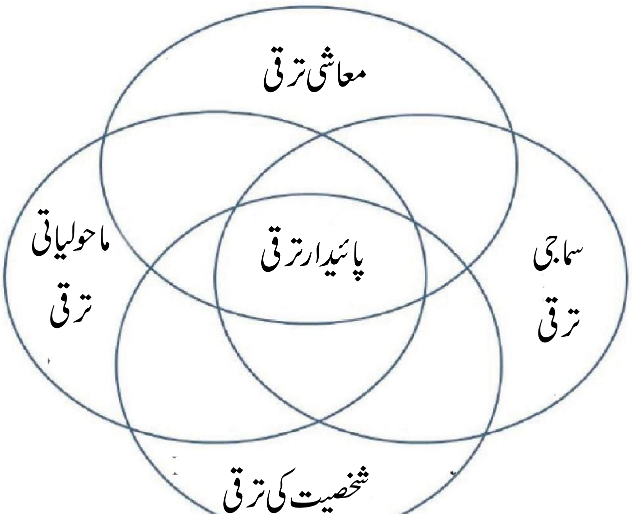

نقشہ 21.2: پائیدار رہنے والی ترقی

پائیدار ترقی ایک طریقہ عمل ہے جس کے ذریعہ موجود نسلیں اپنی ترقی کی خاطر دستیاب وسائل کا بہتر استعمال کرتی ہیں اور آنے والی نسلوں کے لئے بھی وسائل چھوڑتی ہیں۔اگر معاشی ترقی اور انسانی ترقی ساتھ ہی ساتھ ماحولیاتی ترقی ہوتی ہے تو اسے مجموعی ترقی کہا جاسکتا ہے۔

وسائل کا استعمال کفایت شعاری سے ہو۔قلیل وسائل کی جگہ متبادل وسائل کا استعمال ہونا چاہئے۔

سرگرمی:

اگر انسانی ترقی کے اشاریہ مختلف ریاستوں میں مختلف صورتحال کو نوٹ کرتے ہیں تو ریاستوں کی ترقی میں عدم مساوات کی وجوہات کیا ہیں؟ غور کیجئے۔

21.5۔ ملک ترقی۔عدم مساوات:

مجموعی ترقی سے مراد ملک کے تمام حصوں کے عوام کی ترقی ہے۔اگر ترقی کے ثمرات کا استعمال تمام افراد کو مساوی طور پر ملتے ہیں تو مختلف علاقوں کے درمیان عدم مساوات کے خاتمے کے ذریعہ تمام علاقوں کو مساوی طور پر ترقی ملنی چاہئے۔تاہم ہمارے ملک میں مختلف وجوہات کی بناپر علاقائی ترقی کے فرق میں اضافہ ہوا ہے۔

21.5.1۔ عدم مساوات کے اسباب

جغرافیائی عوامل، قدرتی وسائل، برطانوی حکمرانی، انفراسٹرکچر کی کمی حکومتی پالیسیاں، آبادی کا عنصر نظام سے متعلق عوامل وغیرہ نے علاقائی ترقی میں عدم مساوات میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

21.5.2۔ عدم مساوات کی پیائش کے اشاریہ:

عدم مساوات کی پیائش فی کس آمدنی، غربت کی سطح، زرعی ترقی، صنعتی ترقی، خواندگی، حمل ونقل، مواصلاتی سہولتوں کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔مختلف ریاستوں کے انسانی ترقی اشاریہ کے جدول کو ملاحظہ کیجئے:

جدول 21.1: ملک میں مختلف ریاستوں کے درمیان عدم مساوات HDI رپورٹ 2018

نشان سلسلہ	ریاست	2004-05	2011-12	2017-18
1.	کیرالا	1	1	1
2.	تلنگانہ	13	10	22
3.	بہار	20	21	36
4.	چھتیس گڑھ	18	19	31
5.	مدھیہ پردیش	19	19	31
6.	پنجاب	2	4	9
7.	ہماچل پردیش	3	3	8
8.	ٹاملناڈو	4	2	11
9.	ہریانہ	6	6	11
10.	اوڈیشہ	21	18	32

سرگرمی:

(1) ہماری ریاست ترقی میں کیوں پیچھے ہے؟ دو وجوہات بیان کرو۔

21.6۔ ناموافق زمرہ جات

جس طرح ملک کے مختلف حصوں کی ترقی کے درمیان عدم مساوات پائی جاتی ہیں اسی طرح عوام کی ترقی میں بھی عدم مساوات پائی جاتی ہیں۔ ہمارے ملک میں چند طبقات سماجی اور معاشی طور پر امتیاز کا شکار ہیں۔ یہ طبقات پسماندہ یا محروم طبقات کہلاتے ہیں جن میں پچھڑے ہوئے طبقات' درج فہرست اقوام (SCs)' قبائل (STs)' دیگر پسماندہ طبقات (OBCs) اور اقلیتیں شامل ہیں۔

2011ء کی ہندوستانی مردم شماری کے مطابق درج فہرست ذاتیں (SCs) 17%' درج فہرست قبائل (STs) 8.6%' اقلیتیں 20% آبادی کا حصہ ہیں۔ منڈل کمیشن رپورٹ کے مطابق پسماندہ طبقات 52% پر مشتمل ہیں۔

21.6.1۔ محروم طبقات۔ پسماندگی:

افراد کے درمیان گوانفرادی تضاد فطری ہے۔ خاص طور پر چند طبقات کی مکمل پسماندگی کی سماجی' معاشی' سیاسی اور طبعی وجوہات پائی جاتی ہیں۔

1. **سماجی اسباب:** ہندوستان قدیم زمانے سے تہذیبی اور سماجی تکثیر پر مبنی معاشرہ اور گروہ ہے۔ ان میں سے چند سماجی طور پر کمتر تصور کئے جاتے ہیں وہ دیگر معاشروں کے برابر عزت اور مواقع سے محروم کر دئے جاتے ہیں۔
2. **معاشی وجوہات:** نچلے طبقات پیداوار میں شراکت دار ہوتے ہیں لیکن حاصلات میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ زمین صنعتیں اور آلات بنیادی عاملین پیداوار ہیں جن کی عدم ملکیت انہیں مالی طور پر امیر بننے سے روکتی ہے۔
3. **سیاسی وجوہات:** زمانہ قدیم سے ہی یہ معاشرے اقتدار اور نظم ونسق کا حصہ نہیں بن سکے۔ بحیثیت مجموعی اعلیٰ طبقات کے ہاتھ میں رہا ہے۔
4. **طبعی اسباب:** چند معاشرے ناموافق طبعی علاقوں میں بستے ہیں اس طرح وہ سماج کے دیگر حصوں سے دوستانہ تعلقات قائم نہیں کر سکتے۔ جنگلات اور پہاڑی علاقوں میں بسنے والے قبائل ان کی طبعی پسماندگی کی وجہ سے دیگر گروہوں کے ساتھ تال میل پیدا نہیں کر سکتے۔
5. **دیگر وجوہات:** ان سب کے علاوہ دیگر ممالک پر قبضہ اور ملوکیت اور بعد میں برطانوی حکومت نے ان محروم طبقات کی ترقی پر توجہ مرکوز نہیں کی۔ ان کی پسماندگی کا سلسلہ روزگار' تعلیم اور زندگی گذارنے کے بہتر حالات کی کمی کی وجہ سے ہمیشہ جاری رہا ہے۔ دوسری طرف وہ سماجی طور پر استحصال' عدم مساوات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

سرگرمی:

(1) ہماری ریاست میں محروم طبقات کی خواندگی کی سطح کیا ہے؟

(2) خانہ بدوش قبائل ترقی میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ وجوہات بیان کرو۔

21.7۔ سماجی انصاف:

سماجی انصاف سماج میں ہر کسی کو مساوی حقوق اور معاشی' سیاسی اور سماجی مواقع فراہم کرنے کا نام ہے۔ پہلے سے ہی پسماندہ طبقات کو دیگر طبقات کے مساوی ترقی کرنے کا موقع ملنا چاہئے۔

21.7.1۔ سماجی انصاف کی فراہمی میں اہم نمایاں ضرورتیں:

(1) وسائل کی دستیابی

(2) مواقع میں مساوات

(3) تکثیر

(4) حصہ داری

(5) انسانی حقوق

21.7.2۔ سماجی انصاف۔دستوری حقوق:

دستور ہند محروم طبقات کو سماجی انصاف فراہم کرتا ہے اور استحصال سے بچاتا ہے' حکومت نے ان کے تحفظ کے لئے قوانین بنائے ہیں۔

سرگرمی:

(1) سماجی انصاف کے حصول کے لئے کیا اقدامات کئے جانے چاہئیں؟ تجویز کیجئے۔

21.8۔ حکومت کی جانب سے عمل درآمد کردہ پروگرامس واسکیمات:

21.8.1۔ تعلیم سب کے لیے:

مختلف اسکیمات جیسے آفاقی مفت لازمی بنیادی تعلیم' جامع تربیت' مڈ ڈے میل (دوپہر کا کھانا)' قومی خواندگی مشن وغیرہ پر عمل درآمد کرنا تاکہ سب کو تعلیم مہیا ہو سکے۔

21.8.2۔ صحت سب کے لئے:

سب کو صحت کی نگہداشت کی خاطر قومی دیہی صحت مشن' قومی شہری صحت مشن' جنانی سرکشا یوجنا' بالیکا سمردھی یوجنا وغیرہ پر عمل آوری کی جارہی ہے۔

21.8.3۔ درج فہرست قبائل کے لئے عمل درآمد کردے چند پروگرامس:

(1) پری میٹرک' پوسٹ میٹرک اسکالرشپ۔

(2) ایکلویا اقامتی اسکول(Eklavya Residential school)

(3) ونابندھو کلیانا یوجنا(Vanabandhu Kalyana Yojana)

21.8.4 درج فہرست اقوام ودیگر پسماندہ طبقات کے لئے جاری چند پروگرامس:

(1) پری میٹرک‘ پوسٹ میٹرک اسکالرشپ

(2) لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے خصوصی ہاسٹلس

(3) پرائم منسٹر آئیڈیل ولیج پلان

(4) راشٹریہ وایوسری یوجنا (Rashtriya Vayusri Yojana)

حکومت نے محروم طبقات کی تعلیم‘ طبی‘ معاشی‘ سیاسی اور سماجی ترقی پر خصوصی توجہ مرکوز کی ہے۔ ان کی ترقی کے لئے ضروری قوانین کی تدوین اور ان پر عمل درآمد کرنے کی خاص کوششوں کے نتیجہ میں کسی حد صورتحال میں کمی آئی۔ آزادی سے پہلے کی صورت حال کے بالمقابل موجودہ دور میں محروم طبقات جزوی طور پر ترقی پاسکے ہیں۔

سرگرمی:

(1) آپ کے علاقے میں SCs اور STs کی شرح خواندگی کیا ہے؟

21.9۔ محروم طبقات کی بااختیاری۔ رکاوٹیں:

محروم طبقات کی بااختیاری میں چند رکاوٹیں حائل ہیں۔ پہلے سے چل رہے مسائل ابھی بھی جاری ہیں۔ شدت مسائل‘ پیچیدگیاں محروم طبقات کے سماجی انصاف اور بااختیار بننے میں حائل رکاوٹیں ہیں۔

(1) تعلیمی پسماندگی۔ ناخواندگی

(2) معاشی پسماندگی۔ غربت

(3) اقل ترین شمولیت۔ کاروباری معیشت میں کم روزگار

(4) سماجی جبر۔ برائیاں

(5) علیحدگی۔ استحصال

(6) محروم طبقات کے خلاف جرائم اور عصمت دری

(7) جدید مہارتوں کا فقدان۔ ٹکنالوجی

مندرجہ بالا وجوہات کی بنا متوقع ترقی نہیں ہوسکی۔ آزاد ہندوستان میں کئی خصوصی پروگرامس کی عمل آوری کے باوجود ان میں پسماندگی اور ان کے لئے سماجی بہتری کی پیش گوئیاں دونوں ایک ساتھ جاری ہیں۔

سرگرمی:

(1) محروم طبقات کے بااختیار بننے میں حائل کسی دو رکاوٹوں کا تذکرہ کیجئے۔

(2) محروم طبقات کو بااختیار بنانے کے لئے مزید کیا کیا جاسکتا ہے؟

21.10۔ محروم گروپوں کی بااختیاری کے لئے کئے جانے والے اقدامات:

مجموعی ترقی صرف اسی وقت ممکن ہے جب کلی نقطہ نظر سے ذیل کی سرگرمیاں انجام دی جائیں۔

1. ترقیاتی پروگراموں کی عمل آوری میں حکومت اور غیر حکومتی اداروں کے درمیان تعاون اور ربط میں بہتری آنی چاہئے۔
2. سماجی تحفظ بلا امتیاز جبر واستحصال فراہم کیا جانا چاہئے۔
3. تعلیمی ومعاشی ترقی کے پروگرامس کو ترجیح دی جانی چاہئے۔
4. محروم طبقات تک ترقی کے ثمرات کو پہنچانے کی خاطر جزوی منصوبوں (Micro plans) پرعمل ہونا چاہئے۔

21.11۔ خلاصہ۔کلیدی نکات:

- ☆ ایک نظام میں موجود افراد کی ترقی کی جامع پیائش معاشی' سماجی اور سیاسی عوامل کے ذریعہ کی جاسکتی ہے۔
- ☆ صرف پائیدار ترقی ہی ایک حقیقی ترقی ہے۔
- ☆ ہندوستان میں ترقی کے ثمرات چند طبقات تک محدود ہیں' چند طبقات صدیوں سے امتیاز کا شکار ہیں۔
- ☆ SCs' STs' OBCs اور اقلیتیں مجموعی طور پر محروم طبقات کہلاتے ہیں۔
- ☆ محروم طبقات کی پسماندگی کی سماجی' سیاسی' معاشی اور جغرافیائی وجوہات پائی جاتی ہیں۔
- ☆ محروم طبقات کے سماجی انصاف کی خاطر حکومت نے مختلف قوانین بنائے ہیں اور ان کی ترقی کے لئے مختلف پروگرامس اور اسکیمات پرعمل کررہی ہے۔
- ☆ آزاد ہندوستان میں محروم طبقات کے لئے کی جانے والی 70 سالہ کوششوں کے نتیجہ میں صرف جزوی نتائج حاصل ہوئے ہیں۔
- ☆ عالمیانہ کے بعد تشکیل پائے کاروباری معیشت میں محروم طبقات کی ترقی کے مواقع ابھی بھی محدود ہیں۔
- ☆ پروگراموں پر کلی نقطہ نظر سے لازماً عمل درآمد ہونا چاہئے تا کہ محروم طبقات کی تریق میں حائل موجودہ رکاوٹوں پر قابو پایا جاسکے۔
- ☆ محروم طبقات کی ترقی کے لئے سرکاری و غیر سرکاری اداروں کو اقدامات کرنا چاہئے۔ بڑے پیانے پر عوام کو واقف کرانا چاہئے۔ان کو ترقی میں حصہ دار بنانا چاہئے۔

21.12۔ نمونہ امتحانی سوالات:

I. مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات ایک یا دو جملوں میں دیجئے۔

1. پائیدار ترقی کیا ہے؟
2. انسانی ترقی کا اشاریہ کون سا ادارہ تیار کرتا ہے؟

.II مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تقریباً 4 یا 5 جملوں میں دیجئے۔

.1 محروم طبقات کو بااختیار بنانے کے لئے کیا اقدامات کئے جانے چاہئیں۔

.2 سماجی انصاف کی فراہمی کے نمایاں اہم نکات کیا ہیں؟

.III مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات تقریباً 8 تا 10 جملوں میں دیجئے۔

.1 محروم طبقات کے لئے حکومت کی جانب سے کن پروگراموں پر عمل کیا جارہا ہے؟

.IV کثیر جوابی سوالات:

.1 انسانی ترقی کا اشاریہ میں کون سی ریاست اول مقام رکھتی ہے؟ (   )

(a) ٹاملناڈو (b) تلنگانہ (c) کیرالا (d) ہماچل پردیش

.2 اسکولوں میں انفراسٹرکچر کی فراہمی کے لئے کس پروگرام پر عمل کیا جارہا ہے؟ (   )

(a) نیشنل لٹریسی مشن (b) جامع سزا (c) SSA (d) RTE قانون حق تعلیم

21.13 حوالہ جاتی کتب:

.1 HDI رپورٹس جاری کردہ (www.undp.org)

.2 وزارت برائے سماجی انصاف اور بااختیاری، حکومت ہند کے رپورٹس (httpss//socialjustice mc.14)

.3 ڈائریکٹر برائے مالیات وشماریات تلنگانہ HDI رپورٹ 2017 (https//ecostat.telangana)

بین الاقوامی تنظیمیں
International Organizations

22

22.0۔ آموزشی محاصل:

☆ بین الاقوامی تنظیموں کے قیام کی ممکنہ وجوہات کی وضاحت کرے گا۔
☆ بین الاقوامی تنظیموں کی ضرورت کی وضاحت کرے گا۔
☆ مجلس اقوام کے قیام اور مقاصد کی وضاحت کرے گا۔
☆ مجلس اقوام کی ناکامی کے اسباب کی نشاندہی کرے گا۔
☆ مجلس اقوام متحدہ کے اہداف کا خاکہ پیش کرے گا۔
☆ ''ویٹو پاور'' کو سمجھے گا۔
☆ مجلس اقوام متحدہ سے وابستہ افراد کا ایک جدول تیار کرے گا۔
☆ مجلس اقوام متحدہ کی کامیابیوں کی وضاحت کرے گا۔

22.1۔ تعارف

ساری دنیا میں اس وقت 200 مما لک موجود ہیں۔ ہر ملک کا اپنا الگ انتظامیہ اور طریقۂ کار ہے۔ ہر ملک اپنی بقاء کے لئے فوج رکھتا ہے۔ ہر ملک کے اپنے الگ طبعی، قدرتی، معاشی حالات ہوتے ہیں۔ کچھ مما لک غریب ہیں تو کچھ امیر ہیں۔ کچھ مما لک کی بے پناہ فوجی طاقتور ہیں تو کچھ کمزور ہیں۔ تمام مما لک اپنے ملک کی بقاء کے لئے ایک دوسرے سے تعلقات استوار کرتے ہیں۔

اس طرح ایک دوسرے سے تعلقات استوار کرنے کے دوران تنازعات مہیا ہوتے ہیں۔ ان تنازعات کا اثر راست طور پر یا بالراست طور پر دوسرے مما لک پر پڑتا ہے۔ انھیں تنازعات کو دور کرنے کے لئے بین الاقوامی تنظیمیں وجود میں آتی ہیں۔ بین الاقوامی سلامتی کے لئے بین الاقوامی تنظیمیں بے حد ضروری ہیں۔ اس سبق میں ہم اسی طرح کی بین الاقوامی تنظیموں کے بارے میں پڑھیں گے۔

22.2۔ مجلس اقوام کا قیام

پہلی جنگ عظیم (1914-18ء) کے خاتمہ پر ورسیلیز معاہدہ عمل میں آیا۔ 11/جنوری 1920ء کو مجلس اقوام کا قیام عمل میں آیا جو کہ ایک امن کا ادارہ تھا۔

❖ پہلی جنگ عظیم 1914-18ء
❖ مجلس اقوام کا قیام 1920ء
❖ دوسری جنگ عظیم 1939-45ء
❖ مجلس اقوام متحدہ کا قیام 1945ء

22.2.1۔ مقاصد

(1 مذاکرات کے ذریعہ مسائل کو حل کرنا
(2 جنگوں کی روک تھام کرنا
(3 ہتھیاروں کی تیاری کو کم کرنا

کارکردگی: مجلس اقوام نے ممبر ممالک کے آپسی تنازعات کو حل کیا۔

☆ بالٹک سمندر میں موجود جزیرہ آلافڈ جو کہ سویڈن اور فن لینڈ کے مابین تنازعہ تھا، اس کو حل کیا۔
☆ جرمنی اور پولینڈ کے مابین Silesia سرحد کے تنازعہ کو حل کیا۔
☆ یونان (Greece) اور بلغاریہ کے مابین سرحد کے تنازعہ کو حل کیا۔
☆ مجلس اقوام نے انسانیت، سماجی اور خدماتی شعبوں میں اپنی خدمات انجام دی ہیں۔
☆ ILO بین الاقوامی مزدور تنظیم کے ذریعہ مزدوروں کا وقار بلند کیا۔

ناکامیاں

☆ اس تنظیم نے اپنے اصل ہدف یعنی سیاسی میدان میں اپنی کارکردگی دکھانے میں ناکامی حاصل کی۔
☆ اس تنظیم کو تخفیف اسلحہ کو حاصل کرنے میں ناکامی ہوئی۔
☆ مجلس اقوام کی کچھ ناکامیاں

- جاپان کے منچوریا پر حملے (1931ء) کو روکنے میں ناکام ہوئی۔
- مسولینی (اٹلی) کا ابی سینیا (Abyssinia) پر حملہ (1935ء) کو روکنے میں ناکام ہوئی۔
- ہٹلر کے حملوں کو روکنے میں ناکامی۔

22.3۔ مجلس اقوام متحدہ۔ضرورت۔قیام

دوسری جنگ عظیم (1939-45ء) کے نتائج کی صورت میں مجلس اقوام متحدہ کا قیام عمل میں آیا۔ اس جنگ میں کافی نقصانات ہوئے۔ یوروپی ممالک خاص طور پر USSR، پولینڈ اور یوگوسلاویہ کی 20 فیصد آبادی کا خاتمہ ہوا۔ کئی شہر، گاؤں، فیکٹریاں اور کانیں تباہ ہوگئیں۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد بین الاقوامی امن اور سلامتی، جنگوں کی روک تھام کے لئے ایک بین الاقوامی ادارہ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ 1945ء میں 50 ممالک کے نمائندوں نے سان فرانسسکو میں مجلس اقوام متحدہ چارٹر کے لئے ملاقات کی۔ 24/ اکٹوبر 1945ء کو مجلس اقوام متحدہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔

22.3.1 مجلس اقوام متحدہ کے مقاصد

1۔ جنگوں کی روک تھام اور بین الاقوامی امن قائم کرنا

2۔ ساری دنیا کے عوام کے لئے جمہوریت قائم کرنا اور انسانی حقوق کی حفاظت کرنا

3۔ غربت اور فاقہ کشی کا خاتمہ کرنا

22.3.2۔ مجلس اقوام متحدہ کے شعبے

مجلس اقوام متحدہ اپنے 6 شعبوں کے ذریعہ فرائض انجام دیتا ہے۔

1۔ **جنرل اسمبلی:** مجلس اقوام متحدہ کا سب سے اہم شعبہ جنرل اسمبلی ہوتا ہے جہاں تمام ملکوں کے درمیان مختلف اہم معاملات پر باقاعدہ مذاکرات و مباحثے ہوتے ہیں۔ مجلس اقوام متحدہ تمام ممبرس جنرل اسمبلی کے ممبرس تصور کئے جاتے ہیں۔ ہر ممبر ملک کا ایک ووٹ ہوتا ہے۔

2۔ **سکیوریٹی کونسل:** سکیوریٹی کونسل کے ارکان کی تعداد 15 ہے۔ ان میں سے 5 مستقل ارکان ہیں اور 10 غیر مستقل ارکان ہیں۔ غیر مستقل ارکان کا انتخاب جنرل اسمبلی کرتی ہے جن کی میعاد دو سال کی ہوتی ہے۔ مستقل ارکان کو ویٹو کا اختیار رہوتا ہے۔ ''ویٹو'' کا مطلب مسترد کرنے کا اختیار ہے۔

3۔ **معاشی و سماجی کونسل:** یہ کونسل جنرل اسمبلی کے زیر اہتمام، بین الاقوامی معاشی، معاشرتی، ثقافتی، تعلیمی اور صحت کے شعبے سے متعلق اُمور پر کام کرتی ہے۔

4۔ **ٹرسٹی شپ کونسل:** اس کونسل کا بنیادی مقصد دیگر ممالک کے زیر انتظام علاقوں کے مفادات کا تحفظ کرنا ہے۔ اس طرح کے اقدام سے انھیں آزادی دلانا ہے یا خود حکومت کو اس کے لئے تیار کرنا ہے۔ یہ فی الحال کارکرد نہیں ہے، کیونکہ اس وقت کسی بھی ملک ہر دوسرے ملک کی حکمرانی نہیں ہے۔

5۔ **ICJ بین الاقوامی عدالت:** بین الاقوامی عدالت کا صدر مقام ہیگ (نیدرلینڈ) ہے۔ یہ عدالت ایک بین الاقوامی معاہدے کے ذریعہ تشکیل دی گئی تھی۔ اس کا بنیادی مقصد مختلف ممالک کے مابین تنازعات کو حل کرنا اور سرکاری بین الاقوامی اداروں کے ذریعہ پیش کردہ قانونی سوالوں پر مشورے دینا ہے۔

6۔ **سکریٹریٹ:** اقوام متحدہ کے اُمور کی نگرانی کرتا ہے۔ اس کا سربراہ سکریٹری جنرل کہلاتا ہے۔

22.3.4۔ مجلس اقوام متحدہ۔ خصوصی ایجنسیاں

مجلس اقوام متحدہ اپنے مقاصد کی عمل آوری کے لئے مختلف اداروں اور ایجنسیوں کے ذریعہ کام انجام دیتا ہے۔ اس کی اہم ایجنسیاں حسب ذیل ہیں۔

UNICEF۔ مجلس اقوام متحدہ کا بچوں کا ایمرجنسی فنڈ

یہ ایجنسی 1946ء میں قائم کی گئی تاکہ دوسری جنگ عظیم کے بعد بچوں کا تحفظ کیا جاسکے۔ اس فنڈ کو اِکٹھا کرنے کا بنیادی مقصد بچوں اور اُن کی ماؤں کے معیار زندگی کو بہتر بناتا ہے۔

UNESCO۔اقوام متحدہ کی تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی تنظیم

یہ تنظیم باہمی تعاون کے ذریعہ امن اور سلامتی کے تحفظ میں معاون ہے۔

WHO۔عالمی ادارہ صحت

اس ادارہ کا مشن زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد کو بہترین ممکنہ صحت کی دیکھ بھال فراہم کرنا ہے۔ چیچک کے خاتمے میں عالمی ادارہ صحت کا نہایت اہم رول رہا ہے۔ اقوام متحدہ کا مشترکہ پروگرام 1996ء میں HIV سے شروع کیا گیا تھا۔ عالمی ادارہ صحت نے 10 قسم کی مہلک بیماریوں کے نشاندہی کی ہے، جیسے تپ دق، اسہال، ملیریا، کینسر، ہیضہ اور کورونا (کوویڈ۔19)۔

اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرلس

1۔	ٹریگوے لی............1946-53ء
2۔	ڈیاگ ہمرشیلڈ............1953-61ء
3۔	یوتھانٹ............1961-71ء
4۔	کرٹ والڈھیم............1972-82ء
5۔	جاویر پیریز ڈی کیوار............1982-92ء
6۔	بطروس بطروس غالی............1992-97ء
7۔	کوفی عنان............1997-2007ء
8۔	بان کی مون............2007-2017ء
9۔	انٹونیو گٹیرس............2017ء

ILO۔بین الاقوامی مزدور تنظیم

یہ بچوں کی مزدوری کے خاتمے اور پابند مزدوری کے خاتمے کے لئے کام کرتا ہے اور مزدوروں کے قوانین کو نافذ کرتا ہے۔

22.3۔ اقوام متحدہ کی کامیابیاں

اقوام متحدہ کے قیام کے بعد سے ہی عالمی امن کے قیام میں اس کا اہم کردار رہا ہے۔ دنیا کے ملکوں کے مابین جنگوں اور ممکنہ جنگوں کی روک تھام میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

- ☆ اقوام متحدہ نے ڈچ سے انڈونیشیاء کو آزادی دلانے میں کامیابی حاصل کی۔
- ☆ عرب اور یہودیوں کے مابین فلسطین تنازعہ کو حل کیا۔
- ☆ فوجی کارروائی کے ذریعہ جنوبی کوریا پر شمالی کوریا کی جارحیت روک دی۔
- ☆ سوئز کنال کے تنازعہ پر مصر اور برطانیہ کے مابین ممکنہ جنگ کی روک تھام کی۔

اقوام متحدہ کی معاشی، سماجی اور ثقافتی کامیابیاں

اقوام متحدہ پوری دنیا کے لوگوں کے معیار زندگی کو بہتر بنانے کے لئے، ہر ایک کے لئے ملازمت کا حصول، معاشی حالات کو بہتر بنانے اور سماجی ترقی کو فروغ دینے کے لئے کام کر رہا ہے۔

- ☆ 1949ء سے اقوام متحدہ عالمی معاشی حالات پر سالانہ رپورٹ شائع کر رہا ہے۔
- ☆ یہ ایک بین الاقوامی بینک کے ذریعہ قرض فراہم کرتا ہے۔
- ☆ ترقی پذیر ممالک کی معاشی ترقی کے لئے بین الاقوامی تنظیم 1957ء میں قائم کی۔
- ☆ مالی وسائل کو دستیاب بنانے کے لئے کیپٹل ڈیولپمنٹ فنڈ 1968ء میں قائم کیا گیا۔
- ☆ بین الاقوامی مزدور تنظیم کے ذریعہ پابند مزدوری کا خاتمہ کیا گیا۔
- ☆ اقوام متحدہ نے عالمی صحت کا ادارہ کے ذریعہ کئی بیماریوں جیسے ملیریا، تپ دق، ٹی بی، چیچک، فلوار جذام کے بچاؤ کے لئے مدد کی ہے۔
- ☆ UNESCO کے ذریعہ ناخواندگی دور کی ہے۔ یہ بنیادی تعلیم اور سائنسی ریسرچ کو فروغ دیتا ہے۔

22.4۔ اقوام متحدہ کی ناکامیاں

حالانکہ اقوام متحدہ نے اپنے اہداف کو تکمیل کرنے کے لئے کامیابی حاصل کی ہے، لیکن اس میں بھی ناکام ہوا ہے۔ اقوام متحدہ کو مکمل اختیار حاصل نہ ہونے اور معاشی اور قومی مقاصد کے لئے ممبر ممالک پر انحصار کرنے کی وجہ سے وہ مکمل کامیابی حاصل نہیں کرسکا ہے۔ اس کی ناکامیاں حسب ذیل ہیں:

- ☆ 1948ء سے فلسطین پر اسرائیلی حملے کو روکنے میں ناکامی حاصل ہوئی۔
- ☆ کشمیر کا تنازعہ بھی حل نہ کرسکا۔
- ☆ کمبوڈیا میں تشدد کو روکنے میں ناکام ہوا۔

22.5۔ اقوام متحدہ۔ممکنہ تبدیلیاں۔ضرورت

اقوام متحدہ کی ساخت میں درستگی کی ضرورت ہے۔ موجودہ حالات 1945ء کے حالات سے کافی مختلف ہیں۔ اقوام متحدہ کا قیام اُس وقت کے حالات کی بناء پر عمل میں لایا گیا تھا۔ اقوام متحدہ اُس وقت قائم کیا گیا تھا۔ اُس وقت کی غالب قوم پر ان کا غلبہ حاصل ہو۔ اس وقت کچھ ممالک ترقی یافتہ ہیں جب کہ کچھ پیچھے ہیں۔ بدلتے ہوئے حالات کے جواب میں اقوام متحدہ کے ڈھانچے کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ مختلف اداروں میں ممبر ممالک کی خصوصی ترجیحات کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ عالمی ترقی اُسی وقت ممکن ہے، جب تمام ممالک کو یکساں ترجیح دی جائے۔

22.6۔ خلاصہ (کلیدی نکات)

- بین الاقوامی تنظیمیں، بین الاقوامی مسائل کو حل کرنے کے لئے کام کرتی ہیں۔
- بین ممالک کے سرحدی، سیاسی اور ثقافتی مسائل کو حل کرنے کا راستہ بتاتی ہیں۔
- مجلس اقوام کا پہلی جنگ عظیم کے بعد قیام عمل میں آیا۔
- دوسری جنگ عظیم کے بعد امن کے حصول کے لئے مجلس اقوام متحدہ کا قیام۔
- اقوام متحدہ اپنے 6 اہم اعضاء کے ذریعہ اُمور انجام دیتا ہے۔
- اپنے ملحقہ اداروں کی مدد سے کئی مسائل کو حل کرتا ہے۔
- حالانکہ اقوام متحدہ نے کئی کامیابیاں حاصل کی ہیں، لیکن کئی مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہوا ہے۔

22.7۔ ماڈل امتحانی سوالات

I۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 1 یا 2 جملوں میں دیجئے۔

1۔ اقوام متحدہ کا قیام کب عمل میں آیا؟
2۔ اقوام متحدہ کے کوئی دو مقاصد لکھئے۔
3۔ کونسے ممالک کو ویٹو اختیار حاصل ہے؟
4۔ وہ کونسی تنظیم ہے جو مجلس اقوام کے قیام کے وقت بنائی گئی تھی؟
5۔ اقوام متحدہ کے موجودہ سکریٹری جنرل کون ہیں؟

II۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 4 یا 5 جملوں میں دیجئے۔

1۔ مجلس اقوام کے قیام اور اس کے مقاصد کے بارے میں ایک نوٹ لکھئے۔
2۔ اقوام متحدہ کی سائنسی کامیابیوں کے بارے میں لکھئے۔
3۔ اقوام متحدہ کی صحت کی کامیابیاں کیا ہیں؟

III۔ مندرجہ ذیل سوالات کے جواب 8 یا 10 جملوں میں لکھئے۔

1۔ دو عظیم جنگوں کے بعد بین الاقوامی اداروں کے قیام کے کیا اسباب تھے؟
2۔ اقوام متحدہ کے اہم اعضاء کونسے ہیں؟
3۔ اقوام متحدہ کی کامیابیوں کے بارے میں لکھئے۔
4۔ موجودہ حالات میں اقوام متحدہ میں کونسی تبدیلیوں کی ضرورت ہے؟

5۔ اقوام متحدہ 2030ء کے پائیدار ترقی کے کیا اہداف ہیں؟

IV۔ متعدد انتخابی سوالات

1۔ ورسیلیز معاہدہ کے بعد یہ تنظیم کا قیام عمل میں آیا۔

(A) UNO (B) مجلس اقوام (C) WHO (D) WTO

2۔ بین الاقوامی عدالت کا دفتر اس شہر میں ہے؟

(A) جنیوا (B) نیویارک (C) لندن (D) ہیگ

3۔ ان میں سے کونسا ویٹو اختیار نہیں رکھتا؟

(A) امریکہ (B) برطانیہ (C) ہندوستان (D) چین

4۔ یہ اقوام متحدہ کا مقصد نہیں ہے؟

(A) ملک کے داخلی مسائل کو حل کرنا

(B) بین الاقوامی امن قائم کرنا

(C) ملکوں کے مابین دوستانہ تعلقات کو فروغ دینا

(D) انسانی فطرت کے بین الاقوامی مسئلے کو حل کرنا

5۔ موجودہ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل ( )

(A) بان کی مون (B) جان کی مون (C) کوفی عنان (D) انٹونیو گیٹرلیس

22.8۔ حوالہ کتابیں

☆ SCERT تلنگانہ۔ سماجی علوم کی کتابیں۔

World Outline Map

India - Outline map

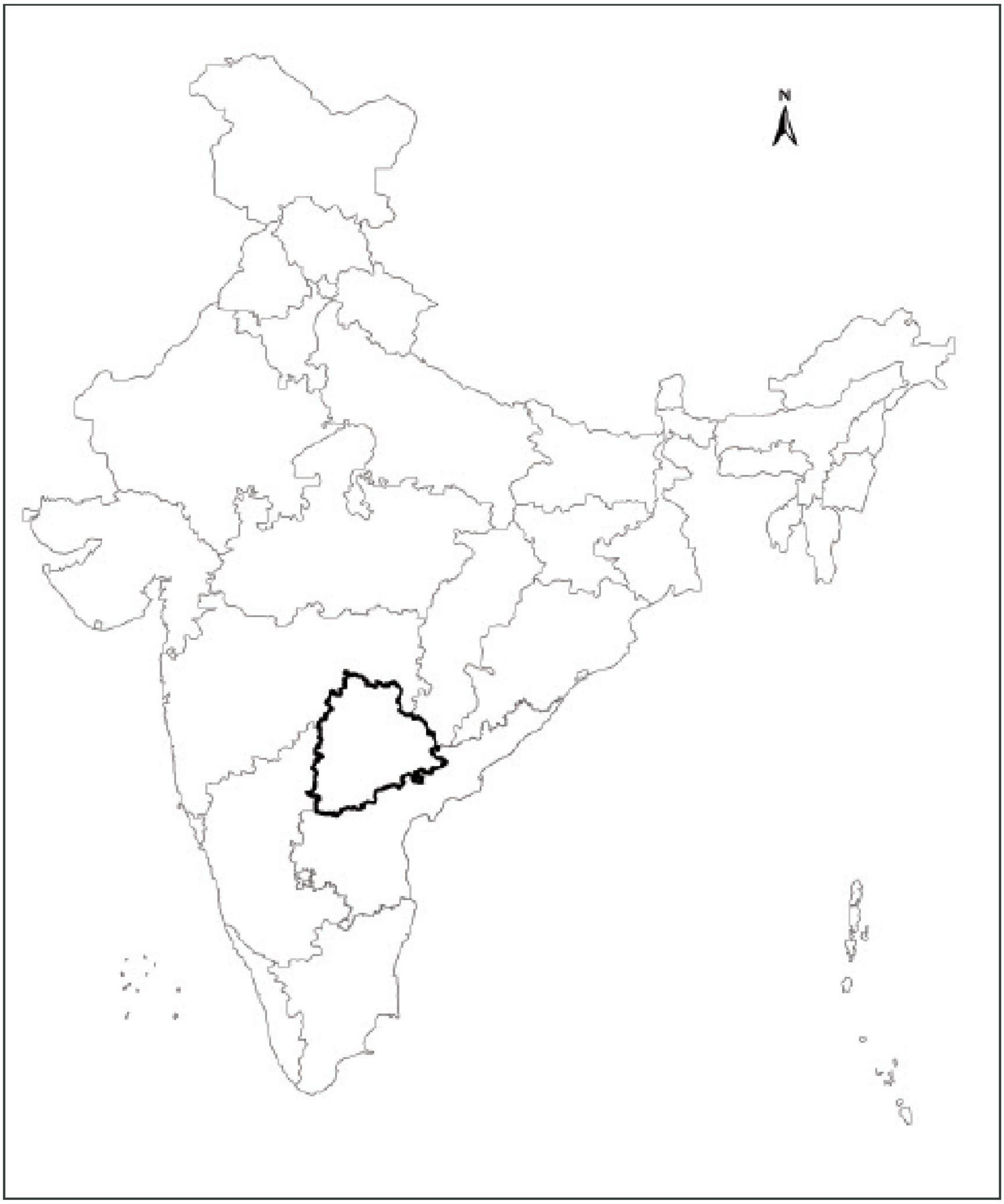

Telangana - Outline map

India - Physical Map